







الذين



# زمانہ ترتیب و تکمیل

سلسلہ ۱۹۳۱ء سلسلہ ۱۹۳۲ء سلسلہ ۱۹۳۳ء

طباعت و اشاعت

(سلسلہ ۱۹۳۲ء و سلسلہ ۱۹۳۵ء)

مصنود اکاتب مصنود

ایم. ج. سمیع آرٹس سیدین الرحمن جی عجلت رقم منسخرچ منسخرچ سیدین (ایم. ج.)

باہتمام

محمد احسان

محمد اسد یا احسان اعظم

مطبع

ساغر پریس سیٹ اسٹریٹ

ٹھیکر

(ہندوستان)





# ایڈیشن

حصہ اول جلد اول

مُصَنَّفٌ و مُرَتَّبٌ

سائنس و طبیعت

ناشر  
ای بی سنٹر  
میرٹھ

سلسلہ مطبوعات  
ادبی مرکز

شمارہ نمبر

(طبع و نقل و اخذ و ترجمہ جملہ حقوق بحق ادبی مرکز محفوظ)

طبع اول  
پانچم سالہ





# انتساب

بنام اقدس حضرت اشرف امیر الامراء نواب  
میر یوسف علی خان بہادر سردار جنگ ثالث  
ادام اللہ اجلالہ

انتساب ایک منور و معطر مالا ہے جو روح کے نامحسوس شک لمبے مسرت  
کے پیروں اور لطیف ترین تہنات کے پھولوں سے محبت و عقیدت کے  
غیر فانی رشتے میں گوندھی جاتی ہے، اُس گلوے اقدس جہیل کیلئے  
جس کے واسطے وہ مقدر ہو چکی ہو۔ لہذا

میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ اخلاص و عقیدت کی یہ مالا



# سر سالار جنگ ثالث

## کی بارگاہ کیوں پناہ میں پیش کرتا ہوں

جو عصر موجود ہیں مشرقی علوم و فنون کے حقیقی سرپرست اور اپنے اسلاف کی عظمت و جلال اور اخلاق و محاسن کی ایک زندہ مثال ہیں جنگی علوم پرستی، ادب نوازی، فنون پروری، مردم شناسی، قوم پرستی، شرافت انسانی بلندی، فطرت اور اعلیٰ ترین روح انسانیت مسلمہ ہے۔

گو وہ سلطنت عالیہ دکن کے امیر کبیر ہیں لیکن انکی روح و دل انسانیت و فقر کا گہوارہ ہے اسلئے یہ تمام نہ سنت اسلاف کی پیروی ہے نہ عوام کی تقلید بلکہ محض ایک ارادت غیر ارادی ہے چنانچہ میں اپنی اس تصنیف کو ”یوسف دکن“ کی ذات جلیل سے مستحب کرنے کے بعد اپنے بے کیف دلوں کو ایک بدی کیف اقتما سے سرشار پاتا ہوں۔

حافظ تو دیریں غزل حجت بندگی تو لطف عبید پورت شاہیں قبالہ بود

نیاز آگین ساغر









فہرست مطالب

# فہرست

## مقدمہ

(۱) از بیل ہند محترمہ سنسر و جی دیوی (نائیڈو) (۲۱)

## دیکھئے

از

صفحہ	اسمائے گرامی	شمارہ
(۲۶)	مصورہ فطرت سیدی و مولائی حضرت خواجہ جن نظامی ہومی نطلہ العالی	۲
(۳۲)	قبلہ محترم حضرت علامہ مولانا سیاب کبر آبادی نطلہ العالی	۳
(۳۴)	امام حضرت لینا عبد الحق بی لے (علیگ) سکریٹری انجمن ترقی اردو حیدر آباد دکن نطلہ العالی	۴
(۳۹)	زعیم ہند علی جانب اکسٹریٹ محمد ایم بی، ایچ، ڈی باریٹ لانا نطلہ العالی	۵

# فہرستِ عنوانات

## بانِ مشرق

### کھڑا لاؤل

صفحہ	عنوان	شمارہ	صفحہ	عنوان	شمارہ
۵	آفتاب	۱	(۴۵)	جمراعات	۶
۱۱	آزادی	۲		(ازساغر)	
۱۵	استقلال	۳	۱	صبرِ نو	
۱۶	وطنیت (مکملہ حقیقت میں)	۴	۳	(بابِ اول)	



صفحہ	عنوان	شمارہ	صفحہ	عنوان	شمارہ
	(غلامی کے عالم میں)		۱۸	نعمۂ وطنیت	۵
۶۸	ایک لمحہ فکریت	۱۷	۲۱	ہندوستان	۶
۶۹	کہاں ہے میرا سانی؟	۱۸	۲۶	پرچم	۷
۷۲	وطن میرے بعد	۱۹	۲۹	قومی گیت	۸
۷۷	۳ مارچ ۱۹۳۱ء	۲۰	۳۲	میں نے اقوام	۹
۷۹	ساقی نامہ اقوام	۲۱	۴۸	آشوب عصر	۱۰
۸۳	اعلانِ آزادی	۲۲	۵۵	غذاری	۱۱
۸۹	کوہِ تلوشان کے شہید	۲۳	۵۶	فرقہ پرست	۱۲
۹۱	نیا پُجاری	۲۴	۵۸	پیامِ عمل	۱۳
۹۴	جمہوریت	۲۵	۶۳	میں چاند نہ دیکھوں گا	۱۴
	(مغرب کے دستورِ جمہوری کا خاکہ)		۶۵	بانگِ درا	۱۵
۹۵	مذہب	۲۶	۶۷	عید	۱۶

شماره	عنوان	صفحہ	شماره	عنوان	صفحہ
۲۷	ترانہ شباب	۹۷	۳۵	اعادہ شوق	۱۲۲
۲۸	عمد	۱۰۱	۳۶	دل اور بتکدہ	۱۲۴
	ہدایہٴ روح	۱۰۵		پیامِ سروش	۱۲۵
	(دوسرا باب)	۱۰۶		(تیسرا باب)	۱۲۶
۲۹	آ	۱۰۷	۳۷	سرورِ عالم	۱۲۷
۳۰	رام	۱۰۸	۳۸	حمین ابن علیؑ	۱۳۲
۳۱	سری کرشن	۱۱۰	۳۹	لمن یقیل کی تفسیر	۱۳۷
۳۲	نورالیشیا	۱۱۴	۴۰	بارگاہِ محبوبِ آہیؑ میں	۱۳۸
	”گو تم بدھ“		۴۱	بہادر شاہ ظفر	۱۴۱
۳۳	پیغام	۱۱۹	۴۲	حیدر علی	۱۴۴
۳۴	پیغامِ عشق	۱۲۱	۴۳	ابوالفتح ٹیپو سلطان	۱۴۷

صفحہ	عنوان	نمبر	صفحہ	عنوان	نمبر
۱۷۸	شفق کی پیشین گوئی	۵۳	۱۵۱	حریہ فطرت	
۱۸۶	جب بادل مجھ سے بچے تھے	۵۴	۱۵۲	(چوتھا باب)	
۱۹۱	جانکنا تبصرہ ماضیاتِ عالم پر	۵۵	۱۵۳	سکوت	۴۴
۲۰۶	جامعہ فطرت	۵۶	۱۵۸	مکالمہ سرود لالہ	۴۵
۲۰۸	شعر فطرت	۵۷	۱۶۰	رادھا کی صبح	۴۶
۲۱۴	منور کی گھاٹی میں	۵۸	۱۶۲	تتلی کی درس گاہ	۴۷
۲۱۶	کافر گھٹائیں	۵۹	۱۶۳	بادل کا نغمہ	۴۸
۲۱۷	جنا	۶۰	۱۶۷	نہرنے مجھ سے کہا	۴۹
۲۲۵	نقوشِ باقی		۷۱	قطرہ کا سفر	۵۰
۲۲۶	(پانچواں باب)		۱۷۴	موجوں کے ساز پتاج کا گیت	۵۱
۲۲۷	کشیر کا مستقبل	۶۱	۷۷	برکھارت	۵۲

شماره	عنوان	صفحہ	شمارہ	عنوان	صفحہ
۶۲	تاج آغوشِ سحر میں	۲۳۹	۷۰	تاجِ کابینہ م	۲۶۲
۶۳	اک جام	۲۴۲	۷۱	صنم کا حیات	۲۶۵
	(جہانگیر اعظم کے مقبرہ پر)		۷۲	(چھٹا باب)	۲۶۶
۶۴	جامعہ دہلی	۲۴۵	۷۳	یجبارن	۲۶۷
۶۵	تاجِ سایہ ابر میں	۲۴۷	۷۴	مالن	۲۶۸
۶۶	اک آنسو	۲۴۹	۷۵	تخلیقِ زمزمہ	۲۷۷
	(نور جہاں کے مزار پر)		۷۶	بوسہِ صبح	۲۷۹
۶۷	تاج	۲۵۳	۷۷	مطر بہ	۲۸۰
	(شبِ ماہ میں)		۷۸	بھکارن	۲۸۷
۶۸	آنا ساگر	۲۵۶	۷۹	کبیر حرم	۲۹۱
۶۹	ستارہٴ سحر اور تاجِ محل	۲۵۹	۸۰	موسیقیِ صبرا	۲۹۳

صفحہ	عنوان	شمارہ	صفحہ	عنوان	شمارہ
۳۲۸	صحبتِ دو شیخیں	۹۰	۳۹۸	مسافرہ	۷۹
۳۳۰	گہوارہ نگاہِ شباب	۹۱	۳۰۰	اُجڑے ہوئے معبدیں	۸۰
۳۳۱	ایک عنائی خیال .... ۹۰	۹۲	۳۰۲	نقشِ تصویر (ایک تصویر کو دیکھ کر)	۸۱
۳۳۲	آپ بڑھن	۹۳	۳۰۵	میرا پیام لے جا	۸۲
۳۳۳	حُسنِ و عشق کا ایک مانی بھر	۹۴	۳۱۲	زہر کے گلہ پش کرنے پر	۸۳
۳۳۴	شعلہ پیکر	۹۵	۳۱۴	اپنی قلوبطرہ سے خطاب	۸۴
۳۳۷	صبحی	۹۶	۳۱۵	بیداری کا خواب	۸۵
۳۳۹	حدیثِ گل		۳۲۰	کشمکشِ آرزو	۸۶
۳۴۰	(ساتواں باب)		۳۲۵	بہوخت تم دل میں بہا	۸۷
۳۴۱	عورت	۹۷	۳۲۶	سرورِ حیات	۸۸
۳۴۲	دیوی	۹۸	۳۳۷	بلک بلک مر جاؤ	۸۹

صفحہ	عنوان	شمارہ	صفحہ	عنوان	شمارہ
۳۶۳	غنیہ زار		۳۵۰	ہندو خاتون	۹۹
۳۶۴	(آٹھواں باب)		۳۵۲	ملکہ ارجمند بانو بیگم	۱۰۰
۳۶۵	سورج	۱۰۸	۳۵۴	ایوان مغلیہ کی شمع خاموش	۱۰۱
۳۶۸	رام	۱۰۹	۳۵۶	رفیقہ جنگ	۱۰۲
۳۸۱	مشعل صحرا	۱۱۰	۳۵۹	عروس کا وداعی گیت	۱۰۳
۳۸۴	عذرا	۱۱۱	۳۶۱	ہونے والی رفیقہ حیات کو	۱۰۴
۳۸۵	یتیم کی دنیا	۱۱۲		پیغام	
۳۸۶	صباح	۱۱۳	۳۶۴	اپنے بچے کی روح سے	۱۰۵
۳۹۰	شفق	۱۱۴		جو ہنوز حجابِ مم میں ہے	
۳۹۲	گاندھی	۱۱۵	۳۶۰	شام وصال	۱۰۶
	رموزِ میکہ		۳۶۲	ظہک آزاد کا خطاب	۱۰۷

صفحہ	عنوان	شمارہ	صفحہ	عنوان	شمارہ
۴۲۲	شاعر اپنے ماضی میں	۱۲۴		(نواں باب)	
۴۲۵	خوناک تجربہ	۱۲۵	۴۹۳	جامِ نیم شبی	۱۱۶
۴۲۸	غنم	۱۲۶	۴۹۸	حدیث بخودی	۱۱۷
۴۳۱	وہ شبِ دُرواہہ سالِ کھل	۱۲۷	۴۰۰	اشکِ میگسار	۱۱۸
۴۳۲	میرادل	۱۲۸	۴۰۲	تجدیدِ کیف	۱۱۹
۴۳۳	سرورِ خودی	۱۲۹	۴۱۱	رندی و خردمندی	۱۲۰
۴۳۵	تم وہ نہیں ہو	۱۳۰	۴۱۲	سلام لے بزمِ رنداں	۱۲۱
۴۳۸	آؤ	۱۳۱	۴۱۳	جرعۃ الخریں	
۴۴۲	دہی کو تو پھر ذرا؟	۱۳۲	۴۱۴	(دسواں باب)	
۴۴۷	جوانی بیتی جائے	۱۳۳	۴۱۵	انقلاب	۱۲۲
۴۵۰	حسن کی ترپ	۱۳۴	۴۱۸	درپن ٹوٹ چکا	۱۲۳

شماره	عنوان	صفحہ	شماره	عنوان	صفحہ
۱۳۵	نقطہ	۲۵۱	۱۴۵	محمد بن عبدالکریم خطابی	۲۶۶
۱۳۶	الہام	۲۵۲	۱۴۶	”گاندھی“	۲۶۹
۱۳۷	شفق زارِ وطن	۲۵۳	۱۴۷	”امام الہند ابو الکلام آزاد“	۲۷۰
۱۳۸	محسوسات	۲۵۵	۱۴۸	”سید محمود“	۲۷۲
۱۳۹	روئے ادھم	۲۵۶	۱۴۹	”جواہر لال“	۲۷۳
۱۴۰	تجدیدِ بغاوت	۲۵۷	۱۵۰	”عبدالغفار خاں“	۲۷۵
۱۴۱	عرفان	۲۵۸		یادِ رفتگاں	
۱۴۲	روح کا سوال	۲۵۹	۱۵۱	محمد علی	۲۷۷
	نغمہ سنجانِ چمن		۱۵۲	عبدالقادر گرامی	۲۷۸
۱۴۳	”مصطفیٰ کمال“	۲۶۳	۱۵۳	موتی لال	۲۸۰
۱۴۴	کمالیت	۲۶۴	۱۵۴	تصدق احمد خاں	۲۸۳



شماره	عنوان	صفحہ	شماره	عنوان	صفحہ
۱۵۵	صادق	۲۸۶	۱۵۷	غزلیات	۲۸۹
۱۵۶	شکرستیا	۳۸۷	۱۵۸	(گیارہواں باب)	۳۸۸
۱۵۷	(بارہواں باب)	۳۸۸	۱۵۹	غزلیات	۳۸۹
۱۵۸	ساقی سے خطاب	۳۸۹	۱۶۰	ضمیمہ	۳۹۰
۱۵۹	روح بآئینہ	۳۹۰	۱۶۱		





# مقدمہ

از

بلبل بہند محترمہ مسرور جہنی نائیڈو



# مقدمہ

(از بلیک ہند محترمہ سبیر سرجنی نائیڈ و مدظلہا)

میرے نوجوان دوست ساغر نظامی نے درخواست فرمائی ہے کہ میں اُن کے مجموعہ نظم موسومہ ”باد کا مشرق“ کے متعلق چند سطور بطور مقدمہ تحریر کروں۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں مسرت کے ساتھ اُن کی موجودہ کامیابی اور بیش ازیں انکی شاعرانہ قابلیتوں کے امید افزا مستقبل پر اظہار تحسین کرتی ہوں۔ نزاکت خیال اور سبقتی کی روانی کے فی فتنہ اچھوتے محاسن سے قطع نظر ”ساغر کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی نظموں کے لئے ہندوستانی زندگی ہندوستانی تجربات اور ہندوستانی جذبات کے عام عنوانات کو

منتخب کرتا ہے اور اُن کی ادائیگی کیلئے ایسے سلیس اور دلکش الفاظ استعمال کرتا ہے جو عوام الناس کی روزمرہ بول چال سے بیشتر مشابہت رکھتے ہیں۔ اُس کا تخیل تمام ترمند و ستانی مناظر اور مہند و ستانی روایات سے ماخوذ ہوتا ہے اور نظموں کے اوزان نے مہند و ستان کے قدیم دیسی گیتوں کے اوزان کو ایک دل خوش کُن انداز میں اپنے اندر قبول کر لیا ہے۔

ساغر نے زمانہ حال کی اردو شاعری میں زبان کی نرم اور دلنہیب شیرینی پیدا کر دی ہے جس میں ہندی الفاظ بے ساختگی کے ساتھ بغیر کسی تصنع کے، فارسی منظومات کی مشکل تر مقررہ بندشوں میں گھل مل جاتے ہیں زندگی کی جانب ساغر شباب سے سرشار ہو کر قدم بڑھاتا ہے، اور زندگی کے متعلق اس کا تمام طرزِ عمل شباب کی رنگینیوں میں ڈوبا ہوا ہے، یہ ”شباب“ تاریخ، رومانیت، امید اور آزادی وطن

کے جذبات سے مملو ہے۔

ساغر کارِ ریشہ ریشہ ہندوستانی ہے۔ اس کی شاعری مادرِ وطن  
سے ماخوذ ہے اور مادرِ وطن ہی سے اس کا انتساب ہے۔

۱۹۳۵ء  
دہلی اپریل

سروجنی نائیڈو

---









رہے  
پے



# دیباجہ

از مضمونِ فطرتِ سیدی مولائی حضرت خواجہ نظامی بلوچی <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup>

یوسف زئی افغان - صمد یار خان نام - ساغر تخلص ۱۹۳۵ء میں  
عمر ۳ سال - علی گڑھ کی پیدائش - سیما صاحب اکبر آبادی کے  
شاگرد - میانہ قد - گندمی نمکین رنگ - آنکھیں رسیلی - روشن - اور قد  
کے غیبی جام سے مخمور - چہرہ کتابی - آواز ہر قسم کے قدیم و جدید باجوں کو شرماتے  
والی نہایت سُریلی ، بلند اور سامعہ نواز -

نوسال کی عمر سے شعر کہنے کا ذوق ہوا - بارہ تیرہ سال کی عمر میں شعر  
کہنے لگے - اٹھارہ برس کی عمر میں میرے ہاتھ پر میرے مکان علی تمیل میں مرید  
ہوئے اور اسی وقت سے ساغر نظامی نام مشہور ہوا -

ہندوستان کا کوئی شہر اور کوئی آبادی ایسی نہیں ہے جہاں کے ادبی ذوق رکھنے والوں نے ان کا کلام ان کی زبان سے نہ سنا ہو۔ اور یہ تماشہ نہ دیکھا ہو کہ بزم غزل خوانی میں ساغر کے سوا کسی دوسرے شاعر کے پڑھنے کی دوبارہ آرزو کی گئی ہو۔ بڑے بڑے تاریخی مشاعروں اور ادبی جلسوں میں ان کے اشعار اسی طرح ہر موافق و مخالف پر قبضہ کر لیتے ہیں جس طرح ہر مٹلر نے جرمنی قوم کے سیاسی دماغوں پر یکایک نمودار ہو کر قبضہ کر لیا۔ ساغر کی موجودہ صورت بھی ہر مٹلر کی تصویر سے بہت مشابہ ہے۔

ساغر کے کلام میں شاعری ہوتی ہے۔ فلسفہ ہوتا ہے۔ تصوف ہوتا ہے اور روزمرہ کی زندگی کے نطائے ہوتے ہیں۔ ان کے اشعار میں پُر شوکت الفاظ اور پُر کیف بندشیں اور جدت آمیز پیرایہ بیان ہوتا ہے۔ ان کا کلام شاعری کے سب ہتھیاروں سے مسلح معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے میں ان کو شاعری کا ہر مٹلر کہتا ہوں۔

ان کے کلام کا مجموعہ شائع ہو رہا ہے، اور مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ مشرقی علوم کے مرنی نواب سالار جنگ بہادر سابق وزیر اعظم سلطنت آصفیہ نے اس مجموعہ کی تکمیل کیلئے اپنی خاندانی علوم و نازی سے کام لیا ہے۔

ساغر میرے معنوی فرزند ہیں اگر جانب داری اور رعایت کے الزام کا خیال نہ ہوتا تو میں اس سے بھی زیادہ الفاظ میں ساغر کے کلام کا تعارف کرتا۔ پھر بھی میں یہ لکھنا اظہارِ صداقت سمجھتا ہوں کہ ساغر افغان قوم کی علمی حیات کا ایک مجسم ثبوت ہیں۔ اور ان کے کلام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسلمان قوم کے لئے موجودہ دور زوال میں سرسایہ فخر و مہابا ت ہیں اور انکی شاعری اُن کے اُستاد کے حسن تربیت اور ان کی قوم کی قدرتی صلاحیت شاعری کو ظاہر کرنے والی ہے۔ میں اُردو زبان کے موجودہ دور کے لئے ساغر صاحب کو ایک ہیرو تصور کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ وہ اُردو زبان کے سب شعراء سے زیادہ جدید ادبی ذخیرہ کے فروغ دینے والے ثابت ہونگے۔



ان کے پڑھنے کا طریقہ بھی بہت موثر ہے جس میں ان کی خوش الحانی بھی ان کی مدد کرتی ہے اوسبچے، بوڑھے، جوان عورت مزدنسب محوز ہو جاتے ہیں۔  
 آج وہ میرے گھر میں آئے تو میرے اہل و عیال نے پس پردہ ان کا کلام سنا۔ اس وقت میری بڑی لڑکی خود بانو نے کہا کہ نو سال ہوئے جب میں نے آپ کی فلاں غزل سنی تھی۔ اگر یاد ہو تو اُس کو بکر سنا دیجئے۔  
 اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ ان کا کلام دل نشین، ذہن نشین اور حافظہ نشین کلام ہوتا ہے۔ اور وہ مسلمان قوم کیلئے سر محمد اقبال کی طرح فخر پیدا کرنے والے شاعر ہیں۔ اور میں ان اصحاب کو صحیح ذوق رکھنے والا خیال کروں گا

جو ساغر کے مجموعہ کلام بادل و مشرق کو اپنے پاس رکھیں گے اور دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں گے۔  
 خصوصاً نظامیہ سلسلہ کے متوسلین سے تو مجھے یہ توقع کرنے کا حق ہے

کہ وہ اپنے برادرِ سلسلہ کے مجموعہٴ کلام بادۂ مشرق کو اپنے پاس رکھیں،  
اور دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ اور اس کی تبلیغ و اشاعت  
کو اپنے سلسلہٴ نظامیہ کی اخوت کا ایک فرض سمجھیں۔

میری دعا ہے کہ ساغرِ نظامی کا مجموعہٴ کلام اپنے اثر اور اپنی صلاحیت  
اور اپنے قدرتی کیفیت سے تمام مہندستان کی اقوام کو فیض یاب کرے  
اور وہ اس سے زیادہ اُردو و علمِ ادب کی خدمت کر سکیں اور اپنے ملک کا  
نام روشن کریں۔ آمین۔

مخلص دعاگو  
حسین نظامی

۲۴ مئی ۱۹۳۵ء

# دیسپاچہ

(از قبلہ محترمی حضرت الاستاذی علامہ سیاب کبر آبادی نجلہ العالی)

سُکُت! مجھے تیرے روحانی منصب کا ادراک اور تیرے مادی مہلک  
کاعرفان ہے تو اُن فوجانوں میں سے ہے جنہیں فطرت ”شاعر“ بنا کر ممالک و  
اقوام کی رہنمائی کے لئے دنیا میں بھیجتی ہے۔ اور جو ایک دن ”مصلح“ کے قابل  
رشد خطاب سے فائز ہوتے ہیں، تو حُاس ہے، تیرا ذہن بیدار، اور  
تیرا کیریکٹر معصوم و سعادت مند ہے۔ تیری نظر وسیع اور تیری نگاہ حقیقت  
شناس ہے۔ تو انسان کی روح کو تسکین کا پیغام دیتا ہے اور تیری رُوح  
براہِ راست کو ٹروٹنیم سے کیفیت یاب رہتی ہے۔“

اے درلقائے ذات تو کیفِ مئے سخن

باقی نماز ہر کہ نہ خواہد بھٹائے تو

آج ذہن سائے ساغر ہے    مطلع آفتابِ میحانہ  
 مست الفاظ کی جوانی سے    پھوٹ نکلا شبابِ میحانہ  
 پانی پانی ہے چشمہ کوثر    دیکھ کر آبِ و تابِ میحانہ  
 اے نسیمِ کلامِ اے ساغر    ساتی لا جوابِ میحانہ  
 تو ہے معنیِ سخنِ تجھ پر  
 ہوئی نازل کتابِ میحانہ

سیماب کبر آبادی

# دیباچہ

از امام ادب حضرت مولانا مولوی عبدالحق صاحب  
بی۔ اے (علیگ)

(سکریٹری انجمن ترقی اردو حیدرآباد دکن)

اس کتاب کا سرورق دیکھتے ہی شاعر کے حُسن ذوق اور سلیقے کی داد  
دینی پڑتی ہے۔ اس مطلع کے بعد حُسنِ مطلع یعنی دوسرا سرورق ہے جو دوسری  
جمالی کیفیت رکھتا ہے۔ ان دونوں کے بعد تیسرا مطلع ہے جس کا بادُ مشرق  
کی نازک کرنیں چاروں طرف پھیل رہی ہیں۔ یہ تینوں اپنی سادگی اور  
حُسن میں لاجواب ہیں۔ اور یہ حضرت ساغر کے کلام کا حقیقی دیباچہ ہیں

ان کے بعد کسی تعارف، دیباچے، یا مقدمہ کی مطلق ضرورت نہیں۔ کتاب کی طباعت اور لکھائی اور خوشنمائی میں جو خاص اہتمام کیا گیا ہے وہ نہایت قابلِ تعریف ہے۔ یہ ہے اس کا ظاہر لیکن اس کا باطن بھی اس سے کچھ کم نہیں۔

ساغر اردو کے جدید شعراء میں سے ہیں جن پر اردو شاعری کے جدید تغیر کا اثر نمایاں ہے اور جو اپنا اثر دوسروں پر ڈال رہے ہیں اس وقت ہندوستان جس کشمکش میں ہے وہ ان کے کلام سے صاف ظاہر ہے یہ وطنیت اور آزادی کے دلدادہ ہیں۔ ہندوستان کو اپنا وطن سمجھتے ہیں اور اپنے پر لطف نعموں اور پر جوش نظموں سے اپنے اہل وطن کو ہر قسم کی قربانی کرنے اور آزادی حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان کا کلام فرقہ بندی کے لوٹ سے بالکل پاک ہے وہ مذہب و ملت کا مطلق فرق نہیں کرتے۔ ہندوستان اُن کا وطن ہے اور اہل ہند ان کے مہم وطن

ہیں۔ اس کے ثبوت کے لئے ان کے اشعار نقل کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کی ہر نظم ان خیالات سے معمور ہے۔ ان کی نظموں کے عنوان ہی ان کے مضمون کو ظاہر کر رہے ہیں۔ مثلاً وطنیت - نعمۃ وطنیت - آزادی - ہندوستان - قومی گیت - مہینائے اقوام - آشوب عصر - فرقہ پرست - اعلان آزادی - نیا بچاری وغیرہ وغیرہ۔ یہ کچھ عنوانوں ہی پر منحصر نہیں بلکہ جہاں کہیں موقع ملتا ہے وہ اپنی وطن پرستی کے اظہار سے نہیں چوکتے۔ فرقہ پرستی سے انہیں نفرت ہے۔ فرقہ پرست کی شان میں سب کچھ کہنے کے بعد آخری بند میں جوش و اظہار غم و غصہ کو دیکھئے۔

مگر کیا ایسی ہی حریت کو روک سکتی ہے؟  
 برائی نیکیوں کے قافلے کو ٹوک سکتی ہے؟  
 کہیں انوارِ ظلمت کا غلبہ ہو بھی سکتا ہے؟  
 کہیں آواز پر رحبت کا حملہ ہو بھی سکتا ہے؟  
 کبھی اخلاق پر اعمالِ مہینے فتح پائی ہے؟  
 کبھی نیرِ اذیت پر شیطنت بھی غالب آئی ہے؟  
 کبھی ساغرِ صداقت کا کسی تہمت نے توڑا ہے؟  
 حقیقت پر کبھی باطل نے اپنا نقش چھوڑا ہے؟

بھرونکارنگ تصویرِ وطن میں رُوحِ پیغمبر کا توپانی ہو کرہ جائیگا خون اس ننگِ عالم کا  
 لیکن ساغر کی شاعری میں تک محدود نہیں۔ اُس نے فطرت کے مناظر  
 قدرت کے جلوے۔ جذبات کی کیفیتیں۔ نغمہ و سرود کی سحر آفرینیاں مختلف  
 اور متعدد نظموں میں خاص کیفیت سے بیان کی ہیں۔ اُن کے کلام کی بہت  
 بڑی خصوصیت اس کا ترنم اور موسیقیت ہے۔ یہ بات شاید اس وقت  
 کے کسی دوسرے شاعر کو نصیب نہیں۔ دوسری بات بحروں کا تنوع ہے  
 جس سے شاعر کا حسن انتخاب اور اس کے ذوق موسیقیت کا پتہ ملتا  
 ہے۔ یہ فارسی کی جدید شاعری کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ ترنم اور بحروں کی  
 جدت یہ دو چیزیں ایسی ہیں جو خاص کر ساغر نے جدید فارسی شاعری سے  
 حاصل کی ہیں۔ اور انہیں خوب نبھایا ہے۔ ساغر کی بعض نظمیں ایسی ہیں کہ  
 انہیں پڑھ کر اور فاصکران سے سُن کر (جس میں خوش گلوئی۔ جوش۔ باطنی  
 کیفیت سب کچھ ہوتا ہے) آدمی محو ہو جاتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ جگہ جگہ



سے کچھ اشعار انتخاب کر کے لکھوں لیکن طوالت کے ڈر سے اور کچھ اس  
 اندیشے سے کہ مسلسل نظموں میں سے چند اشعار انتخاب کرنا بعض اوقات  
 اصل نظم کا خون کرنا ہوتا ہے اس خیال کو ترک کرتا ہوں۔ البتہ کتاب  
 کے ناظرین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ اسے پڑھکر ضرور محفوظ ہونگے۔

عَبْدُ الْحَقِّ









# دیب

زعیم قوم پر عالی جناب اکسپریڈیمو ایم۔ اے۔ پی۔ اینج ڈی

بار ایٹ لائیڈز الہی

آغز کے کلام نے گزشتہ چند برسوں میں اچھی خاصی شہرت  
حاصل کر لی ہے۔ گو ابھی اپنے استحقاق کے مطابق اس کو بہت کچھ  
شہرت حاصل کرنا ہے۔

یہ نوجوان شاعر اردو شاعری اور اردو انشا پردازی میں بہت سی  
جذباتوں کا موجد ہے۔ اس کی شاعری روحانیت، نازک خیالی، تخیلِ فلسفیانہ  
رفت، شباب، زندگی، جذباتِ محبت اور خاص کر جذباتِ حب الوطنی  
سے پُر ہے۔ وہ جن کا پرستار ہے۔ اور ذی روح و غیر ذی روح میں

جہاں بھی حُسن کا جلوہ دیکھتا ہے اس کے کیف سے سرشار ہو جاتا ہے۔  
یہاں تک کہ وہ حُسن ہی میں حقیقت کا سراغ پا کر ستانہ وار نعمت سرا  
بھی ہو جاتا ہے۔

شیشے کی طرح وہ رسم و رواج کی پابندی سے گھبراتا ہے اور انکی  
مضبوط زنجیروں کو توڑ کر پھینک دینا چاہتا ہے۔ اس کا پیغام دُنیا  
کے لئے پُر امید زندگی اور عالمگیر محبت ہے۔ وہ اُن حجابات کو اُلٹ  
دینا چاہتا ہے جو خود انسان نے مختلف ناموں سے زندگی کے رُخ  
پر منڈھ دیے ہیں۔

آزادی وطن کا جذبہ اس کی رگ و پے میں سرایت کر گیا ہے  
اور وہ لارڈ یا ٹرن کی طرح ایک غلام ملک کا باشندہ ہونے کے  
بجائے موت کو ترجیح دیتا ہے۔ وہ خود آریہ نسل سے تعلق رکھتا ہے  
اور آریہ تہذیب کا دلدادہ ہے۔ ہندو مائی تھا لوجی میں اس کے تخیل کو

کھیلنے کا اچھا موقع ملتا ہے۔ وہ ہندوستان میں اکبر و شاہجہاں کی ایک حد تک کامیاب کوششوں کو پورے طور پر کامیاب دیکھنا چاہتا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہونے کے وہ بے چین ہے کہ اس کے ہم مذہب اپنے کچھ عظیم الشان کارناموں کو بھول نہ جائیں اور اسلام جو دنیا کو غلامی سے آزاد کرانا اپنا فرض سمجھتا تھا کہیں اس کے پیرو خود غلامی کے دلدادہ نہ بن جائیں۔ اس لئے وہ ان کو جھنجھوڑتے ہوئے بیدار کرنے اور ابھارنے کی کوشش کرتا ہے۔

وہ یاس و مایوسی کو اپنے پاس آنے نہیں دیتا، بلکہ اس کا دل امیدوں کا گہوارہ ہے اور وہ مستقبل کا قائل ہے۔ اس کا تخیل ہندوستان کو مستقبل میں دیکھتا ہے اور ہندوستان کے جو نقش و نگار وہ پردہ تصور پر مرتسم دیکھتا ہے اس کے نظارہ سے اس کا دل کنول کے پھول کی طرح کھل جاتا ہے۔ اور وہ دیوانہ



بادۂ عشق وطن کے ساغر جھوم جھوم کر پتیا اور پلاتا ہے۔  
ہمارے نوجوان شاعر ساغر نے ”جنا“ پر جو نظم کہی ہے اُس کا ایک  
یہ مصرع کہ ع۔

”کرشن کی مینی کا ایک بتا ہوا نغمہ ہے تو“

وہ کیف بید کرتا ہے کہ اگر شاہجہاں زندہ ہوتا تو شاعر کو سیم وزریں  
تول دیتا۔

مجھے امید ہے کہ ملک بآئٹل مشرق کو نہ صرف قدر کی  
نگاہوں سے دیکھے گا بلکہ اس کے کیف سے مسرور و سرشار  
ہوگا +

محمد  
سید





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



# دوست

”دوشینہ شکستیم یک توبہ دو صد جام  
امروز بہ یک جام دو صد توبہ شکستیم“

تعمیر کا تخیل ایک نقطے کی صورت میں پیدا ہوتا ہے مگر عملی دنیا میں وسیع ہو کر  
یہی نقطہ کائنات بن جاتا ہے۔ پھر اس کائنات کے ہزاروں گوشے ہوتے ہیں اور ہر  
گوشہ بجائے خود ایک کائنات، یہی ہوا جس وقت بادۂ مشرق کا تعمیری کام شروع  
کیا گیا اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چند ماہ میں متصورہ کتاب مکمل ہو کر اہل ذوق  
تک پہنچ جائیگی لیکن جب اس کُل کی جزئیات سے واسطہ پڑا تو اندازہ ہوا کہ ع  
ہر قدم دوری منزل ہے نمایاں مجھ سے

سب سے پہلی منزل ترتیب و تدوین کی منزل تھی، اور یہی منزل سخت ترین منزل تھی۔ ترتیب و تدوین تو سیپیوں اور گھونگوں کی بھی ممکن ہے ان سے بھی ایک سراب آسا قصرِ گوہر بنی تعمیر کیا جاسکتا ہے مگر اس کو حقیقی طور پر موتیوں کا محل کو بجو کہا جاسکتا ہے یعنی ہم جیسے حیرت زدگانِ شوق کے لئے جو ذراتِ راہ کی تابش پر پڑنا دلا قربان ہونے کی ہوس رکھتے ہیں حقیقی روشنی کو پالینا بہت مشکل امر ہے۔

نقد و نظر کی نفسیات ہیں کہ نگاہ کھوٹے کھرے کو بھی نہیں بخشی۔ اس لئے حقیقی نظر شناس وہی ہے جو اپنی جنس کے پختہ و خام حصوں کو نگاہ میں رکھے اور ہر وقت صحت کی فکر کرتا رہے۔ یقیناً اہلِ مینش کے لئے یہ مقام بہت دھچپ ہو گا کہ جب گزرنے والا پڑا تو خود انتقادی کی اُس منزل سے گزنا پڑا جس کا موقع وقت اور ماحول نے کبھی نہیں دیا تھا۔ لیکن بہر حال خود انتقادی کی روح نے ماحول کی اُن تمام غلط سامانیوں کو حس و عاشاک کی طرح پھونک دیا جو سدا رہ ثابت ہو رہی تھیں۔ بالآخر میں نے سنہ ۱۹۳۷ء میں اپنے ہدیائات کو مرتب کیا اور ذوقِ ترتیب نے

تقاضہ کیا کہ انتظاماً انہیں بلکہ قدرتاً یہ مجموعہ اپنی حیثیت میں عقیدہ و خیال کے لحاظ سے پیش ہو چکنے والے مجموعوں سے میتر رہے یعنی بجائے خود ایک شاعرانہ مذہب و ایمان کا بھی حامل ہو لیکن یہ مرتب مستودہ سفرِ جمیر میں گم ہو گیا جس میں بیشتر حصہ غیر شائع شدہ تھا اور جس کی کوئی نقل محفوظ نہیں ہے۔

اداہل ۱۹۳۱ء میں ترتیب کا از سر نو کام شروع کیا گیا مگر کس کو معلوم تھا کہ دل اگر پہلوئیں ہے تو بازی جفا کے لئے اور روح اگر جسم خاکی کو ودیعت کی گئی ہے تو مشقِ ناز کی خاطر یعنی چند در چند ارضی و سماوی مشکلات نے آغاز کو انجام سے ہٹکار نہ ہونے دیا۔ لیکن تابہ کے کامیابی بھی ختم ہونے کے لئے ہے اور محرومی بھی آخر کار ۳۱-۳۲-۳۳ میں نئی بنیادوں پر جو عمارت تیار کی گئی آج ۱۹۳۵ء میں وہ آپکی نگاہوں کے سامنے ہے۔

اس تعمیر میں جس قدر غن صرت ہوا ہے اس کا اظہار تنگ ظرفی ہے اور جس قدر ہمت سے کام لیا گیا اس کا بیان پستی بیان کے مترادف ہے۔ البتہ داستانِ تعمیر



لذت اور کچھ پی سے خالی نہیں، پتھر راستے میں آئے اور غم نے اُن کو پانی کر دیا۔  
 دریا راہ میں پڑے اور ارادہ نے اُن کو پایاب کر دیا۔ آتشکدے قدم قدم پر ملے مگر سوزِ شوق  
 کی تاب نہ لاسکے۔ لیکن جہاں تک ارادوں کی سرسبزی اور عزائم کی کامیابی کا تعلق  
 ہے اس کا تمام تر سہرا اُن مشاہیر اور قائدین ہند کے سر ہے جنکی دور بینی نے خاکستر میں  
 دبی ہوئی چنگاری محسوس کی اور ہر قسم کی اعانت و جھردی سے میری جو صلہ افزائی  
 فرمائی۔ سب سے اول شکریہ کے مستحق

قبلہ محترم حضرت علامہ مولانا سیما بکیر آبادی طلبہ العالمی

ہیں جن کی تربیت و ہدایت اور جن کے فیوض و برکات ہی کا نتیجہ ہے کہ میں آج یہ  
 خدمت بجالا رہا ہوں۔ علامہ موصوف ہندوستان کے اُن برگزیدہ اور صاحبِ کمال  
 نفوس میں سے ہیں جن پر ہندوستان بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ یقیناً یہ علامہ موصوف  
 کی رہبری کے اثرات ہیں کہ میں اُن سے نہایت دور ہو کر ایسی ذمہ دارانہ خدمت  
 سرانجام دے رہا ہوں جس کی انجام دہی بغیر روحانی فیض و توجہ کے ممکن ہی نہ تھی۔

میں جانتا ہوں کہ حضرت علامہ کیلئے بھی یہ موقع انتہائی مسرت و بہجت کا موقع ہے کہ آپ کو میری ذات سے بہت سی توقعات ہیں جو گہرا تعلق میری ادبی جدوجہد سے رکھتی ہیں۔

اس کے بعد میں ملک کے مشہور قوم پرست قائد علی بنجاب ڈاکٹر سید محمود ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی باریٹ لال کی اُن بنیادی نوازشات کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض خیال کرتا ہوں جو اس باب میں سنگِ بنیاد کا درجہ رکھتی ہیں۔ ڈاکٹر سید محمود اخلاص قومی اور انسانی اخوت کا ایک مجتہد ہیں پکی تاحیات کیسے اختیار و قربانی ہے۔ آپ کی زندگی مطلق احسان و نیکی ہے۔

آپ کے ساتھ ہی۔ امام الہند حضرت علامہ ابوالکلام آزاد دہلوی مئی طلہ اور ڈاکٹر تارا چند ایم۔ اے۔ ایل۔ ڈی (پروفیسر لہ آباد یونیورسٹی)

کی نوازشات کا شکریہ ادا کرنا میرے لئے بمنزلہ فرض ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے حسنِ سلوک اور شرافتِ نفس کے نہایت گہرے نقوش میرے دل پر ہیں۔ بادہ کے سلسلہ میں آپ نے جس محبت و شفقت کا ثبوت دیا ہے وہ آپ کی ادب پرستی اور حسنِ اخلاق کی ایک روشن مثال ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی باوجود انتہائی مصروفیت بعض اپنی مشغولیت سے بہرہ ور فرمایا اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

بادۂ مشرق کی تکمیل جو حسنِ ظاہری کے لحاظ سے اپنے بے انتہا متعلقات رکھتا ہے مجھ جیسے شکستہ باز و شخص کے لئے کب ممکن تھی اسکی اشاعت کے لئے میرے ساتھ تمام دنیا کے ادب کو

عالی جناب میرزا ابیوسف علی خان بہادر سالار جنگ ثالث سابق وزیر اعظم  
سلطنت آصفیہ ادام اللہ قبائلہ

عالی جناب رائٹ آنریبل ڈاکٹر سرتیج بہادر سپرو (بہالقابہ)  
بلبلِ سبہ محترمہ سنسر سروس جنی نائیڈو

ڈاکٹر سید محمود ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی ہار ایٹ لا  
 عالی جناب سیٹھ محمد علی منیار رئیس ممبئی  
 عالی جناب سیٹھ حاجی یعقوب قلعہ دار رئیس اعظم ممبئی  
 عالی جناب سیٹھ عبدالقادر شیخ رئیس اعظم سورت  
 عالی جناب سیٹھ دوست محمد جانی رئیس ممبئی  
 عالی جناب سیٹھ عبدالطیب مسقطی رئیس اعظم ممبئی  
 عالی جناب سیٹھ منصوبہ اتار والا رئیس ممبئی  
 عالی جناب سیٹھ منی لال کپور واس رئیس ممبئی  
 عالی جناب سیٹھ لٹو بھائی چنی لال رئیس ممبئی  
 عالی جناب خان صاحب محمد منظر تھانوی  
 عالی جناب حاجی ضیاء الاسلام صاحب ضیاء رئیس کاندھلہ  
 عالی جناب حافظ نواب جمشید علی خان صاحب رئیس اعظم باغپت

کامنوں احسان ہونا چاہئے، کہ ان حضرات گرامی کی مخلصانہ امداد و اعانت کی بنا پر شعروادب کی ایک کتاب اتنی عظیم تعداد میں شائع ہو رہی ہے۔

یہ تمام اعجاز عالی جناب امیر الامراء نواب میر یوسف علی خان بہادر سالار جنگ ثالث کے لطف فراواں کا ہے۔ جو آج ہندوستان میں فنون لطیفہ اور ادب اُردو کے سب سے بڑے سرپرست ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ علوم پرستی و فنون پروری کا ذوق آپ کو اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملا ہے آپ نے ادب اُردو کی سرپرستی جس فراخ حوصلگی و اخلاص کے ساتھ فرمائی ہے وہ آپ کو ادب پروری کے آسمان پر مہر نیم روز کی طرح تابان و روشن رکھ گی۔

جس کسی نے اس امیر محترم کو دیکھا ہے اور اس کی اُن آنکھوں کو بھی جن میں اسلام کی روح شرافت اور جلالِ ماضی کی بجلیاں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں وہ آسانی اندازہ لگا سکتا ہے کہ سلیم الطبعی، فیاضی، سیرچشی، دیبا دلی، شرافت، شریف پروری، گرم گسری عالی ہمتی اور قدردانی کمال کے مخصوص جذبے سے بہت قدیم اور گہرا تعلق نواب سالار جنگ ثالث

ثالث کی ذات والا صفات کو ہے آپ کے اطوار و اعمال میں وہی بلندی و رفعت اور  
شرقی شان پائی جاتی ہے جو اختلاف کا طرہ امتیاز تھی اور گو آپ کی زندگی میں مغربیت  
کے احسن عناصر شامل ہیں لیکن آپ کی روح خالص طور پر مشرقی ہے۔

بہر حال مجھے مسرت و فخر ہے کہ ایک ایسی جامع محترم اور صاحب ذوق ہستی سے  
میں اپنی کتاب کو منتب کر رہا ہوں اور غالباً میرے لئے اس سے زیادہ نمایاں و بہتر ذریعہ  
انظارِ تشکر کا ممکن نہ تھا۔

ہندوستان میں بہت کم شخصیتیں ایسی ہیں جن کو ظاہری و باطنی دونوں حیثیتوں  
سے سچا ہندوستانی کہا جاسکے لیکن ڈاکٹر ترجیب بہادر سپرو (بہ القاب) مذہب، فرقہ پرستی  
اور سیاسی مصالح سے آزاد و بلند ہو کر ایک سچے ہندوستانی ہیں ان کا دل ہر قوم کیلئے  
کھلا ہوا ہے وہ آج ہندوستان کی متحدہ تہذیب و روایات کی بزمِ قدیم میں آجری شمع  
ہیں اور ان کی ذات اسلاف کی ادبی و علمی، اخلاقی و مجلسی جامعیت کی روشن مثال ہے

ادبیاتِ اردو پر

## آنریبل ڈاکٹر سرتیج بہادر سپرو (بالقالبہ)

کے جس قدر احسانات ہیں ان کو تاریخِ ادب کبھی ضائع نہیں کر سکتی یادِ مشرق کے  
آغازِ کار کا سہرا بھی آپ ہی کے سر ہے۔ یقیناً تقدیم اور امتیاز نے آپ کو اس باب میں  
بہت ممتاز اور بلند کر دیا ہے، میں کہاں سے زبانِ لاؤں کہ آپ کی نوازشاتِ کریمانہ

کا شکریہ ادا کروں۔ ع

کس منہ سے شکر کیجئے اس لطفِ خاص کا

بلبل ہند منسروجنی نامیڈوجو عالمگیر شاعرانہ ادبیانہ شہرت کی مالک ہیں  
اپنے حسنِ اخلاق کے لحاظ سے بھی ہندوستان کی اُن چند خواتین میں سے کہی جاسکتی  
ہیں جن کا معصوم اور شیریں دل انسانیت کے پاکیزہ جذبات سے لبریز ہے ان کی  
تخمیر محبت، خلوص، احسان فرمائی، پرستشِ فن، اور تبسم و ترنم کے اجزا و عناصر

سے ہوئی ہے یاد کا کے سلسلے میں آپ نے جو مفہما نہ سہی فرمائی اس کو بھولنا  
 شرافت کے مذہب میں جرم بھی ہے اور کفر بھی، میری طرح اُردو دنیا کے ادب کو  
 بھی اس محترم شخصیت کا احسان مند ہونا چاہئے جو حقیقی طور پر ہندو مسلم اتحاد کا  
 ایک ملیح و حسین پرچم ہے اور جو ابداً آباد تک آزادی ہند کی مضبوط چٹانوں پر  
 قائم ہو کر لہراتا رہے گا۔

مقدس سروجی کی روح اپنے ہم فن، اور ہم مذاق افراد کے لئے بغیر فرقہ و مذہب  
 کے خیال کے محبت و رافت کے کیف سے یکساں طور پر سرشار ہے۔ ان کی ترکیبیں  
 قومی یا فنی عصبیت کا ایک شمع بھی نہیں، موجودہ زمانہ میں وہ محبت اور انسانیت  
 کی حقیقی دیوی ہیں "باکھل مشرق" کی اشاعت میں انہوں نے اس طرح دلچسپی  
 لی ہے گویا انہی کی کتاب ہے۔ اس خلوص کے ہموزن اگر مجھے شکریہ کے لئے الفاظ  
 دستیاب ہو سکتے تو میں سروجی دیوی کا شکریہ ادا کرنے میں ہرگز تکلف نہ کرتا۔



ضیاء الدین احمد برنی بی۔ اے (علیگ) اور سیٹھ محمد علی منیار کا شکریہ ادا کرنا  
 گویا اپنا شکریہ ادا کرنا ہے۔ لیکن جذبہ اظہار و اعتراف کی رسمی ضرورتوں کو کیا کہجئے  
 کہ وہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے جس کو نفسیاتی نقطہ نگاہ سے بلند نہیں کہا جاسکتا۔ ناقدین  
 کرام کی رائے میں بارہ محبت کے راگوں اور آزادی کے نعمات کا ایک ساز ہے  
 تو کیونکر ممکن تھا کہ عجم علی جس کا دل محبت اور آزادی کے جذبات سے مملو ہے  
 اس کے لئے دل سے کوشش نہ کرتا، محبت اور عمل کے جذبے سے سرشار ہو کر  
 جو کچھ سچی انہوں نے فرمائی اسکے اثر سے میری روح متاثر ہے۔

آخر میں میں اُن تمام اکابرین ملک کا ایک مرتبہ پھر شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں  
 نے اس خالص علمی و ادبی خدمت کے سلسلے میں فخر و عظمت کے طور پر میری امداد و فراہم  
 اپنی ادب پرستی کا ثبوت دیا، میں یکساں طور پر سب کی طرف سے ایک نہ فراموش  
 ہونے والی کیفیتِ اعتراف اپنے دل میں پاتا ہوں جو میرے جذبہ تشکر کو ہمیشہ  
 جوان رکھیگی۔

ملک کے ذمہ دار و سربراہ آوردہ بزرگوں نے مجھ ناچیز کے لئے جو کچھ اظہارِ خیال فرمایا اور عزت و احترام کے جو تاج ہائے با عظمت عطا فرمائے میں اُن کا قبول نہ کرنا کفرانِ نعمت خیال کرتا ہوں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ میں اس درجہ عزت افزائی کا حقدار نہیں ہوں اور ہرگز اس قدر عظیم باریں اٹھا سکتا۔ کاش وہ وقت آئے کہ یہ قلت جو بارگاہِ ادب سے مجھے عطا ہوئے ہیں میرے پیکرِ ناموزوں پرچیت ہو جائیں۔

بادِ کاشمیر جی کی نذر میں ہندوستان اور اس کے ساکنانِ غیور کی طرف سے بنی نوع انسان کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کر رہا ہوں میری رُوح کی ایک بے تابانہ چیخ ہے ان اوراق میں جو آواز انسانوں تک پہنچائی جا رہی ہے وہ شاعر کے محفوظ گیتوں میں سے ایک نامکمل گیت ہے نہ یہ کسی شاعرانہ دعوے کی دلیل ہے نہ کسی ادیبانہ زعم کی مناسبت یہ ایک بے چین دل اور مضطرب رُوح کی بے تابانہ تڑپ اور عادی فکر و دماغ کی ایک نامکمل فکر ہے کہ شاید اسی طرح رُوح و دل کو شائستگی حاصل ہو جائے کہ شعر کا ماہل نہ شہرت ہے نہ دولت بلکہ ایک ایسا ارتقا

جو انسان کو سچائی، پریم، حقیقت اور پرکھت زندگی سے قریب کر دینے کے بعد  
قدرت کے اُس شانتی بھون کا راستہ بتا دے جہاں شاعر کے لئے دوائے سکون  
متیا کر دی گئی ہے۔

آخر میں میں اپنے عزیزان گرامی محمد احد یار خاں و اسد یار خاں اعظم ناظم  
ساعز پرپس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے بادۂ مشرق کی تکمیل میں  
اس محنت کا ثبوت دیا جس کا میں بطور خاص ان سے متمنی تھا اور اس محبت کا بھی ثبوت  
دیا جو حقیقی بھائیوں کو مجھ جیسے ناکارہ شخص کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔

ایک سال میں بادۂ مشرق کی تیاری اور اس حُسن و جمال کے ساتھ محض  
ان کے جوان ہاتھوں اور صنّاع مزاج اور ساعز پرپس کے محنتی عمل کی شب و  
روز کی محنت کا نتیجہ ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کو اس سے زیادہ سعید و محنتی  
بنائے اور وہ اپنے ملک و قوم کی خدمت کرنے میں میری امداد فرمائیں۔

اس سلسلے میں بڑی حق تلفی ہوگی اگر میں اپنی امریکن دوست منسٹر ہیمپٹون ہینڈلے

اور مسٹر عبد السمیع کا شکریہ ادا نہیں کروں گا۔

مسٹر میٹھرون ہینڈلے (اشنگٹن) امریکہ کی معزز شہری اور شہر آرٹسٹ ہیں۔ آپ کو مشرقی فنون لطیفہ سے بہت گہری دلچسپی ہے۔ دنیا کے دوسرے مشہور اور تاریخی ممالک کے علاوہ محض ہندوستان کا سفر تین مرتبہ کر چکی ہیں۔ انہوں نے میراجو چار کول ایکج بنایا وہ تمام ملک سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔

میرے دوست مسٹر عبد السمیع ہندوستان کے مشہور آرٹسٹ ہیں اور آپ نے بادشاہ مشرق کے پس ائے منظر جس توجہ اور کمال فن کے ساتھ بنائے اس کی داد اہل فن دیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

بادشاہ مشرق کا سرورق سمیع کے کمال مصوری کا آئینہ ہے آرتین کلچر اور ”ترغیب“ کے مفہوم کو جس حُسن و کمال کے ساتھ نقش کیا گیا، وہ سمیع کی جودت کمال کو نمایاں کر رہا ہے۔

مجلت رقم سید عین الحسن جری نے جس "توجہ" اور دلچسپی سے بادۂ مشرق کی کتابت فرمائی اُس کے لئے اراکین ادبی مرکز دلی طور پر ان کے شکر گزار ہیں۔

## بانہ مشرق حصہ دوم

یہ اُس کتاب کا پہلا حصہ ہے جس کی اشاعت ایک ہزار (۱۰۰۰) صفحات پر متصور تھی، لیکن انتظامات کی بلندی و نقاست، حجم کی زیادتی اور نامؤدنی کے خیال سے بادۂ مشرق کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ہر چند کہ کتاب کی موجودہ ضخامت بھی میرے خیال سے گوارا نہیں بہر حال حصہ اول کے اولین اعلیٰ ایڈیشن کو پانچ ہزار کی تعداد میں شائع کیا جا رہا ہے۔

بادۂ مشرق کی اشاعت کے بعد ادبی مرکز کے اراکین نے دوسرے حصہ کی تیاری شروع کر دی ہے اور جاہد تر اُس کو شائع کرنے کی کوشش

کی جارہی ہے۔

دوسرا حصہ تقریباً چار سو (۴۰۰) صفحات پر مشتمل ہوگا۔

ادبی مرکز

ساغر نظامی

یکم اگست ۱۹۳۵ء









این مشرق

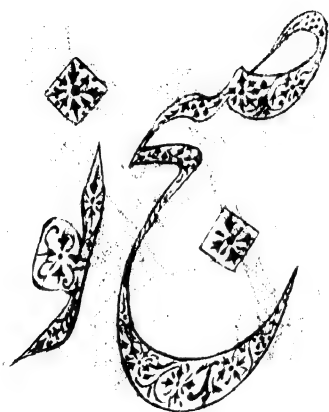






حصہ اول  
ابتداء سے ۱۹۳۳ء تک  
پہلا باب







پہلا باب







# آفتاب

عشق کو دل سے تعلق دل کو سوزِ غم سے ربط فطرتِ مے نوش کو آئینِ کیف و کم سے ربط  
ہے ازل نیستی کو ہستی آدم سے ربط اور شعاعِ آفتابِ صبح کو شبنم سے ربط

آہ کیا شے ہے یہ فطرت کے ”تعلق“ کا نظام

سب سے عکس میں کیا روز و شب کیا صبح و شام

ماتنوں گلستاں میں پُل جھنٹے دکھیکر      کونلوں کو باغ میں سرائپا دھنٹے دکھیکر  
 اوپر پہیوں کو غم سوزاں سے جھنٹے دکھیکر      کوہساروں کو حدیثِ عشق سننے دکھیکر

صُبحِ دم سینہ فلک کا درد سے شق ہو گیا

فرطِ حیرت سے مہِ انور کا مُنہ فاق ہو گیا

بربطِ نوریں پھیر دے گئی گاتا ہوا      ساز سے کرنوں کے روشن اکساتا ہوا

اپنی موسیقی سے دنیا بھر کو گاتا ہوا      زندگی کی معج ہر اک شے میں دوڑاتا ہوا

پردہ مشرق سے ساتی سحر پیدا ہوا

بانِ مشرق بدستِ دلغمہ گر پیدا ہوا

دیر میں ناقوسِ مندیں گجر بجنے لگا      میکدہ میں حلقہ زنجیرِ بجنے لگا

جنبشِ مضاربے سازِ سحر بجنے لگا      خود بخود سازِ خموش بحر و بر بجنے لگا

روحِ ہستی جاگ کر مجھِ ترنم ہو گئی

زندگی بیدار ہو کر رقص میں گم ہو گئی

لالہ سُرورِ سخن نخلِ شجرِ روشن ہو      سبزہ کا ہیدہ پر لعل و گہرِ روشن ہو  
 صحنِ کعبہ مند و دل کے بامِ درِ روشن ہو      کوہِ و صحرا دیر و کعبہ بحرِ درِ روشن ہو

آسمان روشن ہوا اور خاکِ لاں روشن ہوا

پر تو انوار سے سارا جہاں روشن ہوا

اے نقیبِ صبح اے حشرِ شبِ امواجِ نور      اے کلیدِ خستہ صبح، ساقیِ سرور  
 ہر شعاعِ گرم تیری لمعہ صدِ قلو      تیرے دم سے ہر گہمتی میں اک توجِ شعور  
 ذرہ ذرہ زندگی کے نور سے تابندہ ہو

زندگی تابندہ ہے تابندگی نرختندہ ہو

گوہرِ شبنم کے قطرے موتیوں کی یہ نکھار      یہ عروسِ صبح کے سینے پہ پیروں کی بہار  
 یہ سمندرِ یہ سیاہیاں یہ چینِ یہ کوہِ سار      یہ رقصِ ندیاں گاتے ہوئے یہ آبشار  
 سب کو تو نے روشنی دی جگمگانے کے لئے

قاسمِ انوار ہے تو اک زمانے کے لئے

جادۂ افلاک کے لئے مرکبِ نوریں کاب لے زیں کی نوجوانی آسمانوں کے شباب  
عالمِ موجود میں تیرا نہیں کوئی جواب خاک ہیں تیسے قدم کی کھکشان ماہتاب

قلبِ فطرت کا جھیم افروز انگارہ ہے تو

پھوٹ کر مرکز سے میدانوں میں آوار ہے تو

ناظرِ عالم ہے تو اک تشیں منظر ہے تو جوہرِ آئینہ ہے آئینہ جوہر ہے تو

فطرانِ نظارہ خاموش کا فوگر ہے تو دہر کی تابخِ پارینہ کا اک فتر ہے تو

تیری کرنیں ازداِ عظمت دیرین ہیں

تیرے جلوے یادگارِ عشرتِ دوشینہ ہیں

ہر کرنِ تیری ہے دنیا کو پیامِ زرننگا خمستانِ انجم و کوب کا جامِ زرننگار

خودِ کلیمِ زرننگار و خودِ کلامِ زرننگا اک خطیبِ زرننگار اور اک امامِ زرننگار

اپنا خطبہ کیف میں جن وقت فرماتا ہے تو

دہر کو سیلابِ زریں میں ڈبو جاتا ہے تو

صبح کے ہلکے دھندلکے میں پری پیکر ہو تو یا عروس صبح کا اک درفشانِ جمعہ ہے تو

یا برہمن کی جبیں کا تشقہ اُور ہے تو یا فلک کے ہاتھ میں نے کا اک سگر ہے تو

یا کسی شاعر کے دل کا داغ ہے دہکا ہوا

یا بہشتِ حُسن کا اک پھول ہے مہکا ہوا

روشنی تیری متاعِ خانہ آشفۃِ حال تیری کرنوں میں کیانوں کیلئے تاروں کی شال

اور مزدوروں کو پچلی ات سے تیرا خیال ثبت ہے منعم کے دل پر بھی تری مہرِ طلال

تو قریب و دور کے احساس سے آزاد ہے

خواجه و مزدور کے احساس سے آزاد ہے

غینگی یا سمن گل کا تبسمِ رقص میں تیری خاطر ہے جہانِ رنگ بزمِ رقص میں

ہے سمندر اور سمندر کا تلاطمِ رقص میں خاکِ لاں کا ذکر کیا ہے بزمِ انجمِ رقص میں

اک جہاں تیرے لئے شام و سحرِ آوارہ ہے

تو ہے قائم اپنے مرکز پر مگر ستیارتہ ہے



سوئے مغرب چار ہاڑنگے ساتا ہوا جیسے اک مزدور دن بھر کا تھکا ہارا ہوا

سُرخ آغوشِ شفق میں شعلہ ساں بکا ہوا جس طرح کوئی سیاہی خون میں ڈوبا ہوا

فونالانِ چین کے خون سے رنگیں ہے تو

کیا شہیدِ وطن کے خون سے رنگیں ہے تو؟

عنچہ دگل ہوں ہا او آشاں آزاد ہو بلبلیں آزاد ہوں اور گلستاں آزاد ہو

ایشیا آزاد ہو ہندوستان آزاد ہو پنجہِ ظلم و ستم سے کل جہاں آزاد ہو

ہم بھی ہوں آزاد تیری ہی شاعری کی طرح

اور دنیا میں رہیں زندہ شجاعوں کی طرح

# آزادی

مرنے والے سے پاک سے طغرائے آزادی  
 متوتیرے نورِ محض سے سیائے آزادی  
 تخیل ہے ترا مشاطہ منشائے آزادی  
 تصور ہے ترا رنگِ سُرخِ زیبائے آزادی  
 کیا تو نے مقدر اپنے پاکیزہ ارادے سے  
 پئے صبحِ ازل اک جلوہ رعنائے آزادی  
 امین جلوہ کو پھر بخشدی اک نعمتِ عالی  
 بنایا رونقِ ہستی و بزمِ آرائے آزادی  
 شرف دیکر کیا سبوتا کلِ انسانِ عظیم کو  
 مرتب جس نے آخر کر دیے اجزلے آزادی  
 پیامِ حریت جس نے سنایا سارے عالم کو  
 بنا المامِ کیسرہ نوابیرائے آزادی  
 دیا انسانیت کو درسِ سرفرازی کا  
 منظم جس نے کر دی اک نئی دنیائے آزادی  
 وہ نعمہ جو ہوا دردِ آفریں طائف کی چوٹی  
 ابھی تک روحِ مدین کی کیفیتِ افزائے آزادی  
 رہیگی تا ابد جاری ازل کی کارفرمائی  
 کمالِ شورشِ مروز ہے فردائے آزادی

ہے قائم حق و استحکام پر بنیاد انساں کی  
کبھی باطل نہ ہوگی فطرت آزاد انساں کی

وہ آزادی جو انسانوں کی عظمت کو بڑھاتی ہے  
وہ آزادی جو انسانوں کا ایک پیدائشی حق ہے  
وہ آزادی کہ ہے جو عزتِ اقوام کی ضمانت  
وہ آزادی جو ہر فرد سے کوئی بکشی ہو قدرت نے  
وہ آزادی جو بامِ کامیابی پر چڑھاتی ہے  
وہ آزادی جو ہر فرد میں اک شعل جلاتی ہے  
وہ آزادی جو ہر انسان کو پیغمبر بناتی ہے  
وہ آزادی جو بحر و بر پر طغیلاتی ہے  
وہ آزادی جو ہر فرد کو شہنشاہ بناتی ہے  
وہ آزادی جو ہر فرد کو شاہنشاہ بناتی ہے  
وہ آزادی جو ہر فرد کو شاہنشاہ بناتی ہے  
وہ آزادی جو ہر فرد کو شاہنشاہ بناتی ہے

وہ آزادی الٰہی خستہ کاموں کو بھی مل جائے  
وہ آزادی الٰہی ہم غلاموں کو بھی مل جائے

سُروں پر ہو جائے سایہ و اماں آزادی ہمارے جان آزادی ہم ہوں جان آزادی  
شہادت دے رہے ہیں دھماکے خون کے قطرے کہ ہے جہاں میں ملے نعتِ اماں آزادی  
وہ دن آئے وہ وقت آئے وہ لمحے جلد آئیں کہ سنبھلا جائے تازہ خون سے بُتانِ آزادی  
الٰہی موسمِ گل میں کچھ ایسا انقلاب آئے یکا یک باغ میں مع ایک ن اعلانِ آزادی  
ہر اک معراجِ جہنم بجائے اک سیلابِ حیات نہ اپنے روکنے سے بھی اُسے طوفانِ آزادی  
زمین آسمان تک حریت کا بول بالا ہو ہمارے ہاتھ میں ہوں نقشہٴ اسکانِ آزادی  
ہر اک ذرہ کو سجدہ گاہِ آزادی بنا دینا جمیں شوقِ ہوا و منزلِ عرفانِ آزادی  
مساواتِ اخوت ہو محبت کی حکومت ہمارا پرچمِ عظمت ہو اور رسید انِ آزادی

غریب آبادیاں زرخیز خطوں سے بدل جائیں  
غلامی کی بلائیں ”ایشیا“ کے سکرٹل چاہیں

اٹھ لے مشرق اپنے حق فطری کی حقارت کر  
 جوازِ آزادی تو لامقسم ہی اسکی حمایت کر  
 فضا پر غور کر ہر چیز کو حاصل ہے آزادی  
 بلند اپنی نظر اپنی طبیعت اپنی فطرت کر  
 ہلائے جو رو استبداد کی سنگین بنیادیں  
 غلامی کے بتوں کو گزرِ حریت سے غارت کر  
 اگر بیدار بختی کی سند لینی ہے دنیا میں  
 تساہل کو مٹا اور اندادِ خوابِ غفلت کر  
 غلامی سے رہا ہو اور آزادوں میں شرکت کر  
 غلامی سے غلامی مذهب بھی دیتا ہے تجھے تعلیم آزادی  
 اگر دعوئے مذہب ہے تو مذہب کی اطاعت کر  
 تری قربانیاں زنا رضا نے جانیں کتنیں  
 مگر پیدل بے کیف میں کیفِ شہادت کر  
 جو مستقبل میں فکرِ استہام سرخروئی ہے  
 تو اپنے خون سے رنگیں باضِ ملک ملت کر  
 قدم میں چند باقی حد منزل تک پہنچے ہیں  
 ابھی کچھ اور کوشش کر ابھی کچھ اور ہمت کر

قریب ایوانِ آزادی ہے کیوں ما یوں ہوتا ہے  
 تبسم کا میاں بی کا مجھے محسوس ہوتا ہے

# استقلال

گردشِ عالم پہ قائم ہو کر گاہِ حیات  
 لمحہ لمحہ انقلابِ تان کی تصویر ہے  
 ہر قدم پر اک نئی لغزش میں ہو پائے ثبات  
 لحظہ لحظہ اک تغیر ہے شریکِ کائنات  
 رات کو دن جذب کر لیتا ہو اپنے نور میں  
 دن کو اپنی رفعت میں چھپا لیتی ہے رات  
 ساتھ لاتا ہے تغیر اپنے نیرنگِ بے بار  
 ایک دن عیبِ چین بنی ہیں پھولوں کی صفات  
 رات کی ظلمت مٹا دیتی ہے اثرِ رنگِ شفق  
 بنی ہیں دریا پہاڑوں سے نکل کر ندیاں  
 اُڑتے ہیں پانی کے قطرے اپنے مرجع کی طرف  
 پھر مندر جو دکھاتا ہے انہیں فوجِ حیات  
 کھینچ لاتی ہے انہیں دنیا میں گرمی حیات  
 اک یہی دور و تسلسل ہے محیطِ کائنات  
 پھر فنا کی گود میں تے چھپاتے ہیں انہیں

تو نہ لے اس انقلابِ قبل سے کچھ اثر تو نہ ہوا آئینِ فطرت کا اسیرِ لغات  
جو گزرتا ہے گزرنے دے گزرجانے بھی دے تو کھڑا رہ اپنے مرکز پر بہ آہنگِ صفات  
صرف کراں گردشِ میثقت اپنے غم کی کوہِ سامانی سے حل کر عقدہ ناممکنات  
فکر و غمِ ناکامی تدبیرِ یاس و اضطراب عارضی باتیں میں یہ سب جابلِ راہِ نجات  
کس طرح ہوتا ہے انسانِ کاملِ میانِ زندگی آج میں کتنا ہوں تجھے سے ان کی ایک بات

مروین کرا بہتمام حال و استقبال کر  
ہمتِ آوان کو پابندِ استقلال کر

# وطنیت

(نگاہِ حقیقت سے)

ہے جہاں مکن رنگیں سن و سنبل کا ہے جہاں مولدِ شاد ایشیم و گل کا

ہے جہاں خواگاہ بنہ حرم نسیر      مجلسِ نثرن و سرو کا قصرِ کسیر  
 رنگ و بو کا وہ سراپنِ رغاد و جواں      شام ہے بجلی گھٹا صبحِ شگفتہ کلیاں  
 جس میں قمری کی صدا صوتِ ہزار آتی ہے      روح کرتی ہوئی تقسیم ہزار آتی ہے  
 اُسے آئینِ تکلم میں چمن کہتے ہیں

اور موتا ہے جہاں آدم ذی شاں پیدا      منظر ذاتِ خدا آئیہ یزداں پیدا  
 صورتیں خاک جس ملک کی ہوتی ہیں عیاں      مرگ و تخلیق کا موقع جنہیں ملتا ہے جہاں  
 جو ہے بازیچہٴ طفلی و گزر گاہِ شباب      ہے جہاں مہد و کھد مرکزِ بیداری و خواب  
 اور ابجد کے جہاں نقشِ قدمِ تاباں ہو      اپنے اسلاف کے راہِ علمِ تاباں ہو

اُسے قانونِ محبت میں وطن کہتے ہیں

بے نیاز اپنے چمن سے ہول گرسرِ مہمن      اور رنگِ وطنیت ہوں اگر اہلِ وطن  
 آدمی کو وطنیت کا اگر پاسن ہو      الفتِ باغ کی پھولوں میں اگر باسن ہو  
 پھول کو پھول نہ انسان کو انسان کہنے      اُسے حیوان اسے مردودِ گلستاں کہنے



فلقاً اس کا محل صحر گلیں میں نہیں      فطراً اُسکی جگہ عالم امکان میں نہیں  
ہم اُسے خطرہ تہذیبِ بدن کہتے ہیں

زنگ بوسے نہیں جب فطرتِ بنا خالی      وطنیت سے ہو پھر کیوں الِ انسان خالی  
وطنیت ہی حقیقت میں ہے جذبہ پاک      جس انسان کو ہوتا ہے وفا کا ادراک  
وطنیت یہ صد اُقت کی بھی ہر شانِ جلیل      وطنیت ہر مری اے میں ایمانِ جلیل  
کر تو لے پہلے مذاقِ وطنیت پیدا      دل میں ہو جائیگا خود نو حقیقت پیدا  
اے خورشیدِ محبت کی کرن کہتے ہیں

## نغمہ وطنیت

غیرتِ انساں      اے وطنیت

قوتِ ایساں      اے وطنیت

اے وطنیت تیرے بچاری      رومی، ترکی اور تاتاری  
 جذبہ تیرا سب سے بھاری      سب پر حاوی سب بچاری  
 رحمت باری      نعمت جاری  
 دولتِ دوراں      اے وطنیت

( ۲ )

اے وطنیت اے وطنیت      روح شرافت، جانِ محبت  
 تو ہے جہاں پر سایہ رحمت      ردِ غلامی تیری بدولت  
 نفسِ صداقت      درسِ حقیقت  
 شانِ ایماں      اے وطنیت

( ۳ )

قوموں نے تجھ کو سینوں میں پالا      دل کے منور سا نچل میں ڈھالا  
 گرتے ہوؤں کو تو نے بٹھالا      روحوں میں قائم تیرا سوالا

پھولوں کی مالا گھر کا اُجالا  
شمعِ فروزاں اے وطنیت

---

تیری تمنا اور یاد تیری دنیا سے بہتر دنیا سے اچھی  
تجھ سے نمایاں قوموں کی ہستی تجھ سے فروزاں مہرِ رقی  
تجھ سے تجلی شامِ وطن کی  
صبحِ غریباں اے وطنیت

---

اے وطنیت اور جانِ عالم اے سازِ ہستی سامانِ عالم  
اے روحِ عالم اے شانِ عالم مقصودِ چشمِ حیرانِ عالم  
ارمانِ عالم ایمانِ عالم  
دنیاۓ ایماں اے وطنیت

لذت فروشِ آزار ہیں ہم      قربانیوں کو تیار ہیں ہم  
 نشہ میں تیرے سرشار ہیں ہم      خود فوج اور خود سردار ہیں ہم  
 بیدار ہیں ہم      ہشیار ہیں ہم  
 تو کہہ توئے ”ہاں“      اے وطنیت  
 اے وطنیت  
 اے وطنیت

## ہندوستان

ہند کی اے سرزمین اے خطہ پاکِ وطن      غارِ روئے مہ و غور شید اے خاکِ وطن  
 اے گلستانِ وقا اے سینہ چپکِ وطن      اے محبتِ خیز آغوشِ طربناکِ وطن

جوشِ عشرت تجھ میں ہے ہنگامہ غم تجھ میں ہے

لے بساطِ دو جہاں ہر ایک عالم تجھ میں ہے

نغمہ زارِ روح بھی گوارہِ الہام بھی جنتِ نظارہ تیری صبح بھی ہے شام بھی

مرکزِ احرار تو ہے مرجعِ اقوام بھی میکدہ بھی کعبہ بھی کاشانہِ اصنام بھی

مُسکرائی کلابِ قدرت تیرا نقش اکھینچ کر

تجھ کو خالق نے بسایا عطرِ دنیا کھینچ کر

کرشن تیرا اک پیمبر اک نبی گو تم ترا ذرہ ذرہ ہے حقیقت کا یہاں محرم ترا

تازہ گنگا اور جنت ہے کیفِ کم ترا تو وہ جنت ہے گہ گرویدہ ہے اک عالم ترا

اقدارِ آریہ میں بھی ترا آواز ہے

قلعہِ عظمت کا تو اک آئینہ دروازہ ہے

مضطرب تھی سطوتِ یونانیاں تیرے لئے مستعد تھی ہمتِ افغانیاں تیرے لئے

جوش میں تھی قوتِ ایرانیاں تیرے لئے کس قدر تھیں آرزو سامانیاں تیرے لئے

پرچمِ اسلام لہرایا تری آغوش میں

یہ فرشتہ بھی چلا آیا تری آغوش میں

تو نے دیکھے ہیں مانے میں ہزاروں نقاب تو کبھی ہے مجھ بیداری کبھی مجبورِ خواب

جزر و مدّتی کا تجھ میں پا چکا ہے التہا۔ تھر تھرتا ہے تری عظمتے ابنک نقاب

اوج و پستی سے تری تاریخ کب بیگانہ ؟

تو مکمل اک کتابِ عبرت و افسانہ ؟

تیرا ہر ذرہ ہے جامِ انگبینِ حسن و عشق آساں تیرے نازاں چھ بینِ حسن و عشق

تو نے سمجھی ہے ادائے دلنشینِ حسن و عشق اے طرحاہ و فائے سرزمینِ حسن و عشق

کچھ ہیں قصّے عشق کے کچھ حسن کے افسانے ہیں

ہیر و رانجھانی دین تیرے ہی سبب لائے ہیں

تیرے جمل بھی ہیں بے ہندوستانِ گلشنِ بدوش اور کانٹے گلِ فشانِ گلِ چکانِ گلِ فروش

کوہ تیرے ارجبند و سر ملند و برف پوش تیرے دریا موج خیز و کیفار و مژخروش

جلوہ قدرت ہو تو فطرت کا کاشانہ ہو تو

جس میں ہر اک نگ کی مری ہے وہ بخانہ ہو تو

ارجن و جیشم تری اقلیم کے سہرا بے سام دیو تامل کے تیرے قابلِ صدا احترام

خواجہ اجیر تیری بزمِ عرفاں کے امام شبلی و آزاد تیرے ترجمانِ احتشام

کاروانِ رفتہ تیرا کس قدر پر جوش تھا

تو کبھی غرناطہ و اسپین کا ہم دوش تھا

میکدے میں گونیں اب نیکیسارِ انِ قدیم ہر مگر محفوظ ہر گوشہ میں سامانِ قدیم

منتظر ہے نغمہ نو کا شبستانِ قدیم پھر چھڑے گا تیرا افسانہ بعنوانِ قدیم

غم کے یہ سامانِ نشاطِ جاوداں بن جائینگے

ذرتے پھر انگڑائی لے کر آسمان بن جائینگے

صبح کی رونق گئی اور شام کا جلوہ گیا دامنِ مغرب تری رنگینوں پر چھا گیا

سب ہیں معلوم ہے کیا رہ گیا اور کیا گیا خیلِ بزم میں جو آگیا وہ آگیا

اب یہ قدغن ہے کہ کوئی غیر آسکتا نہیں

رنگ اپنا تیری محفل میں جاسکتا نہیں

وقت آئیگا کہ پھولوں سے سجادینگے تجھے      وقت آئیگا کہ ہم دامن بنا دینگے تجھے  
خون کے چھینٹوں سے رنگ لقا دینگے تجھے      گو دین لیکر تیا پر بھا دینگے تجھے

نعمہ ہندوستان گونجیگا ساز عرش تک

چوٹیاں ہوں گی ہالہ کی فراز عرش تک

اب ہمارے ہاتھ تیری حفاظت کیلئے      اب ہمارا خون ہے تیری حمایت کیلئے  
روح اب تیار ہے احساں غیرت کیلئے      اے وطن اب قف میں ہم تیری خدمت کیلئے

کرچکے ہیں غم راسخ آج اپنے دل میں ہم

صدِ محفل بنکے بیٹھیں گے تری محفل میں ہم

تیرے حامی ہیں بہت غمخوار تیرے لئے وطن      اے وطن اپنی جہش میں سرشار تیرے لئے وطن

خون سے سینچیں گے برگِ بابر تیرے لئے وطن      خونیں گے غلام و دلدل تیرے لئے وطن



لوٹ سکتا ہے بہارِ مستی گلزارِ کون ؟  
ہم ابھی زندہ ہیں ہو سکتا ہے پھر حقدارِ کون ؟



اُڑ رہا ہے یہ فضا میں کون لہراتا ہوا      توبہ نغمے عروجِ قوم کے گاتا ہوا  
اپنے قدِ برتر و بالا پہ اترتا ہوا      اور جھونکے نوجوانوں کی طرح کھاتا ہوا  
عظمتِ اقوام کی لے داستانِ حریت      لے بیانِ حریت لے ترجمانِ حریت  
راستِ رحمت ہو تو میخانۂ اقوام میں      صبح میں تیری تجلی نور تیرا شام میں  
ادجِ ہستی تیرے دم سے تجھ معراجِ حیات      تجھ میں آسودہ ہرق و حریت کی کائنات  
ہندیوں کے جذبہ احساس کے آئینہ دا      اُن کی غیرتِ مندیوں کی غیر فانی یادگا

تیرے رنگوں میں اصولِ زندگی کا راز ہے      زندگی کا راز ہے تابندگی کا راز ہے  
 ہر فضاے دل میں ہوا جلالِ فرماے حیات      ہر ضمیر پاک میں ہے نرم آراءِ حیات  
 تیری جنبش سے ہے لرزشِ گردشِ ایم میں      انقلابِ ہند پوشیدہ ہے تیرے نام میں  
 رات دن ہے فرصتِ تحریکِ بیداری تجھے  
 وجہِ بیابانی ہے قوموں کی نگوں ساری تجھے

( ۲ )

اے مئےِ فوجِ وطنِ شانِ وطنِ جانِ وطن      تیری ہر اک سحر سے راسخ ہے ایمانِ وطن  
 تو کہ اک حریتِ محسوس ہے اقوام کی      جس کو سجدے کر رہی ہے بخودی میں زندگی  
 وہ جو اک گنبدِ جنت میں طلئیٰ رنگ کا      جس سے اک نکلا ہے چشمِ فقریٰ آہنگ کا  
 اُس کے اوجِ نور پر وہ پہ لہراتا ہے تو      کیف میں اُسکے کلس کو چوم چوم آتا ہے تو  
 رفعتِ طبوئی ازل ہی سے ودیعت ہے تجھے      بے تکلفِ عرشِ بوسی کی اجازت ہے تجھے  
 عرش کے پردوں کو بھی اکشر اٹھا آتا ہے تو      لامکاں کی سرحدِ آخر سے ٹکراتا ہے تو

عرش و کرسی تیرے ہی افسانے کا اکا اکا تپا      بوسے دینے کیلئے قدسی بہت بیتاب ہیں  
 تیرے قدموں میں زنجیرِ غلامی پائش پائش      ظلم کے دل میں تیرے منظرے کی گہری خراش  
 مستقل آواز ہے تو اک مکمل احتجاج      ظلم سے تو ہی طلب کرتا ہے نیکی کا خراج  
 تیری بنیادیں وطن میں اٹھاتی تھیں کون؟  
 تجھ کو اوج کامیابی سے گرا سکتا ہے کون؟

(۳)

خندہ زن ہر دیر سے اہل وطن کے دل میں تپ      جلوہ گر ہے آج شیخ و برہمن کے دل میں تو  
 اے کہ تو ہے ضامن آزادی ہندوستان      اے کہ تو ہے باعث آبادی ہندوستان  
 اے نشانِ زندگی اے گلہ بانِ زندگی      اے صدیِ خوانِ وفائے ساربانِ زندگی  
 تجھ میں ہے خونِ شہیدانِ گلِ فروزِ حیات      تجھ میں پوشیدہ ہواک ساز و فاسوزِ حیات  
 تیری خاطرِ خاک اور خونِ تکی میں اٹھائے گئے ہم      تیری غت کیلئے میدان میں کھڑے ہوئے ہم  
 اپنی لاشوں پر تجھے قائم کرینگے ایک بار      تیرے دامن کو بنا دینگے فضا کے لالہ زار

”نغمہٴ نعم“ کے علاوہ ”نغمہٴ شادی“ بھی ہو      یعنی ساتھیوں میں تسے اعلانِ آزادی بھی ہو  
 نغمہٴ قومی ہو اور سرورِ اقوامِ وطن      بادۂ تازہ سے ہولبر نیز ہر جامِ وطن  
 ثبت ہو جائے دلِ عالم یہ تیری تیری      خون سے لرزہ میں آجائے شکوہِ سردی

اعترافِ سرِ ملندی میں سر اپنے خم کریں  
 جی میں آتا ہے کہ تجھ کو سب دہیم کریں

## قومی گیت

دعوے ہے ہر آن ہمارا

سارا ہندوستان ہمارا

جنگل اور گلزار ہمارے      دریا اور کُمار ہمارے

کوچے اور بازار ہمارے      پھول ہمارے خار ہمارے

ہر گھر ہر میدان ہمارا

سارا ہندوستان ہمارا

گو نہیں ہم میں فوجی قوت پھر بھی بہت ہے دل میں تہمت

اور ہمارے ساتھ ہے قدرت اب کوئی طاقت کوئی حکومت

روک تو دے طوفان ہمارا

سارا ہندوستان ہمارا

ہم سے بھارت کی رونق ہے آزادی نِات سبق ہے

اپنی دھنک ہے اپنی شفق ہے ہر ذرے پر اپنا حق ہے

کھیت اپنے دھقان ہمارا

سارا ہندوستان ہمارا

مندر، مسجد اور میخانہ بان، ساعر اور پیمانہ

جنگل، بستی اور ویرانہ ہر محفل اور ہر کاشانہ

ہر دھڑا یوان ہمارا

سارا ہندوستان ہمارا

گو ہے پامال اپنی ہستی ہر سو ہے پستی ہی پستی

تن آسانی عیش پرستی دن بھر فاقہ شب بھرستی

ہے یہ مگر ایمان ہمارا

سارا ہندوستان ہمارا

ہند کا مالک ہر ہندی ہو صرف یہاں اک قوم بسی ہو

بار نہ پائے خواہ کوئی ہو چاہے وہ خود اپنی ہی خودی ہو

دیکھ ذرا ارمان ہمارا

سارا ہندوستان ہمارا

# میخانہ اقوام

## مسلم ہندی

شعاع مہر سے ہو مطلع سحر خالی      ہوا نہ ہوا نہی تا کیونہیں گھر خالی  
 نہ فکر یہ خودی شوق کی نہ کس کا غم      ہر ایک تھیں لکھام ہے گھر خالی  
 سوال کیف کی آواز ہر طرف ہے بلند      مگر دھڑل سے ہیں بے خبر خالی  
 بُرا ہو لعنتِ تشنہ لبی بُرا ہو بُرا      ہر ایک شک ہے بھی آج چشمِ تر خالی  
 ہر ایک گام پہ ہے ذکرِ میخانِ قدیم      مگر ہے جوشِ غل سے ہر ایک سر خالی  
 کبھی ہزار گستاہ تھے اور ایک نگاہ      اب ایک بھول سے ہو دہنِ نظر خالی  
 ہے اتفاق سے بتِ خانہِ صنم بچنا      اور اختلاف سے کعبہ کے ہم دُور خالی

مے غلامی مغربِ مست ہے مسلم  
خود اپنے ظنِ خودی کی شکستِ مسلم  
”ہندو“

نشاطِ تازہ سے چشمِ برہنِ روشن      جدید نور سے ہے مغلِ کُنِ روشن  
عجب کھاریہ پر صندلِ عجیبِ کارنگ      ہوئی ہر قطعہٴ غنیمت سے نچنِ روشن  
ہمارا کیے برس آگ بنے آئی ہے      ہر ایک لہ لگیں سے کلِ چہنِ روشن  
جگر کے دلغہ چھپائے ہے چنپِ پیکتہ      وطن کی آگ سے ہیں جگے برہنِ روشن  
تسارے کیا کہ نہ بھولینگے راہِ ذرے بھی      ہیں کیا جاننے کے پرتو سے بن کے برہنِ روشن  
ضیاءِ نیمِ نینلِ بہینِ منتِ شمع      بجھکی شمع تو ہو جائیگی لگنِ روشن  
تلاشِ شمع میں اہلِ حرم ہے مصروف      چراغِ دیرنے کی مغلِ وطنِ روشن

مہِ جدید بہرِ ادراجِ وطنِ ہویدِ اشد

”کلیدِ میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد“



## ”افغان“

اُٹھی ہر جہل و بغاوت کی آندھیا تاریک      سیاہ ترہیز میں آسماں تاریک  
 یکساں خون و ہام میکہ میں ہے جذبہ      ہر جوش و نگہ صبا کے اغواں تاریک  
 سوادِ بحرِ الم سے کیغضب کا دھواں      اٹھا کر ہو گئے کشتی کے بادبان تاریک  
 ہوئی حجابِ ثریا سے بے حجابی حُسن      چلا نہ کام کہ تھی ”نہیم“ ہشتاں تاریک  
 سیاہ بختی افغان کا یہ تصرف دیکھ      کہ بعدِ صبح بھی در راہ کا داتا تاریک  
 نو اے مہلِ رنگین چمن میں بے نیس      ہر ایک پھل ہے بے نورِ گلستان تاریک  
 مالِ قسمتِ گشتن کی خیر ہو یا رب!      ہر آشتیاں کی طرح دہنِ باغبان تاریک

یہ رندِ باد یہ سرخوش بھی تشنہ کام بھی ہے

تضاد دیکھ کہ آزاد بھی غلام بھی ہے

## ”ایرانی“

کمالِ سعی پہ ہے کائنات کی بنیاد      اسی سے رونقِ صحرا اسی گھر آباد  
 دیا عشقِ میلِ لازم و شرطِ سعیِ عمل      کہ ایک بازوئے نیکیں سے صل میں فرما د  
 نہ انبِ نعمۃ قاپاریاں بر ربطِ عیش      نائبِ مصطفیٰ و آبِ رُکنِ آباد  
 ہزار قطرہ خونِ جمیل صرف ہوئے      تو ہو سکا وطنِ حافظ و میں آزاد  
 کمالِ تیغِ رضا کی ہو دھومِ عالم میں      کہ دی ہو رُوحِ منوچہر نے مبارکباد  
 بساطِ گلشنِ ایراں کھیلِ مشکل ہے      یہ وہ جگہ ہو جہاں ت کھا گیا صیّا  
 اسیرِ حُبِ وطن کے خطاب ہیں کیا کیا      غیو و زند و آزاد و شرف و دلشاد

یہ قوم میکہ و بربر ہے خود خستہاں ہے

چراغِ محفلِ فارس اسی سے تاباں ہے

## ”روسی“

چمن میں آج جوہی پایہ گل بہ مجبوی وہ کل بہار کو دیگا پیام منصوی  
 بغور دیکھ عجب کاری حریفِ فرنگ کہ خاکِ خشک سے پیدا ہے چشمہ نوری  
 نصیب جس میں جا کا غریب بہقاں کا بنا ہے نخلِ تناسُتونِ دستوری  
 اٹھاؤ تیشہ فرہاد و مسندِ حسد و چمک ٹھای زانے میں بختِ مزدوی  
 شکستِ نہایتِ کمالِ غیور ہی گم ہوا کمانِ حش میں ہے بندگی کی مقبوی  
 اُچھسی مگر انسانِ سوزیاں تو مٹیں وطن میں پھیل گئی موجِ جہوی  
 رہا نہ خطرہ سرمایہ اریٰ افراد رہی نہ کوئی امیر و غریب میں دوری

اک انقلابِ مسلسل کا دور ہے جاری

قبائے نو کہ ہے جسمِ قدیم پر بھاری

## ”مصری“

شکارِ مکروذناؤں فریبِ دلتنگ چھبائی جسکے کلیجہ میں حریت کا فند  
 فراعنہ کی نہ اک سرزمینِ جنِ جمال بجاری ہو قلوبِ بیہ جہاں و جنگ  
 حلول کرنے لگی سعدِ اقلوں کی روح دماغِ مصریٰ اور عقلِ تخیلِ جنگ  
 وہ ایک حربہٴ مغرب کا کشتہٴ رنگیس جو امتدادِ زمانہ سے ہو گیا بے رنگ  
 مجاہدینِ سلف کا وہ آئینہٴ بردا ہو جسکے غم کی فوج کا آسمانِ جنگ  
 اسی کے پاس ہے مشرق کے کلیا کی کلید خدائے کبھی ایک سو نیز اور گنگ  
 ہر ایک غنچہٴ خاموشی گ بن جائے بہارِ غیر ہوا و شعلہٴ فلکِ ہنگ

سو نیز پر ہو کبھی اختیارِ مشرق کا

اسے عبور کرے راہوارِ مشرق کا

## ”عربی“

وہ ایک مرکزِ انوارِ روحِ انسانی      جہاں علم میں سب عظیم عرفانی  
 خدا نے جس کو دیا وہ جلال و عظمتِ جاہ      عطا ہوئی جیسے قدرت کے ٹھکانہ بانی  
 علوم جسکے پیغامِ فنون جس کے غلام      تمام جو ہرستی کی روحِ لا فانی  
 پیامِ صدق دیا جس نے سارے عالم کو      جہاں میں پھیل گئی جس روحِ ایمانی  
 مزارِ سیدِ کونین کی محاسنِ قوم      خدا کے گھر کی میسر ہے جسکو درباری  
 وہ قوم جس میں سولِ خدا ہوئے پیدا      وہ قوم سرِ پر ہا جسکے ظلِ سبحانی  
 وہ قومِ عالِمِ نبی و جن کا نخلِ ہبار      وہ قوم جس کا سکون بھی ہر محجِ طوفانی

وہ جس کا سینہ امانت ہے دروایاں کی

جو ایک آخری امید ہے مسلمان کی

# ”ترک“

ہر کُنّا بچ جہاں میں ہر داتا کمال      یہ رضا فقر و یا کآسمان کمال  
 وہ جس نے قوت بازو سے زندگی بائی      ہر جب کآج قدم بوساں کمال  
 وہ مصطفیٰ کے مقدس عہد کی حامل      وہ قصہ خوانِ تہ تیوہ ترجمان کمال  
 وہ جسکے خون نے نیکی سے باسو ترس      بلند جس کے جہازوں پہ نشان کمال  
 وہ قوم جس نے چلائے جہاز خشکی پر      فراز سینہ ہستی میں تھی سنان کمال  
 پتولین ہر ہر اک فرد جس کا دنیا میں      وہ تیغ زن وہ مدبر وہ راز دان کمال  
 وہ لازوال جمال و جلال کی ملک      جہاں میں ادبیات کا جہان کمال

وہ ایک شمع کہ جو آندھیوں میں تاباں ہے

وہ آفتاب گھاؤں میں جو درخشاں ہے

## ”عراقی“

کنا غیر میں اکِ عجمِ عظمت و تکمین      کہ جیسے پنجہ مضبوط میں عکاشا ہیں  
 فدا گرفت ہوئی دستِ باغباں کی جبرم      تو دیکھنا ہی پہچکا آسمان کے قرین  
 جھلک باہرِ خطِ قسمتِ عراقی سے      کہ جھک سکیگی نہ باطل کے سامنے حیریں  
 وہ ایک سیرتِ انسا کا بہترین حامل      جفا شعارِ وطنِ مست حریت آگیں  
 زمانہ یاد رکھے میری پیشگوئی کو      کہ ہے عراق کی آئندہ زندگی نریں  
 اٹھاؤ قبر سے ہاتھوں کو اور پاموں کی      کہ پھر ہو زہم میں اک نرسا غزریں  
 ہوا شربِ بی ڈبی ہوئی چلے غسار      فضا تمام مے ارغواں سے ہونگیں

نئی شراب سے دہن کو لالہ زار کریں

سرودِ تازہ سے پھر مقدم ہمار کریں

## ”چینی“

وہ ایشیا کے چمن کی بہار گلشنِ زرا      جسے ہے یاد ابھی تک پیامِ گوتم کا  
 ہر ایک شے میں جسکے قیامتیں ہیں نہ سنا      وہ منظر کا محشر وہ یاس کی دُنیا  
 بچھا سکے جسے بادِ تند کے جھونکے      وہ ٹٹماتا ہوا طاقِ ایشیا کا دیا  
 بساطِ بازیِ اغیار پر اسیرِ فریب      وہ خانہ جنگی ہم کے جال کا پھندا  
 نگاہِ شوق ہے جا پانِ رُوس کی سیر      وہ دورِ قیوں کے باہن ایک محبوبا  
 وہ جن کو بین یا انقلابِ گردوں نے      وہ جس کا نقشِ مٹانے کے بعد بھی مٹا  
 وہ جس پہ تنگ و عیشِ نشاط کی دُنیا      مگر ہے دل میں ہی کیفِ دورِ ماضی کا  
 چمک ہے چین کے اترِ رنگ میں جواہر کی  
 نگاہِ خیرہ ہے مفر کے کیمیا گر کی



## ”جاپانی“

کمالِ قوتِ بازو پہ ہے مدارِ حیات      عمل ہی غم کو کرتا ہے شگاریات  
 کمالِ قوت و طاقت کو زندگی کھئے      قوی ہی صربِ ہر دنیا میں شریاریات  
 مگر خدا کے تختِ کو ترک کرنا بھی      نہیں ہر باعثِ افزونی و قاریات  
 یہ لفظ ڈال دو کاؤں میں دیت کے      کہ نیستی کے سمندر پہ مزارِ حیات  
 وہ ایک سلسلہ سیلابِ دیت کا      وہ ایک استقلالِ وارِ خطرِ حیات  
 وہ ایک محشرِ صنعت کا داؤدِ مغرور      وہ اک قیامتِ ہی کا بقیہِ حیات  
 وہ کامیاب جسے اس ہر تجارتِ عشق      وہ خوش نصیب جسے مل گیا نجات

قمارخانہٗ اقوام کا امیرِ کبیر  
 نہیں ہے جس کو خیالِ نکست دہانگیر

# ”غیر تمدن قبائل“

(۱)

کمالِ علم ہے حمتِ جہاں کیلئے      فناء گو کی ضرورتِ ہواں کیلئے  
مگر وہ علم نتیجہِ جوہر کا ظلم و جہول      ہر ایک لعنتِ ناپاک کل جہاں کیلئے  
غلام ساز اگر علم ہے تو لے انسان!      ندوہ زمیں کیلئے ہر نہ آسماں کیلئے  
نثار میرے دلِ وسیع اُس جہالت پر      جو اک نظیرِ محبت ہوا زہاں کیلئے  
دیارِ وحشیِ عریاں جڑتے سہریں      جوارِ قطعِ بیاباں ہو گلستاں کیلئے  
زمیں کو خطہِ نوینِ ثنائیں جو دتے      وہ منتخب ہوں تجلائے آسماں کیلئے  
کہاں کیگا ییلِ جنونِ شہریت      ہزار سرِ متحین کے آسماں کیلئے

غلام ساز تمدن کا صید خانہ ہے

وسیع گلشنِ عالم بھی قید خانہ ہے

( ۲ )

سجا کئے خون سے لسان کچھ خانہ تہذیب      کہ نقشِ سرو ہے اور آستانہ تہذیب  
 نیا اصول ہے ترویجِ علم و حکمت کا      ہر زیرِ سایہ خنجر ترانہ تہذیب  
 یہ عہدِ برق یہ انوار اور یہ اندھیرا      زبانِ سیف سنائے فسانہ تہذیب  
 غلام ساز کا مقصد غلام سازی ہے      مگر کیا ہے فرد نے بہانہ تہذیب  
 وہ کرد و ہو کہ کوئی آفریدی شامی      ہر ایک آج ہوا چھپا نشانہ تہذیب  
 مقدمہ نہ قیامت کا ہوں تمہیں      کہ زلفِ جہل ہوا تختِ شانہ تہذیب  
 سوا دِ جہل ہے آہ آتشیں پیدا      سُلگ گئے نہ کہیں آشیانہ تہذیب

ہے ان کے خون سے پر جامِ مشرقِ مغرب  
 شکار گاہِ کل اقوامِ مشرق و مغرب

## ”سیرِ دلبراں“

میں نہ کر اسکا کروں کیا جو پھیل نہنگ      بنائے لوحِ ماتم بہ پردہٴ دف و چنگ  
 وہ مستبد کہ زمانہ ہو جسکا شکوہ طراز      وہ جو کہ خموشی ہو جسکی صورتِ جنگ  
 وہ ظالموں کا خدا ظلم و فحش کا خدا      وہ جس کے ظلم و تمسہ ہو ایشیا دل تنگ  
 جگر جو چین کا یا دل ہو ترکِ افقال کا      ہر ایک سینہ بیتخست ہے اسکی خدنگ  
 نئے تمدن و تہذیب کا وہ دلدادہ      جسے محبتِ انسانیت باعثِ صدمہ تنگ  
 قمار خانہٴ اقوام کا وہ صد نشیں      بساطِ مشرقِ مغرب ہے جسکی آواز تنگ  
 وہ پرمیکیدہٴ قیصری وہ میکیش زور      کہ جسکے جام میں لہریں ہر دمِ صدمہ تنگ

کوئی غریب سیرِ گزریہ کمت اتھا  
 کہ اس نے چوس لیا خونِ سارے مشرق کا

(۲)

وہ ایک جبرِ جلیلہ باز و عہدہ ساز ہوا و حرص و شہنشاہیت کا نغمہ طراز  
 وہ راہزنِ پیدوارِ عظمتِ حکمت وہ خود ہی موجدِ قانونِ دنیا است باز  
 وہ علم و حلم کے پر مے میں یوہستہ مار وہ ہم وزر کے جالوں میں کیا وہ نواز  
 وہ جسکے زیرِ اثر ہند و مصر اور عراق وہ جسکے زیرِ نظر ارض و موشام و حجاز  
 محیطِ بحر و براسکے جلالِ طوفانی غر و مغربِ مشرق و اقصائے حجاز  
 وہ جسکا سترِ سیاست کوئی سچہ نہ سکا وہ جسکی ظاہری شانیں ہیں اعلیٰ علم راز  
 وہ پاسبانِ کلیسا ندیمِ دیر و حرم کو ظلمِ جبکا و ایمانِ جبرِ جس کی نماز

جہاں کو آتش و خوں میں ٹھکیلنے والا

وہ بربریتِ انساں سے کھیلنے والا

یہ بارہ خواہیں انکا ایک ساتی ہی جو اپنی قدرت و عظمت کے ساتھ باقی ہی  
 برابر اسکی نظر میں پشواہ اور گدا سب کو ایک میں منہ ہی ہیاعراقی ہی

ہے صرف اسکے اشارے پہ قائم باقی      کوئی نظام شخص ہی یا وفاقی ہے  
 حصول کیف کو بچھاؤ جاوداں سینے      مگر اصل یہ اک امر اتفاقی ہے  
 کوئی یہاں متروک ہو کوئی خاموش      کسی میں غیبیہ مغرورِ طمطراقی ہے  
 نشاطِ زیست کی بدستیاں معاذ اللہ      ہر صلح کوش کوئی اور کوئی نفاقی ہے  
 یہاں ثبات کماں عالم کو غرو نے کو      نظامِ میکدہ دہراست رقی ہے  
 نہ بادہ خوار رہیں گے نہ یہ صدا باقی  
 رہیگا صرف وہ ساقی میکدہ باقی

اُسی کے نام پہ لبریز اپنے جام کرو      پھر ایک جہنِ محبت کا اہتمام کرو  
 شرابِ عشق و محبت ہو ہر سالیے میں      بقدرِ ذوق و مساوات انتظام کرو  
 ہیگا خون یہ تو پہ تنگ سے کلب ہے      خدا کے واسطے اب بند قبل عام کرو  
 سکونِ امن میں تسکین ہر دو عالم ہے      بلند زندگی جنگِ کما حقہ ام کرو  
 حدیثِ میکدہ چھیڑوئے طریقہ سے      اب اس سائنہ فرسودہ کو متام کرو

پیو پلاؤ بہاؤ شرابِ گل افروز تمام عالمِ انسا کی لالہ نام کرو  
 شرابِ کیفِ اغوت سے مست ہو جاؤ  
 دنا پسند محبت پرست ہو جاؤ

## آشوبِ عصر

روک لیں شدتِ ہنگامہ خراہیں میری زیرِ لب کے پلٹ جاتی ہیں آہیں میری  
 ماسن دہر تھیں آزاد نگاہیں میری اب وہ خود ڈھونڈتی پھرتی ہیں پلہیں میری  
 ”اِس چہ شورِ سیت کہ دردِ ورقِ سمریٰ بینم  
 ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شریٰ بینم“

کاہشِ جذبہِ ملت سے پریشانی ہے شورِ فتنہِ باطل کی سرِ اولیٰ ہے  
 نفسِ سرِ دکی ہر موج میں طغیانی ہے روحِ ہر جسم میں ابسح نہیں پانی ہے

نقش برآب ہے تعمیر جہاں کچھ بھی نہیں

آج انسان بحرِ ذمہ و گماں کچھ بھی نہیں

پھول ہوتے ہیں گفۃ ورقِ خونیں سے بادہ ہوتا ہے مرکبِ عرقِ خونیں سے

بحرِ حرکتی ہے پیدا طبعِ خونیں سے شام ہوتی ہے ہویدا شفقِ خونیں سے

چشمِ خونبار ہے ساغر ہے کہ پیما نہ ہے

خون ہی خون یہاں سُرخِ افسانہ ہے

لرزشوں میں ہیں سلسلِ درو باہم عالم ہے خرابیِ نظرِ منظرِ عامِ عالم

لغزشوں سے جو مرتب ہے خرامِ عالم ایک بہکا ہوا میکش ہے نظامِ عالم

گوشہ گوشہ سے پریشان ہوا آتی ہے

شمع ہر پردہ فانوس میں تھراتی ہے

نہ میں غمِ بلبل کی نوائیں باقی نہ میں باغ میں طوطی کی صدائیں باقی

اب کہاں ہیں دل آویزِ فضا میں باقی ہیں فقط حسرتِ باقی کی گھٹائیں باقی



بارشِ یاس ہے امید کے ایوانوں پر

جلیاں گرتی ہیں حوٹے ہوئے کاشانوں پر

حدیں مشرق و مغرب کی سرخیز ہیں آج      جہنِ عقل بشر کی ستم انگیز ہیں آج

نیتیں اہل جہاں کی خطر آئینہ ہیں آج      حکمتیں امن کی اک خنجر خونریز ہیں آج

قتلِ عالم ہے خود آرائی و شاہی کیلئے

سب یہ سامان ہیں نیا کی تباہی کیلئے

افقِ دہرہ طاری ہے سیاہی کیسی      ذہنِ عالم پہ یہ آئی ہے تباہی کیسی

کم نگاہی ہے یہ انساں کی الہی کیسی      کہ فنا ہو گئی دنیا ہی تو شاہی کیسی

آج طاری ہیں نئی وحشتیں انسانوں پر

چاہتے ہیں کہ حکومت کریں ویرانوں پر

نہ سکون کیس باقی نہ اماں باقی ہے      دیدہ یاس بہ ہر سو نگراں باقی ہے

رفعِ فکر کا دھندلا سناں باقی ہے      برتریِ فطرتِ انساں میں کہاں باقی ہے

نفس مغلوب ہے، ڈرپوک لٹیرے کی طرح

مادہ رُوح پہ غالب ہے، اندھیرے کی طرح

آج فرسودہ و پامال ہے ارنگِ قدیم    نہ وہ موسیقیِ دیریں، نہ وہ چنگِ قدیم

جو ہر آئینہ بن بیٹھے اُڑا رنگِ قدیم    اب کہاں محفلِ مستی میں وہ آہنگِ قدیم

کیفِ مستی کا وہ پہلا سلاب اندازِ نہیں

نغمے خاموش ہیں اور ساز میں آوازِ نہیں

نہ وہ مطرب ہے نہ وہ چنگ و نغمہ و ساز    نہ وہ وجدان نہ وہ کیف نہ وہ سوز و گداز

نہ وہ معیارِ حقیقت نہ وہ اندازِ مجاز    نہ وہ محمود نہ وہ ذوق کی مستی نہ ایاز

نہ وہ بادہ ہے نہ گردش ہے وہ پیمانوں کی

لے گیا لوٹ کے دنیا کوئی انسانوں کی

اب نہ وہ شمعِ نگار ہے نہ وہ حسنِ نگار    مشرب قہیں کی عظمت ہے نہ لیلے کا دقا

نہ محبت کا سلیقہ نہ وفا کا معیار    نہ وہ جذبات نہ احساسِ ذوقِ بیدار

نالہ نیم شبی کیلئے فرصت نہ رہی

اب عائے سحری کی بھی ضرورت نہ رہی

خود پرستی کا چلن عام ہوا ہے ہر سو خود نمائی کا اثر پھیل گیا ہے ہر سو

اب فریب اور ہوس جلوہ نما ہے ہر سو محشر حرص ہوا ہے کہ پاپا ہے ہر سو

بیخودی کو ہے جنوں میرے سوا کوئی نہیں

اور خودی کو یقین ہے کہ خدا کوئی نہیں

اک صدایہ ہے کہ انسان مذہب ہی نہیں فلسفہ کو کسی تحقیق سے مطلب ہی نہیں

زعیم الحاکم ہے بندہ کا کوئی رب ہی نہیں خط سائنس کو یہی کوئی مذہب ہی نہیں

مختلف رنگ سے ادھام کی گلچینی ہے

ایک ہنگامہ خود رائی و خود بینی ہے

کائنات آج حقیقت میں ہر محشر آباد جسکی فطرت نے حقیقت پر کھی تھی بنیاد

تھا جو خلق کا منشا ہوا آسمان برباد آج ہر ملک میں شو رش ہے ہر اک گھر میں نباد

وحشتیں ان میں نمودار ہیں حیوانوں کی  
 کون کہتا ہے کہ بستی ہے یہ انسانوں کی  
 دم بخود دیکھ رہی ہے یہ تماشا فطرت لہجہ موش کی تصویر ہے گویا فطرت  
 بسکہ رکھتی ہے ہر اک چیز یہ قیضا فطرت غور فرما ہے کالے گی نتیجا فطرت  
 ابدی ہے یہ خموشی کوئی کہہ سکتا ہے  
 ایک حالت پہ زمانہ کیسے نکلتا ہے  
 یہی نیزنگ جہاں حشر کا دیباچہ ہے کسی آشوب کی تہید یہ بگاتا ہے  
 ختم جو حشر میں آج گایہ دہی قصہ ہے کہہ رہا ہے جسے انجام کا انداز ہے  
 کاش حالات کا یہ دوسرے ہو جائے  
 داستاں اتنی بڑھا دو کہ مکمل ہو جائے  
 آج ہر سحر سکون کو شتر لا حاصل ہے جس میں صبح کے آثار دیکھ چلے ہے  
 شام سے صبح بدل جائے بہشت کل ہے ختم افسانہ ہو یہ وقت اسی قابل ہے

ہوش میں اپنے نہیں بزم کے دیوانے بھی  
 شمع افسردہ ہے خاموش میں پروانے بھی  
 پھر کسی محفلِ نو کی کہیت تیار ہی ہے خود انہیں گرمِ محفل سے گرا نبار ہی ہے  
 ہر طرف خواب کا عالم جو ہلا رہی ہے اسی پردہ میں نہاں محشر بیدار ہی ہے  
 ”لذتِ سیرِ دگر چشمِ تماشا لیگی  
 ایک بار اور بھی دنیا ابھی پٹا لیگی“

جلوہ فرما کوئی پھر ہو گانے شانون کے غزتیں عالمِ نوپائے گا انسانوں کے  
 بجلیاں چمکنی وحدت کے نہاں خانوں کے انجمن پھر یونہی بھرجائیں گی پروانوں کے

نئی تنویر، نیا چاند، نئی شب ہوگی  
 نئے لوگوں سے نئی بزمِ مقرب ہوگی

# عنداری

جب قوم ملل پر باشر افلاس ہوتی ہے  
 ذلت جب اثر پنا جاتی ہے شرافت پر  
 غلامی ملک چاروں طرف گھیر سیتی ہے  
 علوم و بل جہت فرق نازک بھی نہیں رہتا  
 محاسن قوم کے افراد حسبِ روٹھ جاتے ہیں  
 جذباتِ حمید کی تجارت ہونے لگتی ہے  
 جنسِ انوکھے دل شیطان دگھڑا ہوتے ہیں  
 دلِ مخلوق جب بیستہ بیوہ جاتا ہے  
 نکلتے ہیں حجابِ ملک سے مکار و مکاری  
 سچی سائین پھر اپنے بطن سے خدا جتنی دے  
 جنسِ انوکھے دل شیطان دگھڑا ہوتے ہیں  
 جب قوم ملل پر باشر افلاس ہوتی ہے  
 ذلت جب اثر پنا جاتی ہے شرافت پر  
 غلامی ملک چاروں طرف گھیر سیتی ہے  
 علوم و بل جہت فرق نازک بھی نہیں رہتا  
 محاسن قوم کے افراد حسبِ روٹھ جاتے ہیں  
 جذباتِ حمید کی تجارت ہونے لگتی ہے  
 جنسِ انوکھے دل شیطان دگھڑا ہوتے ہیں  
 دلِ مخلوق جب بیستہ بیوہ جاتا ہے  
 نکلتے ہیں حجابِ ملک سے مکار و مکاری  
 سچی سائین پھر اپنے بطن سے خدا جتنی دے

# فرقہ پرست

نہ یہ نبی نہ یہ زمی نہ یہ آزاد و زندانی  
 نہ مذہب کے اے مطلب نہ شرب کے مطلب  
 یہ اک ارفۃ اعزاز و عزت کا دیوانہ  
 یہ ناموس وطن کی ضرب کا سوداگرِ ارذل  
 غلامی پر جو مرتا ہے غلامی جبرِ مرتی ہے  
 غرض کلیہ مجاری میرِ نفیسِ امارہ  
 یہ اک نحوٰرِ بیٹا مادرِ گستی کے سینہ پر  
 عیلم و قدرتِ ناسِ اسیا کام لیتا ہے  
 ایک فردِ وطن لیکن وطنِ زو و وطنِ دشمن  
 نہ ذوقِ جاں ہی اکونہ شوق و فکرِ قربانی  
 نہ اپنی قومیت کے اصل مطلب کے مطلب  
 یہ کافِ نوس شمعِ دولت و حشمت کا پیرانہ  
 یہ دنیا میں متاعِ حریت کا ماصِ اقل  
 جیس کی فوج پا اہرن پر سجے کرتی ہے  
 وطن کے آسمانوں پر یہ اک منحوس ستارہ  
 مصر ہے جو بجائے شیرِ مالِ خون پینے پر  
 کہ فطرم شیطاں بھی کلیجہ چھام لیتا ہے  
 یہ انکھلِ جن لیکن جن سوز و چین دشمن

نمائندہ ظلم و جور کا نیکی کی حد میں یہ چشمِ آہرمن کا نورِ بادی کی ظلمت میں

مگر کیا اسکی ہستی حُریت کو روک سکتی ہے؟ برائی نیکیوں کے قافلے کو روک سکتی ہے؟  
 کہیں نوازِ ظلمت کا غلبہ ہو بھی سکتا ہے؟ کہیں احرارِ پرِ حجت کا حملہ ہو بھی سکتا ہے؟  
 کبھی خلاق پر اعمالِ بُنے فتح پائی ہے؟ کبھی یزدانیتِ شیطنت بھی غالب آئی ہے؟  
 کبھی ساغرِ صداقت کا کسی تہمت سے توڑا ہے؟ حقیقت کبھی ظال نے اپنا نقش چھوڑا ہے؟

بھرونگارِ نگِ تصویرِ وطن میںِ موحِ پرِ غم کا  
 تو پانی ہو کے رہ جائیگا خوں اسِ ننگِ عالم کا



# پیامِ عمل

آج ہم بھولی ہوئی اک اسات کئے کوہیں قصہ ماضی بصد سن بیاں کہنے کوہیں  
 حج کر لیں صغیرانِ حرم اپنے حواس حالِ نیرنگ بہارِ بوساں کہنے کوہیں  
 پھر حرمِ والوں کو دینا ہے پیامِ بتکدہ برہمن کے بتکدہ ہیں پھڑوں کہنے کوہیں  
 احتیاطاً اہلِ دل اپنے کیلئے تھام لیں دل شکنِ ودا و برقِ آشاں کہنے کوہیں  
 فرصتِ یک لمحہ ہی یارانِ مجملِ التفات! مختصر تاریخِ دو راسماں کہنے کوہیں

خونِ مے بار و صدائے نالہِ مجبورِ ما

می چکد لالہ زہرِ مرغِ دلِ مجبورِ ما

ہم وہ ہیں تھی ولتِ ہر جہاں جن کیلئے سحرِ کجا آتھانیں پر آسماں جن کیلئے  
 ہم وہ ہیں نماز تھا جنکا زمانے میں قار عرش سے اتر تھا عیشِ جوداں جن کیلئے

ہم وہ ہیں ہر بات جنکی قلمِ المام تھی      نطق کے موتی اُگتی تھی باں جن کیلئے  
 ہم وہ ہیں جو روق آرائش ہر نرم تھے      مضطرب تھیں انجمن آرائیاں جن کیلئے  
 ہم وہ ہیں جو منظر تھے منظرِ اقوام میں      منظر تھی شوکتِ ہندوستان جن کیلئے

ہم وہ ہیں ہیبت سے جنکی نرم آذر دہتی  
 سلطنت جس کے حریمِ عیش کی ک گرد تھی

ہم کو وہ طوطی تھی فطرتِ اسلام سے      اہلِ عالم کا نیچا بے تھے ہمارے نام سے  
 ذہن میں تھی اک تجلی فکر میں تھا اک عروج      دل ہمارا عرش تھا کیفیتِ المام سے  
 ہم نے پھر ترتیبی ملتِ تحلیلِ شر کی      نطق پیدا کر دیا خاموشیِ اصنام سے  
 صبح کے انوارِ راتوں کو مہیا کر دیئے      خود پرستوں کو بحالِ ظلمتِ اولہام سے  
 ایں گہری نظر ڈالی آلِ زلیست پر      بے خبر دنیا کو واقف کر دیا انجہام سے

مستعد تھے سب ہماری ہم نوائی کیلئے

ہم پیامِ مہن تھے ساری خدائی کیلئے

اولِ اولِ ہم نے بطائیں کیا رایت بلند      آخرِ آخرِ ہو گئے سائے جہاں پر فتمند  
 کوئی وہ سلطنت تھی جو نہ تھی زیرِ نگیں      کونسا تھا وہ خزانہ جسکے دروازے تھے بند  
 ہم جب اٹھے اپنے مرکز سے بصدِ جلال      قصرِ کسریٰ خود تڑپ کر آپڑا زیرِ کمند  
 فطرتِ عرشِ آسمان تھی مائلِ دُجِ دُرج      تھی پہاڑوں کے سروں پر ضربتِ پائے سمند  
 حائلِ غمِ ترقی کوئی دشواری نہ تھی      حوصلے چلے ہوئے تھے اور ہمت تھی بلند

راہِ حق میں خون کے دریا بہا دیتے تھے ہم

اپنے غمروں سے دو عالم کو بہا دیتے تھے ہم

وقتِ عیش و طرب کا سخت حملہ ہو گیا      منظرِ بیداریِ تفتیر دھندلا ہو گیا  
 دیدہ بیدارِ غفلت کے بادل چھا گئے      مطلعِ اقبالِ بظاری اندھیرا ہو گیا  
 دشمنوں نے دوست نکر لے لیا رازِ حیات      سخت دھوکا کھا گئے ہم سخت دھوکا ہو گیا  
 عقل تو کھو ہی چکے تھے علم ہی رخصت ہوا      جسمِ قومیت کا گویا تحبِ زیہ ہو گیا  
 جامعیت جسکے ہر ذرہ میں تھی ڈکاراں      یوسف بے کارواں کی طرح تنہا ہو گیا

آخر شب ساعت تاراجی محفل رسید

شد گشت کشتی ماچوں سراحل رسید

اب ہی ہم ہیں کہ ہر قوم ہم سے کینہ جو اب ہی ہم ہیں کہیں لب تشنہ صد آبرو

چو کپیں برہم وہ برہم دوش کی قیئتیں ہم بھی تک ہیں سیر گردش جام سببو

نذرستی کر چکے ہم ساز و سامان نشاط اور اب تک سماں پر ہے دماغ آرزو

ہے وہی آنکھوں میں غم اب شام عشرت آج بھی گو پریشان بنیں شانوں میں لاف مشکبو

ہو چکا ہے حال تیرے مگر باقی تو ہی گردش جام و صراحی اور سیر آب جو

بے خودی نادان قبہ حال تباہی ہے ہنوز

بخت خفہ کو دماغ یاد شاہی ہے ہنوز

کاش پھر محفل علم و عمل آراستہ پھر جائے رنگا پنا خاطر برخواستہ

پھر کرے اقبال کا خوشیہ رخشاں مہری پھر سماں کو ملے منزل کا سید ہار آستہ

پھر نئی اک روح پھونکے زندگی کی قیاط پھر جو حقیاب تو میت کا جسم کا ستہ

آبیاری خشک کھیتوں کی کرے ابر بہار پھر یہ دیرانہ بنے گل خانہ آراستہ  
 کاش پھر قومیتِ اسلام ہو فوجت گزینِ ذلتیں کیوں اور صل ہو صلِ خدا خواستہ  
 اے خوشامرزے کہ فکرِ عشرتِ فردا کنی  
 زندگی نو ذرا سببِ فنا پسید کنی

جھوم کر اٹھ ابر نیلیاں کی طرح دُربار ہو مطلعِ عالم یہ چھانے کے لئے تیار ہو  
 خود ہو تو بزار اس دنیا کے کرو جہل سے اس کچھ پہلے کہ دنیا تجھ سے خود بزار ہو  
 تو سوارِ دوشِ حریت رہا ہے عمر بھر تجھ سے کس نے کہدیا ہے غاشیہ بزار ہو  
 پھونک دیا ماحول کی ساری غلط سامانیا سوزِ دل سے آتشِ افکنِ مثلِ موسیقار ہو  
 پھر فضائیں چیم اقبالِ مسلم کو اڑا کاروانِ زندگی کا قافلہ سالار ہو

خاک کرے یہ جمہودا فروز سامانِ حیات

پاک کرے خرمینِ کہنہ سے میدانِ حیات

اے مسافرِ پائے ہمتِ جانبِ نزلِ بڑھا حوصلے اپنے بمقدارِ بساطِ دل بڑھا

اس طلسمِ دہر میں کب تک رہیگا حیرتی      آئینہ زارِ عمل میں جو ہر تابلِ بڑھا  
مرکزِ موجود سے بڑھنے کی سعی و فکر کر      دل میں اپنے جذبہ آزادی کا ل بڑھا  
پھیل کر اجرِ اقل اندوڑنے میں لطیف      ہے جو آسانی کا جو یادِ سختِ مشکل بڑھا  
انقلابِ انگیز بھر ہے محض عالم کا رنگ      اُسٹھ سحر مئے کو ہے شمعِ سحر محفل بڑھا  
گوشہ گوشہ میں شعاعِ مہر بن کر پھیل جا  
او پھر دشتِ چمنِ گنگ و چمن پر پھیل جا

## میں چاند بکھوگا

کوں اکہم نفسِ نظارہ نیم فلک کیونکر      کہ فرصت ہی نہیں انہی غم سے اٹھانے کی  
درِ دیوارِ حب سے بٹ گئے اٹھتی نہیں نظریں      اک فنا دہ میں سی گوی ہے عیش خانے کی  
طلوعِ مہر ملے تب تک سلسل اک فسانہ ہے      بکھر کر وزِ طجائی میں کڑیاں اس نسلنے کی

زمین کا منظر تاریک بینائی بھی لے ڈیا      تماشاۓ فلک کیونکر گریں آنکھیں زمانے کی  
 نظر پر کیا اثر ہو دلفریبی مناظر کا      مسمے ہونٹوں میں اے بہت کہاں کھینچ کر آنے کی  
 زمیں میں تیرا اپنی نظر کی جذب کرنے سے      کہ کون لٹنی ہیں دستیں اس کا خانے کی  
 عقیدت کی بلندی پر نئی دنیا بناؤں گا      میں سجدوں میں اٹھا لایا ہوں فلک کا آستانے کی  
 وہ دنیا آسمان سپر ہوں چاند ہوں لاکھوں      جنہیں تمت بہ عبادت بھل کر ڈوب جانے کی  
 چمن بوئے گلچن جن پر خزاں آئے ہوئے لڑنے      ارم بن گئے جھوٹے جن میں خیر آشیانے کی  
 جہاں صد ہی صد ہو محبت ہی محبت ہے      ضرور ہی نہ ہو آئین خیر و شر بسنے کی  
 جہاں ہر سانس میں بوجھ بقاءے جادانی ہو      جہاں باقی نہ ہوں رحمتیں ٹپنے مٹانے کی

{ غلامی اور پامالی کو جس دن ماند دیکھوں گا }  
 { تو پھر اے ہم نشین میں سر اٹھا کر چاند دیکھوں گا }

# بانگِ درا

خورشیدِ عِلّ ضیافتاں ہے سارا ماحولِ نوجواں ہے  
 پھر منکرِ حصولِ آشتیاں ہے تیار ہو رہنما کہاں ہے  
 ہنگامِ درائے کارواں ہے  
 پھر دشتِ وحش کا ذرہ ذرہ پھر بزمِ کُن کا ذرہ ذرہ  
 پھر خاکِ وطن کا ذرہ ذرہ منزل کی طلب میں سرگراں ہے  
 ہنگامِ درائے کارواں ہے  
 پھر منہ کی مجلسِ عزائیں احرار کی خلوتِ وفا میں  
 اسلام کی شیریں نصائیں گونجا ہوا نعرہ ازاں ہے  
 ہنگامِ درائے کارواں ہے



موقوف ہے کوچ جس سحر پر طاری ہے ابھی سے بامِ دور پر

ہے صبحِ رحیل اپنے سر پر صرنِ ایک ہی راتِ دیریاں ہے

ہنگامِ درائے کارواں ہے

ہے صبحِ تلاشِ قصہ خواں کیا اندیشہٴ فرصتِ بیاں کیا

اب خدشہٴ طولِ داستاں کیا یہ لمحہٴ ختمِ داستاں ہے

ہنگامِ درائے کارواں ہے

پابندیاں اب ہیں نہیں اس خود داریوں کا ضرور ہے پاس

اللہ رے انقلابِ حساس اب سجدہٴ خلافِ آستاں ہے

ہنگامِ درائے کارواں ہے

ہستی اپنی حشرِ اب کر دو امید کو کامیاب کر دو

دنیا میں اک نفتلاب کر دو اعلانِ ہیسیاں ہاں ہے

ہنگامِ درائے کارواں ہے

آج اپنی قنایت دکھا دے بیگانگی کے حجاب اٹھا دے  
 بے خوف آگے قدم بڑھا دے ہندی کو صلائے امتحاں ہے  
 ہنگامِ درائے کارواں ہے

## عید

(عسلا می کے عالم میں)

جس دن تکینِ مستلبِ مکن ہو گی مشرق کی فضا خموش و ساکن ہو گی  
 میخانہٴ حریت میں آئیں گی بہارِ سخلِ مری خاصِ عیدِ سن ہو گی

تسکین و نشاطِ خستہ کاموں کی نہیں گلگشتِ چمنِ گراں خرابوں کی نہیں  
 آزاد ہیں جن کے ملک جو ہیں آزاد عید اُن کی ہے دنیا میں غلاموں کی نہیں

# ایک لمحہ فکریہ

کیا خبر تھی آئینِ گاہِ دنیا میں ایسا انقلاب  
ہستی عالم تغیر آشنا ہو جائیگی

سلب ہوگی قوتِ پروازِ مرغانِ چمن      بادِ صرصرِ دفعۂ بادِ صبا ہو جائیگی  
حُسنِ خودِ جھک جائیگا پائے نیازِ عشقِ بے      اس قدر بے قدریِ ناز و ادا ہو جائیگی  
پھول کی آغوش سے بریں گے زہرِ آلودِ غما      باغ کی ہر شاخِ خنجرِ آزما ہو جائیگی  
قص میں رقاصہ ہوگی تیغِ اندر آستیں      ساری محفلِ کشتہ ناز و ادا ہو جائیگی  
زندگانیِ رویگی بے چارگی کے سامنے      اور اجل بھی ہم غلاموں سے خفا ہو جائیگی  
کارِ روانِ غافلِ پڑا سوتا رہیگا راہ میں      اور سرمہ در گلو "بانگِ درا" ہو جائیگی  
برہن کے دل میں ہوگا موجِ نِیلِ فانِ در      اور حقیقتِ قلبِ سید سے فنا ہو جائیگی

بے اثر ہو جائیگی کیفیتِ خونِ حسینؑ      خلق میں شانِ یزیدی رونما ہو جائیگی  
 آستانِ غیر ہو گا اور مسلمانوں کے سر      یہ مجاہد قوم بُزدل بے حیا ہو جائیگی  
 اک سلسلِ مکیبی ہو متقل اک بے حسی      قومِ ایوبیؑ کے دل کا آسرا ہو جائیگی  
 عالمِ انسانیت یوں شعلہ زن ہو جائیگا      ساری دنیا نذر ظلمِ ناروا ہو جائیگی  
 ”آنکھ جو کچھ دکھتی ہے لب پہ آسٹھ نہیں  
 مچھو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی“

## کمالِ ہمیرِ ساقی؟

خرابِ کپل شدم از خمارِ دو رفتن — کجاست ساقی من؟

شرابِ تازہ دمِ خالقِ نشاطِ کُن — کجاست ساقی من؟

ہر ایک سو ہے غلط اشتعالِ قومیت  
 یہ انحطاط یہ تغیرِ حالِ قومیت  
 کہیں ہے ماتم اوج و کمالِ قومیت  
 کہیں زوالِ جمال و جلالِ قومیت  
 نہ شورِ مشربِ سرمد نہ ذکرِ دار و رسن — کجاست ساقیِ من؟

شکلب ہے نہ سکونِ خیالِ باقی ہے  
 نہ فکرِ دوشنہ پروائے حالِ باقی ہے  
 حُجْمِ شراب میں دُرُ دِمالِ باقی ہے  
 بجائے عرقِ انفعالِ باقی ہے  
 بسجست آبِ فسانہ زِ آتشِ خرمن — کجاست ساقیِ من؟

یہ سارے شورِ حجابِ کرم سے اُٹھیں ہیں  
 یہ فتنے نقشِ خموشِ قدم سے اُٹھیں ہیں  
 یہ حشرِ آن کی ادائے ستم سے اُٹھیں ہیں  
 یہ جتنے جھگڑے ہیں یہ وِہم سے اُٹھیں ہیں  
 گزر ز سجدہ کعبہ بہ دیرِ بُتِ بشکن — کجاست ساقی من؟

نسیم صبح کی زقار میں وہ نسیم نہ رہا  
 وہ محنتوں میں پُرانا مذاقِ رم نہ رہا  
 وہ آبتار میں جوشِ طرازِ یم نہ رہا  
 شگفتِ غنچہ و گل میں دہ کیفِ کم نہ رہا  
 خزاں چکید ز رنگینی بہارِ چمن — کجاست ساقی من؟

نشاۃ دوش کے اب چرخ لے چکا بدلے  
 ہم اپنا حال بدلیں تو پھر نضا بدلے  
 شراب تھیں کرے ساز میں صد بدلے  
 خطامعاف اب آئینِ میکدہ بدلے  
 ربابِ مطربِ غمناہ موجِ بادہ بزن — کجاست ساقی من؟

پلا، پلا وہ مئے کیفِ انتساب پلا  
 جو ہو محرکِ احساس وہ شراب پلا  
 خلش نصیب ہوں رائے صطراب پلا  
 پلا شباب؟ جب تک، چلا شباب پلا  
 کہ بہت منحصر کیفِ کامیاب شدن — کجاست ساقی من؟

نئی شراب ہو مینائے لالہ و گل میں  
 جدید کیف ہو صبا ئے لالہ و گل میں  
 صنیائے نو ہو تجلا ئے لالہ و گل میں  
 نیا سرور ہو دنیا ئے لالہ و گل میں  
 شعاعِ بادہ بریزد ز شاخِ سحر مہمن — کجاست ساقی من؟

پلائے وہ بے نگیں وہ بروجِ ساغر جم  
 کہ جس پہ ناز کرے رنگِ اہنِ مریم  
 چراغِ صحنِ کلیسا ہو شمعِ بزمِ حرم  
 جبینِ دیر سے جاری ہو چشمہٗ زمزم

شود ز سائل کو شرطِ طالعِ صبحِ حمن — کجاست ساقی من؟



یہ شورِ مالہ و فزیا د ختم ہو جائے  
 فسادِ عالمِ ایکبا د ختم ہو جائے  
 یہ انحطاطِ یہ اُفتا د ختم ہو جائے  
 یہ غمِ بچکانی رودا د ختم ہو جائے  
 بنا کند شفقِ نو برائے شامِ وطن — کجاست ساقیِ سرِ کج؟

## وطن میرے بعد!

لٹ گیا وضع و محبت کا چمن میرے بعد      نجدِ بے قیس ہے صحرائے وطن میرے بعد  
 اب کہاں بارشِ مے اور دھیرا سلا جلال      موجِ یخ بستہ ہے دریائے جن میرے بعد  
 اب کہاں کیفِ شبِ باہ و سرِ جامِ شراب      تشنہٴ بادہ ہوئے سحر و سمن میرے بعد

اب کے جرم پرستی کا مذاقِ بیباک      اب یہ بیکار سے بینِ ارد و سنِ میسے بعد  
 اب کے حفظِ فراوانی پر داز کی منکر      ہر کوئی اڑنے لگا سوئے چمن میسے بعد  
 اب کے ہمتِ تسلیم نہ سبِ رنگیں      سخت یا بوس ہے وہ عہدِ کن میسے بعد  
 اب کے قوتِ تاراجی کُلِ گلشن میں      کون آباد کرے صحنِ چمن میسے بعد  
 اب کے جراتِ زندانِ بہ اندازِ بہار      شوخ و آوارہ نہیں بٹے چمن میسے بعد  
 اب کے حسرتِ احیائے روایاتِ جنوں      کیوں بنے گا کوئی مردودِ چمن میسے بعد  
 اب کے حوصلہِ حکمِ زباں بندِ شوق      لبِ خاموش ہے ہر غنچہ دہن میسے بعد  
 اب کے دولہ نغمہ سرائی و سرود      سب نے پہنا ہے خموشی کا کفن میسے بعد  
 غیر سے غیر بھی ہے عز و طن فحشِ وطن      کوئی کیوں ہونے لگا تنگِ وطن میسے بعد  
 غمِ اسیری کا نہیں مجھ کو تو افسوس یہ ہے      شبِ بے نالہ بنی صبحِ چمن میرے بعد  
 شرِ آہ سے غربت میں چپاغاں ہے تو کیا      تیرہ و تار ہی شامِ وطن میرے بعد  
 سر پرستِ غم و اندوہ اٹھا دنیا سے      مستقل سو گئیں ہیں رنج و محن میسے بعد

گریہ پیہمِ خونیں کا تیجہ نکلا      مسکرائی شفقِ شامِ وطنِ میرے بعد  
 میرے ہی دم سے تھی تجدید کی عظمت باقی      اب کوئی زندہ کرے رسمِ کفنِ میرے بعد  
 نہیں آہوں کا دھواں گرمیِ منگامہ ہو      خیر نکھری تو سہی شامِ وطنِ میرے بعد  
 سرِ محفل وہ ترا قتل کی دھمکی دینا      کس کو مارے گا یہ بیاختہ پنِ میرے بعد  
 مرگِ غربت مجھے راسِ آئی منادی کر دو      سُرخ تر ہے افقِ صبحِ وطنِ میرے بعد  
 ساقیِ دابر و صبحی کو نویدِ نصرت      ختم ہے سلسلہٴ سیرِ حمنِ میرے بعد

اب کے ذوقِ بلا نوشی پیہمِ ستاِ عنبر

کون ڈھالے گا سیرِ حمنِ میرے بعد

# ۳ ماسیج ۱۹۳۱ء

## ”گاندھی اردن معاہدہ“

پھر بنا غیرتِ فروس ہر لایو ان چمن  
 ہوئی آراستہ پھر زلفِ پریشان چمن  
 ساغرِ شوق میں بھر دے مے من تسکین  
 سا قیا تجھ کو ہے سو گندِ جوانان چمن  
 آج بی بی ہے پلانی ہلندِ حافی ہر مجھے  
 تاب کے عبرت لبِ خشکی دامان چمن  
 اسے زہے کیف وزہے زورِ نوا ہے بلبل  
 جمع ہیں مرکزِ تسکین پہ جوانان چمن  
 پھر وہی موسمِ گل ہے ہی جوشِ پرواز  
 پھر ہیں نعماتِ مے باعثِ طوفان چمن  
 ٹکڑے ٹکڑے ہر نفسِ ام ہے پارہ پارہ  
 آگئی جوش میں پھر قوتِ ارکان چمن  
 بارشِ امن ہے ہستی ہوئی آئی ہے ہوا  
 ہے مُبَدَل بہ سکونِ ریشِ ران چمن  
 چشمِ صیاد نے کیا خوب تلافی کر دی  
 نلکہ لطف ہوئی باعثِ تاوان چمن

ہر نظر عشرتِ جذبات سے گرماتی ہے  
آج کانٹوں سے بھی ہنسنے کی صدا آتی ہے

بزمِ بیدا میں پھر جمع ہے سامانِ وفا      درو دیوار پہ پھر ثبت ہے عنوانِ وفا  
پھر ہمارا آئی شبابِ گلِ دلالہ بن کر      رنگِ افروز ہوا خونِ شہیدانِ وفا  
اُن سے دیکھی نہ گئی میری تباہی کی ادا      آہِ خونریزی جذباتِ پریشانِ وفا  
سر کیا معرکہ شوق کو بے تیغ و تفنگ      کوئی دیکھے تو سہی قوتِ مردانِ وفا  
اُن کو شرم آ ہی گئی اپنی جفا خوی پر      اب سحرِ سن ہے اور سایہِ دامانِ وفا  
خلوتِ بلبلِ صیاد کے اسرار نہ پوچھ      شق نہ ہو جائے کہیں سینہٴ عرفانِ وفا  
ہاں پشیمانی بیدار دہ پہی ایک نظر      کب تک آخر یہ تماشائے پریشانِ وفا  
چمنِ ظلم سے سچا پیام یہ کیا آیا !      ہوئے اک لمحہ میں آزادِ اسیرانِ وفا  
پرچمِ صلح کے سایہ میں ہے دو شیرِ مہمن      جگمگاتا ہے ستاروں سے گریبانِ وفا

ساعتِ صلح نگاہیں بعد انداز رسید  
مژن اے اہلِ چمن موسمِ گل باز رسید

# ساقی نامہ اقوام

۱۹۳۲ء

ساقیا نوروزِ میخانہ ہو آج	گردشِ ایامِ افسانہ ہو آج
جمعِ اک مرکزِ پہاں اجزا تمام	فرقِ اس مفضل سے بیگانہ ہو آج
ایک پیانے میں سب کچھ ڈھال دو	ایک ہی ہم سب کچھ پیانہ ہو آج
حوصلوں میں ہو بلندی جلوہ گ	ہمتوں کا رنگ مروانہ ہو آج
اب کہاں وہ آتشِ بیگانگی	اتحادِ شمع و پروانہ ہو آج

مٹ گیا دیر و حرم کا امتیاز      عظمت کعبہ بنم خانہ ہر آج  
نعرہ میکش ہر صوت غلیب      ساز کی آواز ستانہ ہر آج

”ساقیا بر خیز و درودہ جام را  
خاک بر سر کن عتسم ایام را“

متحہ بیٹھے ہوئے ہیں بادہ نوش      کوئی ہر افسانہ خواں کوئی خموش  
سب کے ساغر میں مے یک رنگ ہے      ایک ہے سب کے پیمانوں میں حبش  
بزم میں پھیلا ہوا تھا اختلاف      کس قدر تھا خون آگین خواہش  
تھی گل و لالہ میں جنگِ گری      اور گلچیں تھا خلافِ گل فروش  
ہم نے سب دعوتِ توحید دی      ہم نے بھر دی کیفِ آغوشِ گوش  
اب کہاں وہ غفلتِ خوانِ نقابت      آگیا اک رجزِ ستانہ سے ہوش  
رنگِ بر گلستانِ آج ایک ہی      بنو خیز و بنو بیز و بنو ویش

## ساقیا بر خیز و در دہ جام را خاک بر سر کن عنیم ایام را

اور کچھ ہے آج شانِ میکدہ      ہے خدائی میہانِ میکدہ  
ایک ساتی اک سدا اک جام پر      شفق ہیں میکشانِ میکدہ  
معتب تک آج بیگانہ نہیں      ہی یہی اخلاص جانِ میکدہ  
سب ہیں سرخوش بکین سرمایہ دار      سر بہ خاک آستانِ میکدہ  
شاد ہیں آباد ہیں آزاد ہیں      ہی نئی دنیا جہانِ میکدہ  
”برہمن“ خود ہے سبوبردار آج      ”شیخ“ خود ہی پاسبانِ میکدہ  
عشرتِ امروز کی تکمیل کر      روح تشنہ ہی بجانِ میکدہ

## ساقیا بر خیز و در دہ جام را خاک بر سر کن عنیم ایام را

کیف و کم میں ہے مشکلِ تیار      چھیرے چلے جہاں سے اپنا ساز



زندگی ہے نامِ صلح و امن کا      منکشف یہ ہو چکا ہے ہم پیداز  
 مختصر افسانہ عنہم کر دیا      عمر بادہ باد در عالمِ دراز  
 معجزہ نکلی شرابِ اتحاد      ہے لبِ محمود پر جامِ ایاز  
 اسے جزاک اللہ موجِ بیخودی      رقص میں ہے آسمانِ چھباز  
 ہر کلی ہر پھول ہے گلشن میں آج      نوبہارِ زندگی سے سرفراز  
 عیدِ یحییٰ نہ تو ام میں،      منکرِ فردا ہے خاطرِ بے نیاز

ساقیا بر خیزو در درہِ جامِ را  
 خاک بر سر کن عنہم ایامِ را

گلشنِ ہند و تاں آزاد ہو      جنتِ برباد پھر آباد ہو  
 ہو مرتب اک نیا قانونِ گل      اک نئی رسمِ چینِ ایجا ہو  
 کاش یوں بھی انقلاب آئے کبھی      خود مری ہر اک نظرِ صیاد ہو  
 باغباں پیدا ہو خاکِ بلبل سے      اور جو گلچیں ہو گلشنِ زاد ہو

باغ میں کوئی نہ ہو اب پابِ گل    سروِ مولالہ ہو یا شمشاد ہو  
 اے معنی تجھ کو بر لبِ طاقی قسم    سب مُنائے آج جو کچھ یاد ہو  
 خشتِ میخانہ ہے سنگِ اتحاد    قصرِ آزادی کی یہ بنیاد ہو  
 ساقیا برخیز و درودِ جامِ را  
 خاکِ بر سرِ کنِ غمِ ایامِ را

## اعلانِ آزادی

ہم آج سے ہیں آزاد — آزاد — آباد  
 لے اپنا قفسِ صیاد — صیاد — برباد

ہے مقتلِ سبزہ زار

ہر پتھر ہے خوں بار

ہر قطرہ ہے گلزار

ہر ذرہ ہے کیاد — کیاد — شہاد  
ہم آج سے ہیں آزاد — آزاد — آباد

(۲)

انکارہ ہے ہر گل

وہ گل ہو یا بلبُل

ہے باغی جز و گل

وہ سرو ہو یا شمشاد — شمشاد — گلزار  
ہم آج سے ہیں آزاد — آزاد — آباد

(۳)

گلزار میں ہے اک جنگ

بچنے کو ہے غنیمت جنگ

پھوٹے گاکھوں کے نگ

ہولی ہے مرے صیاد — صیاد — برباد  
ہم آج سے ہیں آزاد — آزاد — آباد

(۴)

ہے خون میں گلشن چور

ہر گُل کا ہے دامن چور

زخموں سے ہے تن بن چور

یہ تاریکی بیدار! — بیدار!! — صیاد؟  
لے اپنا نقش صیاد — صیاد — برباد

(۵)

اورنگ چمن کو چھوڑ

اُٹھ تاج سمن کو چھوڑ

ہٹ گنگ جمن کو چھوڑ

اب خود ہیں ہم شہزاد — شہزاد — مہزاد  
ہم آج سے ہیں آزاد — آزاد — آباد

(۶)

پسندِ نفس کو بھول

کاشانہ خس کو بھول

اب دامِ قفس کو بھول

اب سر و بھی ہو آزاد — آزاد — آباد  
لے اپنا قفس صیاد — صیاد — برباد

(۷)

ہاتھوں پہ ہے سر اور جان

آنکھوں میں ہیں سوطوفان

انسان ہیں ہم انسان

اب ہوش میں آ صیاد ————— صیاد ————— برباد  
ہم آج سے ہیں آزاد ————— آزاد ————— آباد

(۸)

زنجیر کے ٹکڑے تھام

شمشیر کے ٹکڑے تھام

لے تیر کے ٹکڑے تھام

یوں ہوتے ہیں آزاد ————— آزاد ————— صیاد  
لے اپنا قفس صیاد ————— صیاد ————— برباد

(۹)

اے ساقی لالہ نام

اُٹھ اور اُچھال اک جام

ہے جام ہی میں انجم  
 میخانہ رہے آباد ————— آباد ————— آزاد!  
 ہم آج سے ہیں آزاد ————— آزاد ————— آباد!

(۱۰)

آزادی کی ہے دھوم  
 مستوں میں مل کر جھوم  
 آکاش کے رتھ کو چوم  
 ہواک قص آزاد ————— آزاد ————— دلشاد  
 ہم آج سے ہیں آزاد ————— آزاد ————— آباد

# کوہِ تلوشان کے شہید اُن ۳۸۰ رضا کارانِ چین کے نام

”جولائی ۱۹۳۷ء میں چین پر جاپان کے حملوں کی مدافعت کرتے ہوئے مشرقِ بعید میں سرحد کو ریاکوہ تلوشان پر شمالی ایشیا کی ہنجر کر دینے والی سردی کی شدت سے جم کر رہ گئے جن کے ہنجر اجسام پر گرم وردیاں اور ہاتھوں میں رانٹیں تھیں اور جو مکر بھی بہادر سنتریوں کی طرح کھڑے ہوئے داد و فادے رہے تھے“

تخیلِ عازم پر دوازہ کوہِ تلوشان پر      حدودِ کوہِ ریابرسرزمینِ خوں بداماں پر  
جواکِ بازیچہ خوں ریز ہے آثارِ مشرق میں      جواکِ شہد ہے تاریخی شہادتِ اُرد مشرق میں  
جواکِ جادِ گلشنِ اک بہارِ غیر فانی ہے      جو استقلال کی اک یادِ کارِ غیر فانی ہے



جہاں اک کارواں سویا ہوا ہے آدھیت کا      جہاں مدفن بنا ہے چین کی روحِ قصدا کا  
 جہاں خود مطربِ فطرتِ بابِ غم بجا ہے      جہاں وقت اپنی لہجہ زار میں نہ سنا ہے  
 جو استعمار کی قربان کاہِ حشرِ سماں ہے      جو ارضِ چین کے سینہ پہ اک گنجِ شہیدان ہے  
 جہاں اک شمعِ روشن کی وطن پر والوں نے      چرغاں کر دیادنیامیں چینی نوہالوں نے  
 زمانے کی کوئی آندھی بچھا سکتی نہیں سکو      کبھی تاریخ بھولے سے بھلا سکتی نہیں سکو  
 پرستارِ انِ حریت کا جو اونچا شوالہ ہے      بہادر اور قدسِ حسنیوں کا جو ہمالہ ہے  
 زمانے میں بہت اونچا چوکِ چرخِ بابل ہے      چوکِ گردونِ عظمت ہے چوکِ عرشِ شجاعت ہے

جہاں پہرہ وطن پرٹنے والے مکے دیتے ہیں

زمانے سے شجاعت اور وفا کی داد لیتے ہیں

خدا کی رحمتیں ہوں نوہالانِ چمنِ تم پر      فلک سے پھول بریں آ شہیدانِ وطنِ تم پر  
 قیامت تک تمہارا نام مردِ اہو نہیں سکتا      وفا و فرض کا نقشِ دھندلا ہو نہیں سکتا  
 کبھی جب یاد آو گے وطن پرٹنے والوں میں      نئی اک زندگی ہو جائیگی پیدا خیالوں میں

بدن میں خون کی ہر بوند اترے تھر تھریگی      رگوں میں آدھی کے ربع ایماں دوڑ جائیگی  
 قدم فرض و وفا کی راہ میں جب لگ جائیگی      تمہارے مجھ جہاں اُس دن کام آئیگی  
 تمہاری یاد اُکھڑے پاؤں میں جا دیگی      محبت اور ہتھکڑی کا امرت پلا دیگی  
 رنگا ہے جس کو خونِ گرم نے عبرت کے دامن پر  
 وہ پرچمِ حشر تک لہرائیگا کوہِ تلوشاں پر

## نیا پہنجاری

کوئی ہے بسا رہین کا پہنجاری      کوئی ہے گل و یاسمن کا پہنجاری  
 بُتِ مولوی کو کوئی پوجتا ہے      کوئی قشتِ برہن کا پہنجاری  
 غلامِ عدلانِ زمزم ہے کوئی      کوئی موجِ گنگ و جمن کا پہنجاری

مگر میرا ذوقِ پرستشِ حُدا ہے

میں سآغرموں اپنے وطن کا پُجاری

کوئی ہے پرستارِ گیسوئے ہندو کوئی ہے بُستِ سیمِ تن کا پُجاری

کوئی سُرخِ ٹیکے پہ سرِ دھن رہا؟ کوئی شعلہٴ انجمن کا پُجاری

کوئی ہے مُردِ کُنیزِ انکببہ کوئی دُستِ برہمن کا پُجاری

مگر میرا ذوقِ پرستشِ حُدا ہے

میں سآغرموں اپنے وطن کا پُجاری

رشی کیش میں کوئی بیٹھا ہوا ہے کوئی ہر کی پیڑی کے گن گارہا ہے

بنارس کی گلیوں میں پھرتا ہے کوئی مزاروں پہ جا کر کوئی ناچتا ہے

کلیسا میں ہے محوِ تلیث کوئی کوئی دیر میں مُور تپوچتا ہے

مگر میرا ذوقِ پرستشِ حُدا ہے

میں سآغرموں اپنے وطن کا پُجاری

وطن وہ وطن وہ مہکتا شوالا      وہ راحت کا مندر، محبت کا کعبا  
 خطیب ہمالہ کا زکار منبر      وہ جمنائی گودی، وہ گنگا کا جھولا  
 وہ مندر ہے میرا وطن جسکے اندر      ہزاروں خدا ہیں تو لا کھول کلیسا  
 مگر میرا ذوق پرستش جدا ہے

میں ساغر ہوں اپنے وطن کا پجاری

وہابی ہے کوئی، کوئی سہتاتی      معاہدہ کسی نے بنائے ہیں ذاتی  
 ہر اک سے محبت، ہر اک سے اخوت      میں ہندی ہوں مذہب مرا کائناتی  
 محبت سے اونچا نہیں کوئی مذہب      محبت سے اونچی نہیں کوئی حیاتی  
 مگر میرا ذوق پرستش جدا ہے

میں ساغر ہوں اپنے وطن کا پجاری

ہر اک قید فرضی سے آزاد ہوں میں      ترقی دہ بزمِ احباب ہوں میں  
 عقیدے مرے سامنے کانپتے ہیں      اصولِ محبت کی بنیاد ہوں میں

نہ زُنارِ کاعنم نہ تسبیح کا غم دماغی عنلامی سے آزاد ہوں میں  
 مگر میرا ذوق پرستش حبدا ہے  
 میں ساغر ہوں اپنے وطن کا پجاری

## جمہوریت (مغرب کے دستور جمہوری کا خاکہ)

سناؤں حال کیا اور ہم دیرین مانے کا کہاں ہر غم سے جو صدا بے لٹھانے کا  
 عجب بل چرک انتظام گل فشانے ہے کہاں بختہ جانوں کے مجالِ نغمہ خوانی ہے  
 کبھی اک لالہ رنگیں چرک خون کرتا تھا مگر اب اک قیامت اجتماع گل سے ہے پیدا  
 اصول نو غلاموں کیلئے اُسا و مغرب کا وہ اک ام فریب نگ و بوسیا و مغرب کا

سرحمیتِ جہور پر حملہ کُٹاں ہونا      مساوات و محبت کے ہائے حکمراں ہونا  
 مسلسلِ دشمنیت کا اک بیکار ساحل      میانِ خواجہ و مزدور اک مسودہٴ ہٹل  
 دماغِ عقل کا حملہ دیا جہل و کجبت پر      جہاں میں آدمی کا جورِ بجا آدمیت پر  
 توازن ساز ہو کر اک نمایاں سوزِ شخصیت      شہنشاہیتِ مطلق کی اٹھ قفل شدہ صورت  
 کبھی شانِ شہنشاہی کبھی جانِ شہنشاہی      جہاں میں سب بڑھکر مرنیہ خواہ شہنشاہی  
 نئے قالب میں کندہ رازِ دنیا کی تباہی کا  
 لباسِ نو میں اک جلالِ ستبدادشاہی کا

## مذہب

اے علم بردارِ مذہب اے دماغِ منتشر      تو نے مذہب پر کبھی ڈالی بھی ہو گہری نظر  
 کیا تجھے معلوم ہے مذہب کا منشا ہے صحیح؟      کیا تو کرتا ہے اس کی کوئی تفسیرِ صریح؟

نفسِ مذہب کی بھی کی ہو کوئی تنقید بھی      تیرے ذہن کو میں ہی قوتِ تجدید بھی  
 تو سمجھتا ہے کہ مذہبِ تعصب ایک ہے      علم میں اور جہل میں بطورِ تباہی ہے  
 تو سمجھتا ہے کہ مذہب صرف پیرے کا ہی نام      ظلمتوں میں آدھیتی پوری کا اہتمام  
 تو سمجھتا ہے کہ مذہب جبر و عتنامہ ہے      امتیاز ملتِ بیضاللباس و جامہ ہے

مذہبِ اکِ جذبہ ہے خالی شورِ اہام      مذہبِ اکِ شتہ ہی وابستہ خدا کے نام  
 مذہبِ اکِ حمت ہی شورِ گاہِ عالم کیلئے      اکِ ذریعہ ہے نجاتِ ابنِ آدم کیلئے  
 مذہبِ اکِ آئین ہی اخلاق و تہذیب کا      مذہبِ اکِ مینہ ہی تعلیم اور تادیب کا  
 مذہبِ اکِ پیغام ہی امنِ سکونِ عام کا      مذہبِ اکِ بطلان ہی عصبیتِ اوہام کا  
 مذہبِ اکِ تلوار ہی جہلِ مرکب کیلئے      مذہبِ اکِ تسکین ہی کونین میں سب کیلئے  
 مذہبِ اکِ سودگی ہی ہستیِ مغموم کی      مذہبِ اکِ وحانیت ہی عالمِ معلوم کی  
 مذہبِ اکِ قاتل ہی ظلم و جورِ مستبد کا      مذہبِ اکِ صوِریل ہی فطرتِ آزاد کا

اک وسیلہ ہے خدا کی یاد کرنے کیلئے      روح کو انوار سے آباد کرنے کیلئے  
 باد و آتش سے اس کا بطن آلودگی سے      اے غلط اندیش نہ ہر کب تعلق دل سے ہے  
 صرف کیوں نہ ہب کو کرتا ہر جہالت کیلئے      روح کو کرتا ہے ضائع مادیت کیلئے ؟

مولوی ہے یا ولی یا صاحب منصب ہے تو  
 جہل کو مذہب سمجھتا ہے تو لاندہ مذہب ہے تو

## ترانہ شباب

اے جوانو، نوجوانو ————— توڑ دو بند زارِ غلامی  
 خوش جہالو، تونہالو ————— پھینک دو سرِ بارِ غلامی  
 احسین علیؑ کے سپو تو      اے محمدؐ کے شہنہ دریدو  
 نسل سے بادشاہوں کی تم ہو



پھر بھی ہو یادگارِ غلامی؛

اے جوانو! جوانو!

ابھینو کی اولاد تھے تم عہدِ بڑی کی ودا تھے تم

یا ہے پہلے آزاد تھے تم

اب ہواک یادگارِ غلامی

اے جوانو! جوانو!

یہ تمہاری چھلکتی جوانی اور لعنتِ جاودانی

یہ سراسیمگی، سرگرائی

یہ دلی داغدارِ غلامی!

اے جوانو! جوانو!

اِس غلامِ آسمان کو اُلٹ دو ارضِ منہ پتوں کو اُلٹ دو

ہو سکے تو جہاں کو اُلٹ دو

کیونکہ باقی دیا غلامی

اے جوانو، نو جوانو

ختم ہو دو ربربادیوں کا وقت ہی عالمِ بربادیوں کا

کرد و اعلانِ آزادیوں کا

ہو چکا اشتہارِ غلامی

اے جوانو، نو جوانو

اپنی عزت کی منی بجاؤ اپنی عظمت کی بھیری بجاؤ

آتشِ افشاںِ نفیری بجاؤ

پھونک دو نعمہ زارِ غلامی

اے جوانو، نوجوانو

یہ وطن ساری تو مون کا ملجا    یہ وطن مسکنِ اہلِ وفا کا

یہ وطن ساری دنیا کا کعبا

اور یوں شرمسارِ اسلامی!

اے جوانو، نوجوانو

آن ظاہر ہو اہلِ وفا کی    شان ظاہر ہو دستِ خدا کی

ہے جہاں قبرِ اہلِ وفا کی

اب ہاں ہو مزارِ اسلامی

اے جوانو، نوجوانو

نغمے نغمے سے سیراگ بمے ہر طرف آتش اگ بمے  
 ہر طرف سے نئی اگ بمے  
 جل اٹھے کاروبارِ اسلامی

اے جوانو، نوجوانو

ع

جٹلانی رنگ سکوں کو خپایا جائیگا جب میری غیرت کو دولت لڑایا جائیگا  
 جب گلفلاس کو میری دبا یا جائے گا  
 اے وطن! مس وقت بھی میں تیرے نغمے کاؤنگا  
 اور اپنے پاؤں سے انبارِ زر ٹھکراؤنگا

مجھے پیروں سے عرباں کھکے باندھا جائیگا گرم آہن سے مے ہنٹوں کو داغا جائیگا

جب دکتی آگ پر محکولٹا یا جائے گا  
 اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا  
 تیرے نغمے گاؤں گا اور آگ پر سو جاؤں گا

اے وطن جب تجھ پر دشمن گولیاں برسائیں گے  
 سرخ بادل جب فیصلوں کی تری چھا جائیں گے  
 جب سمندر آگ کے بُرجوں سے ٹکڑے کھائیں گے  
 اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا  
 تیغ کی جھنکار بن کر مثل طوفاں آؤں گا

گولیاں چاروں طرف گھیر لیں گی جب مجھے  
 اور سنگینوں پہ چاہیں گے اٹھانا مجھے  
 اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا

مرتے مارتے اک تماشائے وفا بن جاؤں گا

خون سے نگین ہو جائیگی جب تیری بہار سامنے ہونگی مے جب سرو بخشیں بے شمار

جب مے بازو پہ سر آکر گریں گے بار بار

لے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا

اور دشمن کی صفوں پر چلیاں برسائوں گا

جب زنداں کھلے گا بر ملا میرے لئے انتہائی جب سزا ہوگی روا میرے لئے

ہر نفس جب ہو گا پیغامِ قضا میرے لئے

لے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا

بادہ کش ہونے کی تلخی سے کیوں گھبراؤں گا

جب زنداں کھلیگا بر ملا میرے لئے انتہائی جب سزا ہوگی دامیر کے لئے  
 نفیس جب ہوگا پیغامِ قضا میرے لئے  
 اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نعمے کاؤنگا  
 بادہ کش ہوں ہر کی تلخی سے کیوں گھبراؤنگا

---

حکمِ آخرِ قتل گہ میں جب سُنا یا جائیگا جب مجھے پھانسی کے تختے پر چڑھایا جائیگا  
 جب یکایک تختہ خونی ہٹایا جائیگا  
 اے وطن اُس وقت بھی میں تیرے نعمے کاؤنگا  
 عہد کرتا ہوں کہیں تجھ پر فدا ہو جاؤنگا

---







پیشرو

دوسرا باب





# ا

دہم و خیال سے بُروں ہم و خیال میں بھی آ  
 عالمِ حال سے بلند عالمِ حال میں بھی آ  
 طورِ حلال ہو چکا کوئی نہ حال ہو چکا  
 زورِ جلال ہو چکا بزمِ جلال میں بھی آ  
 تیرے بغیر نا تمام تکملہ حیات ہے  
 حدِ کمال سے فزوں حدِ کمال میں بھی آ  
 اول کار میں نہاں تھیں تری مہربانیاں  
 دینے مجھے تسلیاں منکرِ آل میں بھی آ  
 اول و آخرِ ظہور تیری ضیا سے پائے نور  
 پیکرِ بدر میں چمک شانِ ہلال میں بھی آ  
 نشوونماۓ زندگی تیسے ہی تم قدم سے مٹی  
 بعدِ فراقِ قریبے پر و بال میں بھی آ  
 پھونک دے آتشِ جلالِ میسے شاعرِ حالِ میا  
 رنگِ شور میں جھلک طرزِ خصال میں بھی آ  
 راحتِ روح جو ہم ہو تجھ سے سرورِ آشنا  
 نیشِ فراق کی دوا وحشِ صال میں بھی آ  
 شعلہٴ برق کی طرح دور سے شوخیاں نہ کر  
 عورتِ دامنِ مراد دستِ آل میں بھی آ  
 زینتِ دورِ ساوگی آبروئے شباب بن  
 روئیِ عہدِ کنسی اب خطوِ خال میں بھی آ

تو ہے خوشی کی ابتدا تو ہے الم کی انتہا    صبح سُور کے خدا شامِ ملال میں بھی آ  
 ڈال دے جلوہ مشوہِ سطحِ دل و دماغ پر    تو مرے خواب میں بھی آ میرے خیال میں بھی آ  
 دل کو مرے شہید کر آ نکھسے کو مجھ دید کر    رزمِ جلال بھی دکھا بزمِ جمال میں بھی آ  
 ہمتیں حلِ عقد کی مجھ میں نہیں نہیں سہی    تو ہے خدائے ممکنات قیدِ محال میں بھی آ  
 تجھ سے ہوا تھا بجلی آئینہ سکندری  
 کند ہے قلبِ بغری جامِ سفال میں بھی آ

## م

ہند کے مرکز سے نکلی شاہراہِ زندگی    سب سے پہلی ہے یہی تفسیر گاہِ زندگی  
 ہندیوں کو فیضِ قدرت سے ہوا عرفانِ نفس    جامِ ہندی میں چھلک اُٹھی اے ایقانِ نفس  
 ساحلِ سر جو بہاں اگنگا یہاں، جمنیا یہاں    کرشن اور اودھا یہاں، راما یہاں، سیتا یہاں

راز ہائے زندگی سلجھائے جاتے تھے یہاں اہل عرفان ہر قدم پر پائے جاتے تھے یہاں  
 شمع ہندی ٹھجے کے بھی پیہم دیشاں دھنوں رام کے نورِ ہدایت سے فروزاں ہمنوز  
 جس کا دل تھا ایک شمع طاقِ ایوانِ حیات روح جسکی آفتابِ صبح عرفانِ حیات  
 زندگی کی نعمتوں سے منزلوں و نچا تھا وہ آسمانِ معرفت کا ایک سیارہ تھا وہ  
 سامنے جس کے لرز اٹھا شکوہِ سروری وہ بہادر جس نے باطل کو شکستِ فاش دی  
 جس کا ہر جلوہ شعاع حق کا منظر ہو گیا ذرہ ذرہ جس کے پر تو سے منور ہو گیا  
 ہندیوں کے دل میں باقی ہے محبتِ ام کی مٹ نہیں سکتی قیامت تک حکومتِ ام کی

زندگی کی روح تھا روحانیت کی شان تھا

وہ مجسمِ روپ ہیں انسان کے عرفان تھا



# سیری کمرِ شبن

بندِ راکے گھاٹ ہیں پھر تھامے منتظر      مونچ آبِ منتظر ہیں تارے منتظر  
 درد سے بھری ہوئی ہیں نضائیں منتظر      مندروں کے سائے میں مگھٹائیں منتظر  
 گویوں کی خاک میں زانتظار ہے      ہر کنول کے جام میں خونِ صدف بار ہے  
 کونلوں کی کوک میں گیت کا مزار ہے      موسمِ بہار اک دگھ بھری پکار ہے  
 ہر قدم پہ بادۂ زندگی بہاؤ پھر

لے گو پالِ جھوم کر بنسری بجاؤ پھر

بنسری کی تان سے صبحِ شام مست ہو      ارضِ دلچرخِ مست ہوں منظمِ مست ہو  
 وجدیں ہوں عقلِ ودیں بخودی ہو رقص میں      بنسری کی تان پر زندگی ہو رقص میں  
 بنسری کے کیفِ تالِ جاں ہو رقص میں      اک جاں کا ذکر کیا لامکاں ہو رقص میں

ہاں اٹھاؤ بنسری بنسری اٹھاؤ پھر

اے گویاں جھوم کر بانسری بجاؤ پھر

نند کی کٹی میں تم مثل ماہتاب تھے مثل ماہتاب کیا اصل آفتاب تھے

حسن کی شراب تھے عشق کا ثباب تھے اپنی خود نظیر تھے اپنا خود جواب تھے

بستر ہر حال تھے، راز ہر طلال تھے حسن کا کمال تھے عشق کا آل تھے

اپنے رخ سے پردہ ظاہری اٹھاؤ پھر اک جہاں کو حسن کا حیرتی بناؤ پھر

برج کی فضاؤں کو نشے میں چاؤ پھر

اے گویاں جھوم کر بانسری بجاؤ پھر

فطرت یقین میں اب سوزِ تشنگی نہیں چشمِ شوق ہر طرف تم کو دکھائی نہیں

آنکھ ہے نہ حوصلے، جلوہ ہے نہ طور ہے کور باطنی ہے ایک اور دور دور ہے

موت غمزدہ ہی ہے، زندگی نزار ہے حسن ہے برہنہ سر عشق سو گوار ہے

صبحِ شام گونج اُٹھے اور رات گونج اُٹھے کائنات گونج اُٹھے اور حیات گونج اُٹھے

مُسکرا کے گاؤ پھر، گا کے مُسکراؤ پھر  
اے گویاں جھوم کر بانسری بجاؤ پھر

بانسری کے کیف سے دل کو گدگداؤ پھر      پریم اور پریت کی ریت کو جگاؤ پھر  
زمزموں کی گود سے نکلتیں برس پڑیں      بانسری کی لے سے پھر جنتیں برس پڑیں  
نجم و کوکب و قمر حیدر راہ میں تو کیا      آسمان و لامکاں سدا راہ میں تو کیا  
خود ہی تم کنول بنو، خود ہی مسکراؤ پھر      بوئے گل کے رُوپ میں سب کے پاس آؤ پھر

بانسری بجاؤ پھر دو جہاں پہ چھاؤ پھر  
اے گویاں جھوم کر بانسری بجاؤ پھر

موج کا ستارہ ہو، بانسری کے زمزمے      ساحلِ حُمن ہو اور زندگی کے زمزمے  
مستِ گفتگو ہوں پھر یا سمن کی جھاڑیاں      طورِ عاشقی نہیں برج کی پہاڑیاں

کیسری کے رنگ میں ڈوب جائے زندگی عاشقی کے رنگ میں ڈوب جائے زندگی  
روح بانقاب کا ہر نقاب پھونک دو موت و زندگی ہی کیا سب حجاب پھونک دو

جس طرح بھی ہو سکے ایک بار آؤ پھر

اے گوپال جھوم کر بانسری بجاؤ پھر

ماہ و آفتاب کو حکم انصرام دو پھر شبِ حیات کو اذنِ صبح و شام دو

روحِ منفعل کو پھر عشرتِ دوام دو عشق کی شراب کا تند و تیز جام دو

کلِ فضا خموش ہے عزتِ کلام دو حریت کا درس دو جنگ کا پیام دو

ایشیا غلام ہے اس غلام کی سنو ہند ڈوبنے کو ہے ڈوبتے کو تھام لو

ساعِلِ مراد تک ہندیوں کو لاؤ پھر

اے گوپال جھوم کر بانسری بجاؤ پھر

# نورِ اشیا

## گوتم بُدھ

ذرے ذرے پر پیل دستو کے چھائی تھی بہا  
 عیش کی تجدید کے پیغام لانی تھی بہار  
 جامِ مے رنگینوں سے تھا شرابِ اندیشہ  
 پھول تھے لالہ بہ لالہ اور گلابِ اندر گلاب  
 حُسن کا فرقہ میں تھا خمِ بے سرِ دنیا بُدش  
 عشقِ مسکین تھا گریباںِ خاکِ مستِ اُدوش  
 زندگیِ رقصاں تھی پیہم پر وہ ہائے ساز پر  
 بچ رہا تھا سازِ ہستی حسن کی آواز پر  
 عشرتیں تھیں بخودی تھی ٹھکیاں تھیں رقصاں  
 چاک کر ڈالا تھا سستی نے گریباںِ ہوش کا  
 روح پر چھائی ہوئی تھی مادیتِ عیش کی  
 غرق تھی طوفانِ بہوشی میں غم کی زندگی

گر می عشرت ٹھنڈا تھا پر ابرغ احساس پیکر انساناں میں بخ تھاروح کا آتش کدا

دب گئی تھی عیش سے روحانیت انسان کی

پڑ چکی تھیں سرودی چنگاریاں ایمان کی

یک بیک تیری نظرت ہٹ گئے پڑے تھام اب ساتی تھانہ پیانہ نہ ساغر تھانہ جام

زنگ محلوں "جسٹو ہرا" کا کنہیا چل دیا چاندنی میں منزل عرفان کا جوا چل دیا

خشک لب حیران نگاہیں خاک لہو جہیں تشنہ عین لہعتیں دیوانہ حق لہعتیں

زندگی تیری نظر میں صفحہ سادہ ہوئی روح تیری خانقاہِ عزم کا سجادہ ہوئی

عشق کا ساغر بنا الفت کا پیانہ بنا دل ترکیف تلاش حق کا میخانہ بنا

ساغرستانِ حقیقت، خمستانِ عشق کی اولین تمیر انوما کے کناروں پر ہوئی

طالبِ حق آم کے باغوں میں ٹھیرا سادان ہنفتوزانِ زندگانی تھے یہ گویا ساتان

اور دلو کی فضا میں حق کا گوارہ نہیں

بندھیا کی چوٹیاں طو حقیقت ہو گئیں

۱۵۰ اے صداقت کے تہن پروردہ موجِ شمیم یاد ہے اب تک زمانے کو ترا "زہدِ عظیم"

سرد و گرم شاہراہِ حق کا لذت چش ہو تو جو بھر نکلتا ہی رہا وہ شعلہ آتش ہے تو

کامیاب امتحانِ زندگی کرتا ہوا ، کامرانِ زندگی و عاشقی کرتا ہوا

عشق لے آیا نرِ بجا کے ساحل پر تجھے قد تیں حاصل ہوئیں پھر موجِ او دل پر تجھے

چھڑ گیا رگ رگ میں تیری اک نیا سازِ حیات سائے میں پیل کے تجھ کو مل گیا رازِ حیات

حق نہیں ملتا کہ حق کا راستا ملتا نہیں

"ڈھونڈنے پر آدمی آئے تو کیا ملتا نہیں"

اے محبت کے پیامی، رحم کے پیغامبر! تو نے پہنچائی زمانے کو حقیقت کی خبر

زندگی کا رازِ اصلی تجھے پیریاں ہو گیا شانتی اور حق کا حاصل تجھ کو عرفاں ہو گیا

۱۵۱ بندھیا چل کا نشانِ سحر ۱۵۲ ماہنِ شکران ۱۵۳ ندی ۱۵۴ شجرۃ العسل

راج گدھ روشن ہوا تیری تجلیا سے      نیستان و ملوانا گونج اٹھا نغمے سے  
 دیوتاؤں کے بتوں کو بارہ بارہ کر دیا      تو نے حل تخلیق آدم کا ممتا کر دیا  
 تیری طاقت سے ہوا کم اقتدار بہمن      ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا حصن وقار بہمن  
 سلطنت تیرے لئے اک تودہ فنا کھتی      مادیت تیرے نورانی قدم کی خاک تھی  
 جزو اعلیٰ تیرے دین عاشقی افزود کا      اعتقاد نیک و فعل نیک و قول نیک تھا  
 نیت نیک و خیال نیک و قدس بخودی      زندگی نیک و سعی نیک تیرا دین تھی  
 تیرے ساغریں شراب عشق عالم گیر تھی      تیرے ہیخانہ کی ادنیٰ خاک بھی کبیر تھی

سربہ سجدہ ہو گئی دنیا حضورِ ایشیا

چھا گیا تاریکی عالم پہ نورِ ایشیا

اسے پیارے وطن کے راہبِ عالمی مقام      آج بھی کلمہ تراپڑھتی ہے نیا صبح و شام



تیرا اک اک لفظ ہی اک کلیہ اخلاق کا      کر دیا تو نے مدون فلسفہ اخلاق کا  
امن سرنامہ تیرے قانون اخلاقی کا ہے      رحم اک عنوان تیری تعلیم روحانی کا ہے  
تیری تعلیمات پر ہندوستان کو ناز ہے      ہند کو کیا ناز ہے سائے جہاں کو ناز ہے  
طفل مغرب جبل بے ہوشی میں جب لودہ تھا      سارا مشرق تیری تعلیمات سے آسودہ تھا  
جاگ خواب نازے اور کجاں اک گیت کا      پھر ترا مسکن نشانہ ہے تم اور ظلم کا  
فتنہ تہذیب نو نے اک قیامت ڈھائی      تیرے ہندوستان پر نازہ مصیبت آئی ہے  
جس میں سے تو نے آواز دلا کی تھی بلند      جس میں سے تو نے اک بانگ کی تھی بلند  
وہ زمیں اغیار کے ہاتھوں سے پھر برباد ہے      ظلم و باطل اور نفاق و کذب آباد ہے  
کونا کونا، گوشہ گوشہ ذرہ ذرہ ہے غلام      اے مے گوتم! تیری آزاد دنیا ہے غلام

کر غلامی سے رہا ہم کو پھر ارماں سے ہی

آج ہندوستان میں مفہوم "نرواں" ہے یہی

# پیرنام

دل بن کر سینے میں کھوجا، پھر آنکھوں سے پیدا ہو جا  
 او قطرہ کہلانے والے! دریا بن جا، دریا ہو جا  
 جنگل جنگل پھر دیوانے، مٹ کر ذرہ ذرا ہو جا  
 گردِ صحرا ڈھونڈنے نکلے اتنا تو آوارا ہو جا  
 دل میں سوا نکھیں پیدا کر، تاروں کی اک دنیا ہو جا  
 ذوقِ نظر کو وسعت دے لے اور محوِ نظار ہو جا  
 حُسن کو صرف سیرِ جہاں کر برقِ نظر کو شعلہ چکاں کر  
 چھپ کر اپنا راز عیاں کر پردہ میں بے پردا ہو جا  
 بذاتی میں نام نہاں ہے رسوائی میں کام نہاں ہے  
 رسوائی کے کیا کہنے ہیں رسوا ہو جا رسوا ہو جا

قاتل بن کر داؤد جفالے یا دل بن کر کُطفِ وفالے  
 یہ بھی ممکن وہ بھی ممکن اب تو چاہے جیسا ہو جا  
 عجز و نیازِ ظاہر میں ہے اوج و فرازِ باطن نہاں  
 سورج ہے تو ذرہ ہو جا دریا ہے تو قطر ۱ ہو جا  
 خلوت میں ہو مشقِ تصورِ نقصِ کمالِ عشقِ ہی ۲  
 تنہائی کے معنی یہ ہیں سب میں رہ کر تنہا ہو جا  
 سجدے میں ہوں کیفِ دستی پوچھنے آئے ہوش کی بستی  
 ہے یہی حنِ دیرِ پرستی دیر میں رہ کر کعبا ہو جا  
 یہ موسمِ یہ سرد ہوائیں، یہ کالی پُرشور گھٹائیں  
 پیرِ کلیسا سے کہتا ہوں، ایسے میں دل والا ہو جا  
 کچھ بھی نہ ہو کر خود ہی میں نے ہونے کے سونگ نکالے  
 کستی رہ گئی دنیا مجھ سے ایسا ہو جا ویسا ہو جا

کثرتِ رنگ و بو کا سنگ را نہ سمجھ میں آ جائیگا  
یا صبح بُت خانہ بن جا یا شامِ مے خانہ ہو جا

## پیغامِ عشق (ظانِ سومات کے بعد الہنگنا پر)

کوئی شیخ و برہمن کو میرا پہنچا دے پیام  
ترک میں فرقِ مل کے و ثباتِ عاشقی

بلکہ کیسا کہاں کا دیر اور کس کا حرم؟ ہر تعین سے مبرا ہے حیاتِ عاشقی  
کب تک آخرِ مستِ دیر و حرم اور آدمی ہو چکی توہین و تذلیلِ صفاتِ عاشقی  
برہمن ساحل پہ سنگِ ناتراشیدہ کو دیکھ اس میں بھی جولاںِ اکسج حیاتِ عاشقی

گیسوے بُت ہو گیا زنجیر پائے بُت شکن      قید و بند جس ہے عینِ نجاتِ عاشقی  
 جوشِ تقویٰ بُت شکن تقویٰ شکنِ ایاز      کیا نہ تھا محمود کا دل سونماتِ عاشقی  
 غسل کرنا خون سے پھر خاک پر پڑھنا نماز      لے ایسے شرع یہ ہیں واجباتِ عاشقی  
 اصلِ مذہبِ عشق ہے روحِ مذہبِ عشق ہی      عشق ہی خود ہی خدا کے کائناتِ عاشقی  
 عشقِ اولِ عشق آخرِ ظاہر و باطنِ عشق  
 عشق کو مذہب بنا شکل نہیں ممکنِ عشق

## ایمانِ شوق

موجِ صبا حقیقتِ دل کے پیمانے میں آ      تیرا میخانہ ہی دیراں اپنے میخانے میں آ  
 ذرہ ذرہ مضطرب کوشہ کوشہ منتظر      آسماں کے نورِ دنیا کے سیہ خانے میں آ  
 تیرا ہر انداز ہے روحِ چینِ جانِ چین      نکمہِ مستانہ بن اور میر کلُ خانے میں آ

آٹ دُونِ ندگی کے بُت ہر نگین نقا۔ اے مری غریاں تجلی غم کے کاشانے میں آ  
 وائے سبے جان ہیں الفاظ بے مفہوم ہیں اے عروسِ معنویت میرا افسانے میں آ

گوشہ گوشہ میں ہیں سو محمود اور لاکھوں یار اے ریا کے سونم تاجی دل کے بُت خانے میں آ  
 اشکِ غم میں ہے جبینِ شوق پر شعلِ جلا اے بتوں کے مامی صلی صم خانے میں آ  
 آبادوں راستہ انسانیت کے باغ کا ٹھوکریں کھاتا ہوا الفت کے دیرانے میں آ  
 زندگی بہت ہو کر خود تجھے سجدے کئے بیخودی کے ساتھ اک ن سیر ویرانے میں آ  
 فلسفہ مذہب کا سمجھا دوں تجھے اک جام میں اے کے اوراقِ عقائد میرے میخانے میں آ  
 رازِ زہد و پارسائی میں تبادول کا تجھے اک نقابِ کیفِ منہ پر ڈال میخانے میں آ  
 لغزشیں تو خود سمجھ لیگا نگاہِ شوق کی روح جس میں ہم قصُ اُن پر ہی نمایاں آ  
 آ اور استبدادِ عالم کی حقیقت مجھ سے تُوں دس ہے سب میری بربادی افسانے میں آ  
 موت بھی زخمی پڑی ہو زندگی کا ذکر کیا شمعِ ماتم خانہ لیکر میرے غم خانے میں آ

غم بھی مجھِ قصہ، عیش و محبت در کنار    چند لہجوں کیلئے میرے طرب خانے میں آ  
 ہیں ہوا کے سر جھونکے چاندنی ہے رات،    ساغر رنگیں لئے اس وقت دیرانے میں آ  
 سبزہ پر اُتر رہا ہے نورانی شرابی عرش سے    آج اُڑی گئی خوب ہی فطرت کے نیکانے میں آ  
 ہے یہاں ہر فردہ پیغامِ حیاتِ جاوداں  
 اے فنا مقوم شاعر کے بقا خانے میں آ

## دل اور تکرہ

(پر بھاس ٹپن میں)

مستِ پندارِ خودی لے زاہد کا فریاد    برہمن کی طرح تو بھی بُت پرستی میں ملتا  
 صرنا اتنا فرق تعینِ حق و باطل میں ہے    اُسکا بُت ہے تکرہ، میں اور تیرا دل میں ہے







پیام سروش

تیسرا باب





# مکرو عِالم

آدمی مہل تھا فردِ زندگی اہمال تھی      تھا نہ جب تاریکی و انوار کا احساس بھی  
 نور تیرا گرمی ایوانِ ہستی جب بھی تھا      تو بہار و رونقِ سامانِ ہستی جب بھی تھا  
 سام کے نغموں سے پھوٹا نغمہ مولودِ حُسن      اور سلیمان نے سُنایا نغمہ مولودِ حُسن  
 راگنی کب سے چھڑی تھی سازِ ناموجود کی      دی خبر گوپال نے آخر ترے مولود کی  
 جلوہ رنگین اوستا میں ترا موجود تھا      سازِ گوتم میں بھی تیرا نغمہ مولود تھا  
 مرسلینِ حق نے جن نعمات کی تمہید کی      تو نے اُن نعمات کی تائید کی تجدید کی

کرشن کی مٹی میں تیرے زمرے گونجائے

کیف سے کون و مکاں ترپا کئے جھوٹے

زندگی گھلار تھی جبے میں تخلیق میں      جب بہاریں نغمہ زاتھیں گلشنِ تخلیق میں  
 صبح کی آغوش میں گلستہ صد رنگ تھا      وقت کے ہاتھوں میں شرِ آفریں کِ خاک تھا

لالہ تھابے داغِ سون تھی طلاقتِ آفریں      پھول گلشنِ آفریں تھے بارِ جنتِ آفریں  
 اک جلالِ صبح میں تھی اک تمہلِ ایت میں      روحِ نود و نوری ہوئی تھی برہم موجودات میں  
 اک نئے جذبے سے تھا معمورِ قلبِ نباتات      ضوِ کلن ہوئے کو تھا آئینہ ذات و صفات

وہد میں قدرت تھی فطرتِ قص میں شرارتِ نئی

خودِ مشیتِ ہم کابِ احمدِ محنتِ رُ تھی

یوں چھڑا محفل میں اکدن سازِ آہنگِ جود      بول اٹھا خود بخود ہر شعبہ چنگِ وجود  
 نقطہ تخلیق اُبھرا اور بنا طورِ ازل      پیکرِ خاکی میں دخل ہو گیا نورِ ازل  
 صبح کی آغوش میں طلعتِ حسین پیدا ہوا      مرحبا وہ رحمۃ اللعالمیں پیدا ہوا  
 آمدِ ساقی سے سارا میکدہ بے ہوش تھا      عالمِ انسانیت اک حلقہ آغوش تھا  
 چاہلِ کرسی و عرش و لامکاں پیدا ہوا      حاملِ پیغامِ رب و دو جہاں پیدا ہوا  
 خوف سے کاپنی غلامی اور لرزیِ زندگی      تھر تھرا یا قصرِ باطل چو نک اٹھی سرکشی  
 رہبرِ اقوام و ہادیِ جہاں پیدا ہوا      فتحِ عالمِ امتوں کا گلہ باں پیدا ہوا

ناشرِ حق حامیِ انسانیت پیدا ہوا      پیکرِ عدل و صفا و حریت پیدا ہوا  
 ہو گیا انوار سے پُر نورِ فانوسِ حیات      جگمگا اٹھی جمالِ نوزِ حق سے کائنات  
 سوزِ نوستے ذرہ ذرہ دہر کا گرا گیا  
 ساز سے اک نغمہ پھوٹا اور فضا پر چھا گیا

اے کہ تھی تخلیق تیری دفترِ سرِ وجود      تیرے پرے میں مٹی، ٹھیکیلِ احساسِ نمود  
 اے کہ نازاں تجھ چسپنِ بندگیِ سرورِ دی      دینِ کبلیٰ نظر میں جلوہٴ پیغمبری  
 اے کہ تو سرنامہٴ تخلیق و عنوانِ جمال      اے سراپا عشق اے کھیر گلستانِ جمال  
 ”سازِ نورِ“ ازل ”آہنگِ عشاق“ وجود      روحِ تخلیق چمنِ گلدرستہٴ طاقِ وجود  
 اے یمنِ کعبہ اے غارِ حرا کے خلوتی      نازش کنجِ حکیمہٴ عظمتِ بابِ وحی  
 تشنہٴ مفہوم تھا دیا بچہٴ بابِ حیات      تو نے کی تفسیرِ معنائے حدیثِ کائنات

تیری بعثت سے ہوئی تکمیلِ ذوقِ سرورِ  
 نامکمل تھی خدا کی تشنہ تھی پیغمبری



اے امین عدل پرورد صاحب کشف و بصیرت  
 اے سراپا نور حق اے روحِ دہقانِ عمل  
 تو وہ صادق تھا کہ خود مصدقیت قربان تھی  
 ہے ترا پیغامِ اُنْمِٹ فلسفہ تیرا اطل  
 تیرا ہر حُجْلہ کمالِ خلق کا حِلّاق تھا  
 اے کہ تو سرِ شتی صَدِّقِ فِطْرِ اخلاق تھا  
 اے تعالیٰ اللہ وہ اعرابی صحرا نشین  
 خشک ہوتی تھی کبھی خوں سے نہ جکتی آستین  
 تو نے ان کو درسِ تہذیبِ جہانِ بانی دیا  
 دردِ انسانی دیا، اک کیفِ رحمانی دیا  
 تو نے انساں کو دیارِ مَحِ اُخوت کا پیام  
 حق و آزادی و عدل و عفو و الفت کا پیام  
 وادی و صحرا نوائے جانِ فراعہ گونج اُٹھے  
 مشرق و مغرب ہی رنگیں نو اسے گونج اُٹھے

لمحے میں سیراب اک دنیا بے بحر و بر ہوئی

موج اُٹھی دجلہ سے اور آغوش گنگا تر ہوئی

نغمے خوابیدہ ہیں اور ہے سرِ آوازِ حجاز  
 اے شاعری چھیڑے پھر نرم میں سا "حجاز"  
 آج بھی صدِ سخن آرا ہے تو مردہ ہے کب  
 عشق کے لفظوں میں "روح اللہ" ہے تیرا لب  
 اے کہ تو ہے ہادیِ انجام، ختمِ الملیں  
 دہریں جاری ہدایت ہے ترا دینِ مبین

پردہ ہر سائیں اک نعمتہ اسلام ہے      نسخہ بیماریِ عالم ترا پیتام ہے  
 لے مے مولا! مے سرکار، سردار جہاں!      لے نشاطِ روح، تسکینِ قلوبِ دو جہاں  
 پھر وہی اجلالِ عظمت ہو، ہیبتِ خروش      پھر ظہورِ سید کو، نین ہو گیسو بدوش  
 چاہے جس صورت میں آؤ چاہے جس سحر میں      آخدا کے واسطے اس ظلم کے محشر میں آ  
 سرو ہے خونِ سلمان، رنج ہیں اعضائے جہاں      علم ہے لقوہ زدہ مفلوجِ روحِ اجتہاد  
 ان کے ہاتھوں پارہ پارہ ہے عیا اسلام کی      دہر میں تو ہیں کرتے ہیں تیرے نام کی  
 بندگانِ مادیت اور دنیا کے غلام      نام لیوا آج ہیں تیرے نصاریٰ کے غلام  
 جو ہوئے تھے خجروں کے سائے میں پل کر چل      لرزہ برکتی میں زائیدۂ تیغ و سناں  
 ہے نہ کچھ حبِ وطن میں کچھ احساسِ دیں      آستانِ غیر ہے اور ان غلاموں کی جیس!  
 طالبِ حبثت ہیں یہ اپنے چمن کو بیچ کر      چاہتے ہیں صنِ آزادی وطن کو بیچ کر  
 تیری امت اور یوں اسلام کو سوا کرے      کارواںِ منزل پہ ہو یہ راہ میں سوا کرے  
 پھونک دے پھر پیکرِ مردہ میں روحِ زندگی      زندہ کرے پھر دلِ مسلم میں احساسِ خودی

# حسین ابن علیؑ

وہ مردِ حریت آموز مہرِ کائنات آرا  
 جگاہیں کی خجرب کے سینوں میں اُترتی ہو  
 جوطافتِ مصیبت کی چھین لے شیطان کے دل سے  
 جو باطل کی حکومت کو اُلٹ دے اپنے لغز سے  
 وہ بلب جکے نفوس ہو ایوانِ چمنِ نگیں  
 کرسے جو اپنے خونِ لے دامِ نِطنِ نگیں  
 دھوئیں اور آگ کی ندی میں آتا ہوا کوئے  
 سمند میں جہاں خالِ زخون کے کا تا ہوا کوئے  
 جو اپنے زخمہائے خونچکاں کو چومتا آئے  
 جو اپنے زخمہائے خونچکاں کو چومتا آئے  
 صداقت اور آزادی پہ جو قربان ہو جائے  
 جو استبداد کے شعلوں پہ کر ڈلے کے سوجائے  
 خدا کی راہ میں سر دیے جو پھر زندہ ہو جائے  
 چراغوں کی طرح مجھ مجھ کے جو تابندہ ہو جائے

ضائع نہ ہو کر زندہ جاوید ہو جائے      شہادت جسکے قدموں پر اہم کے پھول برسائے  
 بقاء کو کھیل جانے اور فنا کو زندگی اپنی      جو سمجھے اپنے مرنے کی ادا کو زندگی اپنی  
 جو حق کے جوش میں سودا دروے کے برہنہ سر پہ      جو جس کو سر چڑھا اپنا قربانی کے مندر پر  
 وہ خضرِ حریت وہ بے نیازِ منزل و جادہ      فقط اک خون کی موج رواں ہو چکا تجادہ  
 جو آزادی کی خاطر اپنا سارا لکھڑٹا بیٹھے      جو آغوشِ فنا میں کھیتا نہتا ہوا بیٹھے  
 صدا پر جسکی سازِ عالم روحانیت بولے      کہیں آواز دے اور ہر جگہ جہانیت بولے  
 عطا ہوتا ہے عرشِ ندگی کا راستا اسکو

خدا کے ہاتھ سے ملتی ہے معراجِ بہت اسکو

حریمِ قدس کی محراب میں قدیلِ روشن تر      فضا عرشِ پرنگین اک ابر گہر پر در  
 زمانہ جس کے مرجان پہ سو سونا زکرتا ہے      وہ مرتا ہے تو اسکے ساتھ اک نبوہ مرتا ہے  
 زمیں اسکے قدمِ خونچکان کو بوسہ دیتی ہے      جبینِ آسمان جھک جھک کے سر کو چوم لیتی ہے  
 لبادہِ خون میں ڈوبا ہوا جب جگمگاتا ہے      ندامت سے قمرِ دامنِ شب میں چھپاتا ہے

پریشانِ جسمِ اجڑا شہیدِ ارہمتے ہیں تو ہر اک ذرے سے لاکھوں جہاں تیار ہوتے ہیں  
 ہر اک قطرے سے خونِ گرم کے ہستی ٹپکتی ہے شکستہ زندگی کے جامِ مستی ٹپکتی ہے  
 دُعا موعنی ہر جینِ ندگی کی اسکے سینے سے چھلکتی ہے مئےِ ہسروں کے آگینے سے  
 زمیں کی دُستوں میں سکا فرشِ خوابِ تباہے وہ ہو کر بے نیاز آبِ گل آزاد سوتا ہے  
 مثالِ وحِ ہوتا ہے دُعا عالم میں گزرا سکا زمیںِ جسمِ اسکا عرشِ پر ہوتا ہے سرا سکا  
 نیا عبرتِ کافرتِ اُس آئینہ بناتی ہے جہاں تباہے اُس پر وحِ اسکی مُسکراتی ہے  
 مَوا سکا نئے پرِخ میں آکر کام کرتا ہے لہو اسکا فسانے میں شفق کے رنگ بھرتا ہے  
 نقوشِ پا پر اسکے سر جھکا تباہے جہاں اپنا وہ نزلِ پر پہنچ جاتا ہے لے کر کاواں اپنا

حقیقی زندگی کا عالمِ باطل میں حامی ہے

شہید انسان کی فطرت کا اِک زندہ پیامی ہے

سلامِ اسپر کہ جسکی زندگی پڑا نہ حق تھی سلامِ اسپر کہ جسکی ہر نظر پیمانہ حق تھی  
 سلامِ اسلِ بر پر جو کر بلا پر گھر کے آیا تھا بدی کے خرموں پر برقِ طوفان کے چمکا تھا

سلام اسپر کہ جس نے کٹیا راہِ مذہب میں      سلام اسپر کہ جس نے گھڑ نیا راہِ مذہب میں  
 سلام اسپر کہ جس نے دشمنِ کُشتِ باطل کو      کلیجے سے لگایا مسکرا کر اپنے قاتل کو  
 سلام اسپر کہ جو اسلام کا سچا محافظ تھا      فو اساتھانی کا دین احمد کا محافظ تھا  
 سلام اسپر کہ جس نے زندگی اسلام کو بخشی      حیاتِ نورمانے میں نبی کے کام کو بخشی

وہ محمودِ ملائک سرورِ کونین کا پیارا

علی کے دل کی ٹھنڈکِ فاطمہ کی آنکھ کا تارا

نشاطِ قلب پیغمبرِ وہ دستِ بازوئے حیدؑ      وہ ایمانِ دلائی وح، وہ اسلام کا جوہر  
 شہادتِ منتظر تھی مد توں جس شاہد کی      جہادِ عشق کو خود آرزو تھی جس مجاہد کی  
 جو قربانی کا اک پیغام لے کر دہریں آیا      حیاتِ جاوداں کی بہرِ علم اک سند لایا  
 وہ جس کی ذاتِ ایشا و وفا کا لکھ نہ تھی      شہادت کو زل کے دن خود جی کی تمنا تھی

وفا کی راہ میں جس نے نڈادی دولتِ اکبرؑ

قیامت تک سلام اسپر کہ آساغیر سلام اُس پر

زمینیں تلونئی پیدا ہوں لاکھوں آسماں پیدا ہر اک ذرے سے کروٹ لیکے ہوں لاکھوں پیا  
 ہر اک ٹہنی سے کلیاں پھوٹ کر فردوس بن جائیں ہر اک خوش گل سے ہونیا اک گلستاں پیدا  
 ظہورِ زندگی ہو ہر جگہ اپنے تعلق سے مکیں ہر کھل پیدا مکان سے لامکان پیدا

ازل سے تا ابد ہونگے ہزاروں آدمی پیدا  
 نہیں ممکن جہاں میں حسینؑ ابن علیؑ پیدا

---

# لمن قتل کی تفسیر

خوشاقتے کہ تھیں جاگی ہوئی مسلم کی تقدیریں  
 عرب کے جین بکھیلی ہوئی تھیں اپنی جاگیریں  
 بہارِ خونِ مسلم رنگِ ارژنگتِ قی تھی  
 نظرائی تھی اپنے آئینے تھے اپنی تصویریں  
 جنوکی نام لیوا اب کوئی باقی نہیں شاید  
 نظر آتی ہیں ندانوں میں نجیریں نہجیں  
 اٹھ اے قومِ فسرہ پھر کھانہ زورید اللہ ہی  
 نیام کھنہ میں یکا کیوں ہیں تیری شیریں  
 خدا کے واسطے میں تھ کے سرِ نیا شہاد ہے  
 انھیں نفل سے بنتی ہیں "لمن قتل" کی تفسیریں

ترا مشرب، حریتِ ترا قانونِ ایماں ہے

زمانے پر یہ ثابت کر کہ تو سچا مسلمان ہے



# بارگاہِ محبوبِ الٰہی میں

(مُرشدی و مولائی معنوی فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی مظلہ العالی کے نام)

یہ کہان پہنچا ہوں میں یہ کیا نظر آیا مجھے      آفتابِ حُسن ہر ذرہ نظر آیا مجھے  
کس جگہ لے آئیں چشمِ آرزو کی رقیبتیں      ہر مکاں سے لاسکاں پیدا نظر آیا مجھے  
جسکو دیکھا اسکو پایا سوزِ افروزِ کَلم      آتشِ صد طور ہر جلوہ نظر آیا مجھے  
ہر گُلِ خاموش میں اک گلستانِ شوق ہے      ہر کلی میں دل کا گہوارہ نظر آیا مجھے  
یہ نیا رشت میں پڑھنی پڑی کیسی نماز      جس جگہ سجدہ کیا کعبہ نظر آیا مجھے  
ہر روش پر دیکھتا ہوں اک نشیمنِ رُوح کا      ہر گلی میں ایک دل خانہ نظر آیا مجھے  
ذرہ ذرہ میں ہر اک طوفانِ نظارہ نہاں      بحرِ درآغوش ہر قطرہ نظر آیا مجھے

جرعہ نوشانِ محبت کا ٹھکانا خوب ہے

کیفِ کتنا ہے یہی معینانہٗ محبوب ہے

زندگی بدستِ مخمور ہے بے ہوش ہے      بادِ شہبائے عرفاں کس قدر پُرجوش ہے  
 اللہ اللہ جوشِ الفت کی یہ پردہ داریاں!      ہر قدم پر ایک ہنگامہ ہے اور خاموش ہے  
 کثرتِ نظارہ سے پھرتا ہوں گھبراہوا      جس طرف جاتا ہوں سامانِ دلع ہوش ہے  
 پردہ مرقد سے آتی ہے یہ نغماتی صدا      جو عیاں ہے ذرہ ذرہ میں یہاں پُوش ہے  
 ہے یہاں فحانِ عالمِ انجمنِ آرائے حُسن      آسماں جس کے حرم میں غاشیہ بردوش ہے  
 طالبِ مطلوب دونوں میں ہر اک لازوئیًا      کوئی صورتِ پوش ہے کوئی تجلیِ کوش ہے  
 اے تھو رکھو دیدے کا میابی کی نوید      زینتِ آغوش اک بیگانہ آغوش ہے

ساتی گُلغامِ گل ریز طرب ہے آج کل

مجھ کو مرگ و زندگی کا ہوش کب سے آج کل

پھر بھی لئے لے ل جھوم کر اٹھ اور اپنا کام کر      وجدِ ستانہ دکھا ساتی کا دہنِ تھام کر  
 اے دفورِ شوق اب خاموش رہنا کفر ہے      ابتداء کیف ہی دل کو سرورِ انجام کر  
 طلعتِ محبوبِ تجھ کو حسنِ خسرو کی قسم      میری شمعِ آرزو کو جلوہ ریزِ شام کر

پیکرِ خواجہ حسن میں بے محابا آنظر      جلوہ مستور کو مانوس نرمِ عام کر  
 تنگنائے دل میں لیتی ہے تمنا کر ڈیں      رازِ حسن و عاشقی کو آج طشتِ زہا کر  
 کب تک آخر کشمکش ہائے مقدّر و ہم      غم نصیبوں کو سبکدوشِ عنیمِ آیام کر  
 تو بڑا داتا ہے تجھ پر ہے سخاوت بھی نشا      بھیگ جائے رات اتنی بارشِ انعام کر

ساغرِ بدست ہوں آیا ہوں پیمانہ بدست

بارگاہِ کیف سے جاؤں گا میخانہ بدست

# بہادر شاہ ظفر

یاد آیا میکہ تقدیر مُغل تابندہ تھی      مٹے مٹے شوکتِ بابر جہاں میں نہ تھی  
 یاد آیا میکہ تھا ہر نفسِ معجِ شرب      قص میں تھی زندگانی و جد کرتا تھا شباب  
 یاد آیا میکہ ہر ذرہ تھا جنتِ آشکار      صبح دم جہنا کے گھاٹوں پر نہاتی تھی بہار  
 ہر قدم پر تھی نظارہ سوزِ لالہ کی دہک      ہر روش پر تھی مشامِ جاں چنبیلی کی ہلک  
 لالہ و گل تھے چمن میں ماہِ و انجم کا جواب      مستِ نورِ اوس سرہ رہ کر رہتا تھا شباب  
 بامِ دور تھے چلچلاتی دھوپ کی قربانگاہ      جلوہٴ عشرت سے ہر دم خیز رہتی تھی نگاہ  
 جگمگاتی تھی مہِ و انجم سے ذروں کی بیں      ہر بیفتِ آسمان تھی عیشِ منزل کی زمیں  
 پیاندنی قدموں میں آکر لڑتی تھی رات کو      کھیلتی تھی ماہِ و انجم سے جوانی رات کو  
 نعمۂ غالبِ فضا میں گونجتا تھا راتِ ن      ذوق کا ہر زمزمہ تھا شوقِ افزائشِ ن

پتہ پتہ اس چمن کا دفترِ تاریخ ہے

یعنی ہر ذرہ وطن کا محض تاریخ ہے

پھول باغِ دہر کے گمھلا چکے مرجھا چکے شمع سوزانِ چمن کو بھی پسینے آچکے  
 رونے والے سسلی و بنگلہ کو بھی دھچکے آٹھ آٹھ آنسو جہان آباد کو بھی روچکے  
 اے ظفر کیا قابلِ اشکِ محبت تو نہ تھا تیری قسمت کا کسی کی آنکھ میں آنسو نہ تھا  
 جی میں آتا ہے کہ تجھ کو حشر تک رویا کروں اور تصویر میں تری تصویر کو دیکھا کروں  
 جشن تیرا فاتحہ بھی شوکتِ اسلاف کی شان تیری ماتمِ ماضی کی اک تصویر تھی  
 باغیاں کی آنکھ کا کائناتِ ہفت صیاد کا آئینہ مطلوبیت کا نقش تھا بیداد کا  
 نمکِ سوزانِ گل تھا بوئے کشتہ تھا ظفر جل رہا تھا باغِ ہستی اور نکمٹا تھا ظفر  
 محضِ بابر کی تو دہشتِ آخر تھا ظفر جس کے پر تو میں نظر آتی تھی ماضی کی بحر  
 ہر گھڑی تابوت تھی زندہ جنازہ اہر نفس نوحہ خوانِ عظمتِ تیور تیرا اہر نفس  
 سر جواں بیٹے کا دیکھے اور شکرِ حق ہے ایک دنیا سامنے تیری نگاہوں کے مرے  
 اے ظفر تیرا کلیجہ تھا کہ تو زندہ رہا بچھ گئی ہر شمع اور تو پھر بھی تابندہ رہا

بے زباں روتے تھے تجھ پر آدمی کا ذکر کیا  
موت بھی باغی تھی تجھ سے زندگی کا ذکر کیا

عبرت لئے اہل جہاں دیکھا جلالِ انقلاب      ذروں میں تبدیل ہو کر رہ گیا وہ آفتاب  
جس کی کرنیں نورِ پاشِ عظمتِ دیرینہ تھیں      زندگی بخشِ جلالِ دشوکتِ پارینہ تھیں  
دن دہاڑے لوٹ لی جائے متلع اکبری      یہاں چشمِ فلک نے بھی نہ دیکھا تھا کبھی  
پھر نئی انکڑائی لئے کوہِ دورِ انقلاب      صبحِ آتشِ ریزہ ہو خنبارِ نورِ آفتاب  
کپکپا دی گئی کسی دن غلِ ناسق کی پکار      ظلمِ خودِ ظالم کا ہو جائیگا خونیں اشتہار  
ایک ن کھل جائیگا رازِ مکافاتِ عمل      انتقامِ قدرتِ حق ہے زمانے میں اٹل  
تیرے ”منصف“ بھی بڑے مجرم بنینگے ایک دن      حاملِ الزام بھی ملزم بنینگے ایک دن  
جس نے تجھ کو جیتے جی بے در کیا بے گھر کیا      گوشہ خاموشِ مولد سے تجھے باہر کیا

کاش اکُن ہم اسے سمتِ چمنِ خضت کریں

ہند کے پر دیس سے سوئے وطنِ خضت کریں

# عیدِ ملی

ابھی تک ہے سری سرتکا پٹم کی خاک میں گئی ہے باتی کیا نضائیں مجھ حید کی چنگاری  
 وہ چنگاری تھی خالد کے آتش نزار کا حاصل وہ چنگاری جو تھی طارق کے نورِ ناز کا حاصل  
 وہ قندیلِ حمیت ہے سراجِ بابِ آزادی سکھائی جس نے بابر کو کبھی آفاقِ ایجادی  
 امانت وہ عمر کی وہ عطا بابِ امامت کی ضمانت وہ ونگائی وہ سنذوقِ شہادت کی

سہرِ جہنما منعل کے جانشین نے کھو دیا جس کو

لبِ کاویری اک آتشِ صفت پالیا جس کو

فولے مست چھوٹی پردہ ہائے سازِ امکاح کوئی جا کر یہ کھدے بُج عباسِ قلی خاں سے  
 کہ جس آہنگ کو تو نے ایسے ساز رکھا تھا زمیں تا فلک ہے آج اُس آہنگ کا چرچا

سہرِ سرتکا پٹم کی ندی سے عباسِ قلی خاں نے حیدر علی اور اُس کے بھائی شہباز کو بچپن میں

نقا روں کے اندر بند کر کے پٹھانوں کو دیا تھا۔ ۱۴

وہ نافہ جس کو گوشن چھپا ہاتھ خباثت نے      معطر ہو گیا سالِ جہاں اس کے تعطر سے  
 ادھر دہلی میں شب کو ٹہمٹائی شمع تیموری      ادھر دیون ملی میں جگمگا یا مسر پہلوی  
 کمالِ اوج و عظمت دیکھ کر کون و مکان کانپے  
 زمیں لرزی سارے جھللائے آسماں کانپے

وہ سیلابِ شجاعت اور وہ طوفانِ جہنم روی      وہ جس لرزہ بر اندام تھی دنیائے افرنگی  
 وہ داعیِ وطن وہ عاشقِ آزادِ آزادی      وہ متاوجہ حقیقت وہ علم بردارِ آزادی  
 جوانی کا مرقعِ آئینہ روحِ شجاعت کا      وہ اکِ میاں سرتاپا کمالِ عزم و ہمت کا  
 وہ پیغامِ تغیر وہ جہانِ مرگ کی آمدھی      وہ اکِ ابرِ فاطاری ساری ساری جاری  
 تصور اس کا عیشِ آفرینِ خلوتِ بیسی      تخیل اس کا لرزہ گوشِ روحِ غمِ افرنگی  
 وطن کا سنتری تھا پاسبانِ ہند تھا حیدر      ندیمِ حریت تھا رازِ دانِ ہند تھا حیدر  
 سمندر کی طرح بہیمِ واک تھا اور دواں تھا وہ      یقیناً ضامنِ آزادیِ ہند تھا وہ  
 قصیدہ پڑھ رہی تھی زندگی میں زندگی کا      بقا جس کے لئے بازیِ فنا اکِ کھیل تھی جس کا



نگہدارِ چٹا گیری و کا دیری و ماہی تھا      برائے غاصبانِ ہند اک قہر الہی تھا  
ابھی شاہد ہے پولی پور کا ہر فزہ باقی      کہ دست و بازوئے حید میں تھا زورِ الہی

ہو اے مُند تھا طوفانِ بقیٰ بباد تھا حید

نشانِ قہرِ نیرِ داں سلطنتِ ایجاد تھا حید

اگر یہ سچ ہے موتِ آتی نہیں تجھے مُجاہد کو      عدم کی زندگی بھاتی نہیں تجھے مُجاہد کو  
تو اٹھ اور اٹھ کے زندہ قصہ تیر و تبرِ کرد      دلِ طوطی کو بوسہ دیکے شاہینِ کلِ جگر کرد  
ایسے ہر سرنگوں تھی اور غلامی مُنہ چھپاتی تھی      تری طاقت کے آگے عسکریتِ کانچاتی تھی

تدبیر نے تھے ٹکڑے کیا دا مانِ غداری      بلا ڈالا تھے اقبال نے میدانِ غداری

کبھی شیرِ نیسیاں تھا کبھی شاہینِ کوہی تھا      زمینِ آسمانِ غمی تھے جسکے وہ شکاری تھا

ترے شانوں میں حُرّات نے لگائے تھے عجب شہر      کہ مرکز سے اڑا اور سانس لی بڑا اس کے درپر

تری پر واز پر غدا روٹا مری جیساں تھے      بہت دُگریاں موپریشاں "خسہ" مان تھے

تعالیٰ اللہ کیا شہکارِ قدرت تھے تیرا بازو      جو شعلہ تھا کمیدانی تو بجلی و جواں ٹیمبو

وفا کے چرخ پر دو بجلیاں تھیں مضطرب و قصا  
 کبھی مضطرب کبھی قصا کبھی عریاں کبھی نہاں  
 مرا جبروت گیا کتبہ نگار کا میاں بی تھا  
 دلِ غیار پر اپنی جلالت کر گیا کندا  
 تے مرنے کی اک مُہر قرطاسِ غلامی پر  
 کہ تیری زندگی تھی ضربِ جاسِ غلامی پر  
 تے اُٹھتے ہی چل دکن پہچان گئے غاصب  
 دکن پہچان گئے گنگا و جمن پہچان گئے مہمب  
 نہ ہے سازِ مہندی و نیر و آہنگِ شامی ہے  
 متاعِ زندگی کی اک فقط اپنی غلامی ہے

الہی پیکرِ مژدہ میں کرے زندگی پیدا

ضرورت ہے کہ پھر ہو کج اک حید علی پیدا

## ابو الفتح میو سلطان

دکن کا ذرہ ذرہ دہر میں فلاک پیدا ہے  
 سری رنگا پٹم کی خاک ہم دوشِ شریا ہے  
 شہیدانِ وطن کا میکہ ہے خمِ کدہ ہے  
 جو کھنکیتی ہے جگر کے سوز سے وہ کیمیا ہے یہ

قیامت تک ہیگامتی انداز میں ہر سو  
 شہیدِ کربلا کی روح میں جو سوز تھا ساغر  
 نگہ میں شنی دل میں جنونِ عاشقی پیدا  
 وہ سوچ جسکی صنوتے قسمتِ دیونِ ہاپکی  
 وہ اک سیلابِ شوق اک حملہ طوفانِ دوا  
 تجملِ جبر کا دنیا میں نظر سوزِ فرنگی تھا  
 امیرِ غازیوں، میرِ شہیدانِ محبت تھا  
 وہ تنہا اک شہیدِ ملکِ ملت تھا زمانے میں  
 وہ نیزہ جو گزرا تھا سنگِ اِقلبِ گیتی میں  
 سمندرِ آدمی کے رُوپ میں سرگوشِ مستی تھا  
 وہ سلم جس نے شمعِ دین کو تابندگی بخشی  
 بُت و عمارتِ بنبر کے بھیجے تھے ہم جسکا  
 یہ کاویری جیہ شیمِ نعر و من وقت کا آنسو  
 اُسی نے خاکِ ٹیپو کو بنایا کیمیا ساغر  
 نظرِ جذوب کی جذبِ دو عالم گر گئی پیدا  
 وہ قسمت جو امینِ عظمتِ انسانیت نکلی  
 وہ تصویرِ جہادِ عشقِ شہکارِ جوا نمر دی  
 بہادر کا پتے تھے ذکر سے جسکے وہ جگتی تھا  
 غورِ حریت صد نازشِ سرِ شہادت تھا  
 کہ جس کا خون گہرے رنگ بھرتا ہے زمانے میں  
 وہ خنجرِ جذب تھا جو سینہ رُگین ہستی میں  
 کہ طوفانِ صورتِ آدم میں شرافتِ ہستی تھا  
 وہ ہندی جس نے احساںِ وطن کو زندگی بخشی  
 ابھی تک یکتے ہیں اسے دیرِ حرم جسکا

نہے شانِ خودی شانِ شاہِ فاؤ آئینِ وداری نہ توڑا جانِ تیرے وقت بھی پیا خونِ وداری

اگر اپنے ارادوں میں وہ غازی کامراں ہوتا

جہاں غاصب ہیں اس منزل پہ پنا کاراں ہوتا

مجاہد اے مجاہد اے مے سلطانِ آزادی کلیدِ باغِ عظمتِ وارثِ ایوانِ آزادی

جلالتِ تیری ثابتِ روحِ اقوامِ کیسبِ حکومتِ تیری قائمِ انجمِ دماہ و تیریا پر

اشاؤں سے تے پایا تب جلتے تھے دیباہی یہ قدرت میں تیرے بن بھی تھا اور نیا بھی

ہزاروں شیرِ تیری فتح میں بیدار تھے جھپٹنے کیلئے اغیار پر تیا رہتے تھے

ترا جلوہ نشاطِ آرزوئے شوقِ بلی تھا ترا پائے حسین و پاک مسجودِ فرنگی تھا

بلند از قیدِ رنگِ نسلِ دین و نیکی و شہر تھا محبتِ کلپیا می اور اخوتِ کلہ سیمبر تھا

ندیمِ زندگی نو پیمایِ شجاعت تھا وہ عداؤں میں تنہا اک شہیدِ ولت تھا

شہرِ عشق کا ہاتھوں میں سکے جام تھا سنا کہ سلطانِ ساقی میمنہ اقوام تھا ساغا

جو اس کا نعمتہ رنگیں کسی نے سُن لیا ہوتا

تو اپنے ہاتھ ہوتے اور ساز ایشیا ہوتا

سرو و برگ اک ادنیٰ اسی ستی ساغردل کی      حیاتِ جاوداں اک معج تیر جذبا کی  
 کہیں نیا ہلاکتی ہے انکو سچی باطل سے      گرے ہیں سینہ تانچ میں خنیں علم تیرے  
 انہیں قائم کر نیگے ہم کبھی دوج ہمالہ پر      ترا اجلاں زندہ ہے کچھ جائیگا دنیا پر  
 تری دوج مقدس رہبرِ حرار ہے سلطان      قضا بیدار ہے "آتشِ فشاں" تیار ہے سلطان  
 وطن میں ایک عصرِ آتشیں بھڑانے والا ہے      زمانہ آتشِ دغوں میں بل ہی جانے والا ہے  
 دلوں میں پھر خونِ غوغا کی اک معج پیدا ہے      ترا قطرہ خوں اک سمندر بننے والا ہے

الہی جلد دنیا میں زمانِ انتقام آئے

جنوں کی راہ میں کدنِ مرغیِ حشت بھی کام آئے





سید فطرت



چوتھا باب





# سُکوت

وداع ہوتی ہے ظلمتِ شب سحر کھڑی جھلما رہی ہے  
 اندھیریاں ہو رہی ہیں خست سواری نور آ رہی ہے  
 ستارے انجھڑائی لے رہے ہیں قمر ہے آسودہ منازل  
 روائے انجم بہرِ ثریا وداع کے گیت گارہی ہے  
 گداز کے کیف سے کواکب ٹپکنے والے ہیں بنکے شبِ غم  
 صبا بہ اندازہ تراوشِ گلوں کے دہن بٹھا رہی ہے

کناہِ سرت میں سونے والی نہ دفعۃً کوئی چونک اُٹھے  
 جہان پر صبح کی تجلی سکوت بن بن کے چھا رہی ہے  
 زمیں بھی ساکت      سما بھی چُپ ہے  
 شجر بھی چُپ ہیں      ہوا بھی چُپ ہے  
 ندی بھی خاموش      نذا بھی چُپ ہے  
 ہے ساز ساکن      نوا بھی چُپ ہے  
 خموش ہے نہر کی روانی ٹہر گیا ہے سمٹ کے پانی  
 سحر کی معصوم ضوفشانی سکوت میں مُسکرا رہی ہے  
 نکل چُکے آشیاء سے طائر چلے درختوں پہ چپھانے  
 دلوں میں ذوقِ شجر نشینی لبوں میں بھیگے ہوئے ترانے  
 تبسمِ زیر لب سے کلیاں نہ کیوں گلستاں میں منفعل ہوں  
 نسیم کی اک خموش جنبش سنا گئی رات کے فسانے

شمیم و نکست کی صبح خیزی کیس نہو بتلائے لغزش  
 جو پھول مستی میں گر چکے ہیں انہیں صبا آگئی اٹھانے  
 سیاہ چادری بام و در سے اٹھائی غمازہ سحر نے  
 ہوئی ہر اک چیز آشکارا بدل گئے راز کے زمانے  
 خموش جنگل چمن بھی خاموش  
 طیور ساکن ہرن بھی خاموش  
 سکون میں گل سمن بھی خاموش  
 سخن سراپ چن سخن بھی خاموش  
 لطیف پردوں پہ ہے کرن کے خرام شب بقیہ رُبک تہ  
 کہ جیسے لیلیٰ کسی سے ملکر خموش محل میں جا رہی ہے  
 سکوت کی چاندنی کھلی ہے زمین سے لیکے آسمان تک  
 نہیں فضا میں کوئی تحرک پہنچ رہی ہے نظر جہاں تک

ہر ایک وادی ہر ایک دامن پہاڑ کا بے صدا پڑا ہے  
 ہے خواب میں گروزار منزل نہیں ہے، بیدار کارواں تک  
 تراوشِ بادِ شبی سے خمار ہے چشم گیر سبزہ  
 فسرہ ہے جوشِ نغمہ نے جمود آگیا ہے نیتاں تک  
 مویشیوں کے گلے کی گھنٹی ابھی کہاں ماٹل سماعت  
 کسان کے جھونپڑے سے نکلا نہیں بھی صبح کا دھواں تک

زباں بھی ساکت      بیاں بھی ساکن

عیاں بھی بے خود      نہاں بھی ساکن

یہاں خموشی      وہاں بھی ساکن

خیال بے حس      گماں بھی ساکن

چمن میں صحرائیں بستیوں میں کسی کو اذنِ صد نہیں ہے  
 غرضکہ ہنگامہ خیز دنیا خموشیوں میں سا رہی ہے

پڑی نہیں ہے ابھی کسی جسمِ نیم مُردہ میں حبان گویا  
 ابھی تک اس آسماں کے نیچے بنائیں ہے جان گویا  
 نہ کوئی نغمہ نہ زمرزمرہ ہے نہ کوئی نعلِ آفریں نوا ہے  
 کسی دہن کو پئے تکلم ملی نہیں ہے زبان گویا  
 نہ کوئی ہشیار انجمن میں نہ شمع روشن کوئی لگن میں  
 مگر گویا ابھی ہے مہل ہے نقشِ باطل مکان گویا  
 یہ خاموشی اور یہ اُداسی کہ جیسے کل صور پھنک چکا ہے  
 پڑے ہیں خالی پس قیامت زمین اور آسمان گویا

دلِ صدف میں گہر ہے ساکت  
 ہے شمع بھی گلُ شرب ہے ساکت  
 خموش منظرِ نظر ہے ساکت  
 اثر سے اپنے سحر ہے ساکت



ہے بے صدا جنبشِ لفظ بھی مگر فقط اک پری سحر کی  
سکوت زابا نسری میں ساغرِ پیامِ فطرتِ سنار ہی ہے

## مکالمہ سرو و لالہ

ایک دن باغ میں لڑیں سرو نے لائے نکما  
بزمِ گلشن میں سہی قامتِ ڈالا تو ہے  
حسرتیں ہیں تیری تکین پسندی پہ مجھے  
عشقِ آموزِ دلِ قمریٰ ناشاد ہے تو  
اور مجھے دیکھیں سو دلِ غم سے سینے پر  
پھر بھی میں تیری طرح باغ میں آئیں نہیں  
سربندی تجھے کی خالقِ گلشن نے عطا  
اک تماشائی حشرِ گلِ و لالا تو ہے  
رشتک آتا ہے بہت تیری بلندی پہ مجھے  
پابِ گل ہو کے بھی اک پیکرِ آزاد ہے تو  
جو ہر سوزِ نمودار ہے آئینے پر  
کبھی دل میرا نگفتہ تھا مجھے یاد نہیں

خونچکاں باغ بدل پیکرِ بربادی ہوں

کب اس باغ میں فریادی آزادی ہوں

سُن کے لائے کی فریاد و نوائے بیتاب سرفرازِ شانِ مہمانت سے یا اسکو جواب

آتشِ عشق سے دہکے ہوئے لائے باغ میسے ل میں نہیں لائے سرسینہ میں دین باغ

گو سرفرازِ حریمِ چمنستاں ہوں میں سوزِ نہال سمجھ کر سوجھا غام میں

اذنِ قمار نہ گفتار کی آزادی ہے کیا مری پابِ گلی واقعی آزادی ہے؟

آن کستا ہوں چمنِ حرم میں ہوتا آزاد نوجوانِ چمنِ پر یہ نہ ہوتی بیداد

حائلِ راہ نہ نصیاد نہ گلچیں ہوتا مالکِ باغ ہر اک طاؤرِ رنگیں ہوتا

قہر آئینِ چمن کی ستمِ ایجاد ہی ہے

وہ بھی پابند ہیں حائلِ جنینِ آزادی ہے

# را دھا کی صبح

وہ عروس صبح آئی گاؤں میں گاتی ہوئی      دل غریبوں کے نشاط نو سے گراتی ہوئی  
وہ جھلنگے سے اُٹھی را دھا بچیم نیم باز      ناز سے بھی بے نیاز انداز سے بھی بے نیاز  
اڑھنی میں اسکی کچھ سوانح ہیں کچھ سلوئیں      منتشر ہیں سیوڑوں کی نیم آسودہ لٹیں  
اڑھنی کے دامنوں کی چلنیں ڈالے ہوئے      اپنے ہاتھوں سے دل مجروح کو دبا لے ہوئے  
ماج کا برتن اندھیرے میں نہیں ملتا نہیں      مفلسی کا حاصل نیا دوس ملتا نہیں  
روشنی کچھ کچھ کواڑوں کی زرد میں ہوئی      زندگی خود لیکے اپنی سپیدی صبح کی  
ساز چکی کا چھڑا را دھا کا نغمہ بھی چھڑا      حسن کو فطر مشقت سے پسینہ آ گیا  
آہ وہ ہر کول پر جھکوں کا رُک کے جھوٹا      چوڑیوں مستقل بجنے کی وہ نازک صدا  
لونگ کے انوار پر مکہ کے آٹے کا غبا      کہیں جیسے تارہ صبح کا ہو نور بار

محشرِ نعمات پیدا صبح کے سازوں سے ہے

زندگی رقصاں نہی چلی کی آوازوں سے ہے

یہ وہی لمحات ہیں لُٹتا ہے شُجب کا سنگھاۓ اور مٹ چکتی ہے دنیا میں گناہوں کی ہمار

یہ وہی لمحات ہیں جب کہ عروس مستانِ اپنی پہلی نیند لیتی ہے باغوشِ نیاز

یہ وہی لمحات ہیں جب کہ گلشنِ نسیم چھٹیر کرتی ہے گلوں مُسکراتی ہے شمیم

یہ وہی لمحات ہیں جب کہ عاشقِ حُماں شیب انتظارِ دوست میں مِتتا ہے سونے کے قریب

یہ وہی لمحات ہیں جب کہ ہم اپنی یہ سچ پر لبے لبے سانس لکیر سوتا ہے بے خبر

یہ وہی لمحات ہیں جب کہ ابدِ شب زندہ دَا حسنِ ظن سے اپنے کرتا ہے خدا کا انتظار

یہ وہی لمحات ہیں جب کہ ہمارِ خود فروش کتے ہیں اپنی سیہ کاری کی شموں کو خموش

یہ وہی لمحات ہیں جب کہ سب سے بُدخواب اپنے فرشِ خواب پر سوتا ہے محوِ اضطراب

یہ وہی لمحات ہیں جب کہ سراسر سایہ دَا بسترِ خواب پر سوتا ہے باعیش و قرار

ساری دنیا ایک خوابِ بظنا میں مست ہے

اور رادھا اپنی چلی کی صدا میں مست ہے

# تتلی کی سرگاہ

آئی وہ تتلی چمن میں ننگ برساتی ہوئی      وہاں موج ہوا پر لغزشیں کھاتی ہوئی  
 اک غبارِ ننگ بو کی طرح لہراتی ہوئی      ذرہ رقا ص کی مانند بھتراتی ہوئی  
 لغزش فی وج وہ اک مختصر نقشِ واں      قوت پرواز میں برقِ عمل کی جلیاں  
 تیز دراک ناز میں سیارہ سطحِ فضا      وہ شگفتِ گل کی اک خاموش معنی صدا  
 وہ شکوفوں کی چپکست مثل بچھوٹی ہوئی      آئی اک جانب سے تلے کی طرح ٹوٹی ہوئی  
 کج گل کا دفعہ آکر کیا اُسے طواف      اور کیا گل کی چمن آرائیوں کا اعتراف  
 پھول کی رنگیں کشش نے لے لیا آغوش میں      آگئی تتلی نو کے کرتبِ خاموش میں  
 پھر نظر کے سامنے کھلنے لگے اوراقِ گل      ہر گل تنگی آئینہ دارِ حُسنِ رُخ گل  
 نقطہ تاریک تر روشن نظر آیا اُسے      پھول کی ہنس میں گلشن نظر آیا اُسے  
 جمع ترکیبِ گل میں دُرِ نایاب تھے      جلوہ گرِ شبنم کے قطرہ ہیں مہتاب تھے

درس اُس کو دے رہی تھی فطرت صبح بہا  
 منکشف اسرار اُس پر ہو ہے تھے بے شمار  
 اُس نے دیکھا ایک صحرا ہر آنی میثاق کی  
 ذرے ذرے میں نظر اُٹھیں صفیں کسار کی  
 پھول کے پتوں پہ جب کی اپنے سائیں نظر  
 اُس نے دیکھا اک جہان رنگ بو ہے مستر  
 کچھ کھلے ہیں اور لاکھوں از کے در بند ہیں  
 بند کلیوں میں ہزاروں میکدے سر بند ہیں  
 اُس نے سوچا اس ظلم رنگ کا دار و مدار  
 اُس نے دیکھا پردہ گل میں کسی کو جلوہ بار  
 ایک بجلی سی نگاہوں میں چمک کر رہ گئی  
 اور وہ کانپی، ہلی، جھجکی، جھجک کر رہ گئی

## بادل کا نغمہ

خلا کی رنگیں بلندیوں پر میں اک ہیولی بنا رہا ہوں  
 بلند و دراز نظر فضا پر حیرین محفل سحر بارہا ہوں

فلک کی نیلی ردا چھپا کر فروش سمیں بچھا رہا ہوں  
 جوانیوں کو اُمنگ دینے جوان بن بن کے آ رہا ہوں  
 گرج کے نغمے سُنا رہا ہوں بہار کے گیت گار رہا ہوں  
 قیام ہے میرے قافلے کا کبھی سمن حنائے منو پر  
 کبھی لگاتا ہوں اپنے خیمے بسا طشادِ بنگ بو پر  
 کبھی گرجتا ہوں کوہِ پریش کبھی برستا ہوں آ بجو پر  
 یہ میری فطری لطافتیں ہیں ساری دنیا چھپا رہا ہوں  
 گرج کے نغمے سُنا رہا ہوں بہار کے گیت گار رہا ہوں  
 ہے برقِ میلری اکتِ مٹم یہ رعدِ میرا ہی قہقہا ہے  
 صبیحِ بوندیں ہیں میرے آنسو ہوا میری آہِ بیزا ہے  
 ادھر کوئی دیکھ کر ہے مالاں اُدھر کوئی سُکر رہا ہے  
 کہیں میں بجلی گرا رہا ہوں کہیں میں بجلی بنا رہا ہوں

گر ج کے نغمے سنار ہا ہوں بہار کے گیت گار ہا ہوں

کلیدِ ابوابِ میکدہ ہے جھلک مری شیخِ بیلوں کی

مجھے جو پر شور دیکھتے ہیں تو روحِ بڑھتی ہے میکشون کی

مرے ہر اک رنگِ سایہ گوں میں چمکتے شہنشاہِ گیسون کی

وہ ساقیِ ساغرِ آفریں ہوں کہ جوشِ ستی بڑھار ہا ہوں

گر ج کے نغمے سنار ہا ہوں بہار کے گیت گار ہا ہوں

اگرچہ قطروں کی ہر ہسیل یک صورت ہو کلڑواں کی

مگر روانی میں ہیں دایمِ عظیم اور نگِ خود رواں کی

مری طرح کوئی کیا کر گیا بہا میں سیرِ آسماں کی

عیانِ دہنماں کر رہے ہیں جتنے نہیں سب آنکھیں لڑا ہوں

گر ج کے نغمے سنار ہا ہوں بہار کے گیت گار ہا ہوں

ادھر جوانوں کی خلوتوں میں پیامِ راحتِ میری آد



اُدھر کسانوں کی کھیتوں میں نظامِ احتیاسی آمد  
 نکھر کے سبزہ اُگا رہا ہوں برس کے غنچے کھلا رہا ہوں  
 گرن ج کے نغمے سنار رہا ہوں بہار کے گیت گار رہا ہوں  
 سرودے مست ہے پیہا سرور سے نغمہ گر ہے کوئل  
 دیا ہے وہ نطق میں نے انکو کہ بول تھے منہ سے جگل  
 ہوئے ہیں سیلابِ زرخیز حیات میں ڈال دیے ہلچل  
 خموشیوں کیلئے چمن کی خوشی کے پیغام لار رہا ہوں  
 گرن ج کے نغمے سنار رہا ہوں بہار کے گیت گار رہا ہوں  
 میں صبح گلشن کی تازگی ہوں میں شام صحرا کی حسرت  
 مجھی سے ہی متعقدِ بلندِ رنجھی سے کی ہو مُند نے بیعت  
 میں جہِ میحانِ جن بھی ہوں و فورِ رنگینی محبت  
 شراب میں تھر تھرا رہا ہوں شباب میں سُکرا رہا ہوں

گرج کے نغمے سُنا رہا ہوں بہار کے گیت گار رہا ہوں

## نہ نے مجھ سے کہا

(سرزمین ”لالہ رخ“ میں)

نشانِ شانِ بے نشان      زبانِ آب و بے زباں

سرورِ دلِ نشاطِ جاں      مثالِ کارواں، رواں

میں جزوِ موجِ آبِ ہوں      حقیقتِ سربِ ہوں

روانیِ شبابِ ہوں      جہانِ پیچ و تابِ ہوں

طلسمِ صد حبابِ ہوں      اسیرِ انقلابِ ہوں

بھی ہوئی شرابِ ہوں      خرابِ ہوں خرابِ ہیں

نشانِ شانِ بے نشان      زبانِ آب و بے زباں

سروِ دل نشاطِ جاں	مثالِ کارواں، رواں
میں بے نیازِ رنگ ہوں	اگرچہ شوخ و شنگ ہوں
دُکے بے درنگ ہوں	خود اپنی روستِ رنگ ہوں
روایوں سے رنگ ہوں	نوائے سازِ جنگ ہوں
میں جوش ہوں ننگ ہوں	معِ سرو و دچنگ ہوں
نشانِ شانِ بے نشان	زبانِ آب و بے زباں
سروِ دل نشاطِ جاں	مثالِ کارواں، رواں
میں کوثرِ مہار ہوں	فتادہٴ نیا ز ہوں
نموسے سرفراز ہوں	اسیرِ ترک و تاز ہوں
خود اک خرامِ ناز ہوں	کھلا ہوا سارا ز ہوں
میں زمزمہ نواز ہوں	جو چپے پہ وہ ساز ہوں
نشانِ شانِ بے نشان	زبانِ آب و بے زباں

سُرورِ دل نشاطِ جاں      مثالِ کارواں، رواں

اگر میں نغمہ کوش ہوں      تو داستاں فروش ہوں

میں آبروئے جوش ہوں      صد آئینہ بدوش ہوں

مقامِ ناؤ نوش ہوں      پیامِ سُکر و ہوش ہوں

نہ دن کو بے خروش ہوں      نہ رات کو خموش ہوں

نشانِ شانِ بے نشان      زبانِ آب و بے زباں

سُرورِ دل نشاطِ جاں      مثالِ کارواں، رواں

کریں جو عوزِ اہلِ دل      ہوں اک مزاجِ مشتعل

نہ طولِ سحرِ حجل      نہ کامشوںِ منفصل

کہیں ہوں آرزوِ بدل      کہیں صالِ آبِ گل

برائے قلبِ مضحک      ہوں اک سروِ شستقل

نشانِ شانِ بے نشان      زبانِ آب و بے زباں

سرورِ دل نشاطِ جاں      مثالِ کارواں، رواں

تو میرے پاس آئے جا      نشاطِ دل بڑھائے جا

سرورِ سیر اٹھائے جا      مثالِ کیف چھائے جا

غبارِ غم مٹائے جا      خوشی یونہی منائے جا

جو یاد ہو وہ گائے جا      پلائے جا پلائے جا

نشانِ شانِ بے نشان      زبانِ آب و بے زباں

سرورِ دل نشاطِ جاں      مثالِ کارواں، رواں

صد وِ کسل سے نکل      شراب و شیشہ درِ بھل

کہ غفلتوں کا حاصل      نہ آج پائے گا نہ کل

یہ لغزشیں ہیں بھل      بہت بہک چکا بھل

جو ہے تلاشِ باہل      تو میرے ساتھ ساتھ چل

نشانِ شانِ بے نشان      زبانِ آب و بے زباں

سرورِ دل نشاطِ جاں      مثالِ کارواں، رواں  
 میں جب بھی مسکرونگی      اک آئینہ بناؤنگی  
 لطافتیں بڑھاؤنگی      کثافتیں ہساؤنگی  
 صبحیاں پلاؤنگی      فضاؤں کو جگاؤنگی  
 میں بانسری اٹھاؤنگی      اور اُس بیگانے جاؤنگی  
 نشانِ شانِ بے نشان      زبانِ آبِ وبے زباں  
 سرورِ دل نشاطِ جاں      مثالِ کارواں، رواں

## قطرہ کافز

بیزار ہو کے جزوِ یم بیکراں چلا      اٹھا فضا میں شوریہ قطرہ کہاں چلا  
 اک بوند ایک گوہرِ سیال و آبدار      موجِ ہوا پہ صورتِ سیل رواں چلا

جھولا شعاع مہرنے ڈالا لطیف تر گوارہ صبح میں ہو کر نہاں چلا  
کچھ دیر تک فضاؤں میں شبنم بنا رہا کچھ دور تک خلاؤں میں شکر و ہواں چلا

### قطرہ سفر میں ہے

پہنچا جو آسمان پہ تو بادل سے مل گیا قوس و قزح کی قمری بوتل سے مل گیا  
آگے بڑھا تو برق نے ہنس کر بلا لیا امین کی اک بھی ہوئی مشعل سے مل گیا  
پھر رعد کی مہیب صداؤں میں کھو گیا ابر سیہ کی چشم مکمل سے مل گیا  
رنگینی فضا کا اثر دیکھتا ہوا قطروں کے اک نظام مکمل سے مل گیا

### قطرہ سفر میں ہے

قطروں کا اجتماع محیط فلک ہوا قطرہ نمود پا کے گھٹا یک بیک ہوا  
چھایا کچھ اس طرح کہ سمندر سے مل گئے سایہ کنناں فضا میں بہت دوں تک ہوا  
اس طرح بن کے نقطہ حد تعینات پھر شعل اخطا طیں خود نہما ہوا  
اتکھوں میں نقش مرکز اصلی کا جم گیا مضطرب بجائے خود صفت مژدہ تک ہوا

## قطرہ سفر میں ہے

یا دایک بار مرجِ اوّل جو آگیا      قطرہ کی چشمِ شوق میں اندھیر چھا گیا  
گر جا کہ اسے گرختہ پایاں بزمِ دہرا      نازاں تھے جس پہ ہم وہ زمانہ چلا گیا  
اک بار جست کیجئے باہم بلبند سے      وہ جزوِ لافنا ہے جو کُل میں سما گیا  
سب قطرے آج گئے احساںِ فوق سے      ذکرِ وطن حجاب کا پردہ اٹھا گیا

## قطرہ سفر میں ہے

سب ملے پھر نزول کو تیار ہو گئے      بر سے کچھ اس طرح کہ گھر بار ہو گئے  
قطرے پھر اپنے مرجِ اوّل پر آ گئے      بارِ غنیمِ وطن سے سبکا ہو گئے  
صحرانہائے باغ کو شادابیاں ملیں      چشمے سرورِ تازہ سے سرشار ہو گئے  
بچھڑے ہوؤں سے ملے خوردگانِ بحر      اموانِ درکنار سب اک بار ہو گئے

## قطرہ سفر میں ہے

لیکن سکوں نصیب نہ قطرہ ہوا کبھی      لرزاکبھی کنول پہ صدف میں رہا کبھی



سمٹا، بہا، خراب ہوا، منتشر ہوا      بحرِ فضا میں چین نہ اس کو ملا کبھی  
 بنکر بنجارِ قلبِ زمیں بارہا اڑا      لیکن فلک نے بھی نہ ٹھہرنے دیا کبھی  
 آوارگی سے رہ نہ سکا اک جگہ قیام      راہی کبھی، رحیل کبھی، رہنما کبھی  
 قطرہ سفر میں ہے

## موجوں کے سار پر ملا ح کا کیت

آئینہ آب پر، موجِ شاداب پر، چادرِ سیما پر  
 سایہِ مہتاب پر، منظرِ شبِ تاب پر، جیسے مئے ناب پر  
 ہے مری کشتیِ رواں  
 اور ہوں میں نغمہ بار

اور ہوں میں نغمہ بار بار پر ق ہر ساز سے  
وجد میں ہے جو باریستی آواز سے

جذبہ ہیوش میں، راہ سکوں کوش میں، یلِ نواپش میں

کیف میں اور جوش میں موج کی آغوش میں، روگزشت میں

ہے مری کشتی رواں

اور ہوں میں نغمہ بار

اور ہوں میں نغمہ بار جذبہ بیباک سے  
رخصتِ غم ہے مرے سیدہ غمناک سے

نیزد میں ہے جو بار، کیف میں ہے لالہ زار، ہست سر کوہا

اینڈر ہی ہے بہار، سونے کو ہے آفتاب، مجھ کو نہیں ہے قرار

ہے مری کشتی رواں

اور ہوں میں نغمہ بار

اور ہوں میں نغمہ باعشرت بیدار سے  
بھنگی ہوئی ہے صدا بارشِ انوار سے

بادہ میں جیسے سبو، جیسے چمن میں نو، جیسے غلامیں علو

جیسے فضاؤں میں ہو، جیسے ہواؤں میں ہو، جیسے رنگوں میں لو

ہے مری کشتی رواں

اور ہوں میں نغمہ بار

اور ہوں میں نغمہ بار کیفیتِ جوش سے  
حشرِ ترنم بپا ہے لبِ خاموش سے

ایسے ہی سارا جہاں، اسکو عدم ہے رواں، بحرِ فنائیں اُل

حائلِ صداستاں، نغمہ زن و نوحہ خواں، جھیلِ بیکِ یہاں

ہے مری کشتی رواں

اور ہوں میں نغمہ بار

اور ہوں میں نغمہ بار کثرتِ جذبات سے  
صبح سے بھی بے نیاز لیکے کون ات سے

## برکھارت

حکومت ہے اچھوتے بادلوں کی آسمانوں  
ہوا میں رُڑتی پھرتی ہیں لطیف و مازنین  
چمکتی ہیں جتنی ہیں طرب یز و سرواں  
یہ طلب ہے کہ چھڑکا جائیگا کوثر کسانوں پر

اُنٹھی برکھاک دیوی چوم کر بھیگا ہوا آنکھیں  
نگاہیں اُنٹھ گئیں زردوں کی سوائے آسمان میں  
پھریری آگئی سبزہ سحر صاف گلشن میں  
کیفیتیں یکجا ہوئیں اور بن گئیں بادل

کلیسا، دیر، مسجد، کوہ، بستی اور ویرانے  
 سب نے غسل کرنے سائے نور و لطافت میں ہوئے بچھڑے ہوئے متعجب نور و فطرت میں  
 مرتب ہو گئے پھر منتشر تھے جستے افسانے

زمانہ مستقل جبہ قرار زندگی رہتا  
 یہی محصوم بادل میرے سر پر آسمان ہوتے یہی چھینٹا مجھے آبِ حیاتِ جاوداں ہوتے  
 ازل سے تا ابدائے کاش اک موسم ہی رہتا

## شفق کی پیشین گوئی

اے پستی کے رہنے والو! اٹھو میری آواز سُنو  
 جو میرے رنگیں پردوں میں پوشیدہ ہیں راز سُنو

جب سورج منزل پر جا کر اہل منزل سے ملتا ہے  
 میرے ہی نازک دامن پر الہام کا گلشن کھلتا ہے  
 مغرب میں بخشیں ہوتی ہیں انہوں کے مستقبل پر  
 ان بخشوں کا عکس ناطق پڑتا ہے میرے محل پر  
 بادل کے صفوں پر میں سب وہ باتیں لکھتی جاتی ہوں  
 اور پھر فردوسی لہجہ میں رنگین ترانے گاتی ہوں  
 میرے جوشیلے نغموں سے اک آگ نمایاں ہوتی ہے  
 دنیا کی وحدانی محفل میں جو وجہ چراغاں ہوتی ہے  
 ایوان رنگارنگ مرا الساموں سے بھر جاتا ہے  
 پھر میرا سا زخاموشی تاروں کو راگ سُناتا ہے  
 تائے پھولوں کی طرح فضاے عالم پر کھل جاتے ہیں  
 ماضی و مستقبل کے دونوں وقت گلے مل جاتے ہیں

تم ایک ہی اپنے عالم میں گرویدہ ہو رنجیدہ ہو  
 ہر وقت اسیرِ حال ہو لیکن مستقبلِ نادیدہ ہو  
 تاحہ نظرِ تاریکی سی محسوس کیا کرتے ہو تم  
 اس تاریکی میں نظروں کو یابوس کیا کرتے ہو تم  
 اپنے ماحولِ اعظم کا کچھ حال تمہیں معلوم نہیں  
 کس وادی میں ہے خورشیدِ اقبال تمہیں معلوم نہیں  
 وسعتِ نظروں میں ہو تو نظر آئے اپنا انجام تمہیں  
 تم حالِ پرستِ ماضی ہو مستقبل سے کیا کام تمہیں  
 گردابِ دور و تسلسل میں جو چیزیں گردشِ کھاتی ہیں  
 نظروں میں پھرتی ہیں یہم پھر پوشیدہ ہو جاتی ہیں

فانوسِ خیالی ہے دنیا انساں تصویرِ گرواں ہے  
 اک چکر ہے تصویرِ دل کو یہ رسمِ بزمِ دوراں ہے  
 رنج اور خوشی مال اور غناسب چلے پھرتے سائے ہیں  
 کل نظروں سے چھپ جائینگے جو آج نظریں آئے ہیں  
 ہے نام ”فنا“ اس چھپنے کا لیکن باقی سب چیزیں ہیں  
 انسان سمجھ سکتا ہی نہیں کتنی ناقص تمیزیں ہیں  
 دانہ بویا کلمہ پھوٹا، شاخیں نکلیں، پھل پھول لگے  
 پودا بڑھ بڑ کر سپرٹ بنا پھر نکلی کوپل پھول لگے  
 پھل میں وہ دانہ کثرت سے پوشیدہ اور نہاں نکلا  
 سب جس کو دانہ سمجھے تھے وہ ایک جہاں جاں نکلا  
 پھر پھل ٹوٹا دانے بکھرے پھر خاک نے اُنکو گھیر لیا  
 صورت نے گویا معنی کی جانب رخ اپنا پھیر لیا



پھر ہر دانے سے پیڑ اگاتے پھوٹے اور پھل نکلے  
 پھر پھولوں میں رنگت دوڑی پھر ریشوں میں س چل نکلے  
 القصہ جتنے عالم ہیں سب فانی ہو کر باقی ہیں  
 یہ ساغر، صہبا، پیانے سب اگلے دور کے ساتی ہیں

اس سے میرا مطلب نہیں چولے انسان بدلتا ہے  
 انسان رہ معراج کا اک رنگیر ہے اوپر چلتا ہے  
 ذروں سے مٹی، مٹی سے پتھر، پتھر سے پھول بنا  
 پھولوں سے دانہ، دانے سے اک پیڑ بہت معقول بنا  
 پھر پیڑ کے عنصر جو ہر بن کر جزوِ غذا اے عام ہوئے  
 تکمیل پھر ان اجزا کی ہوئی وہ اجزا سے جہاں ہوئے  
 اجسام نے انسانیت کا اک بیش بہا خلعت پایا

جو پیکر خاک اور پانی تھا وہ پیکرِ انساں کہلایا  
 انسانیت کے جامے میں انسان کو اک ادراک ملا  
 اک عرفانِ دل تاب ملا اک فہم و سمعت ناک ملا  
 انسان کے عنصر چھو کر آخر روح فلک پر دوازہ ہوئی  
 پھر روح ملک بن کر جھومی پھر قربت سے متمنا ہوئی  
 یہ روح کہ تھی اک حبسِ دو محیطِ اوارِ رتبا نی کا  
 جس طرح ہمندر سے چھٹ کر بہ جائے قطرہ پانی کا  
 پھر گل نے اُس کو جذب کیا قطرہ قلمِ آغوش ہوا  
 ہنگامہ دورِ ہستی کا ساکن ہو کر خاموش ہوا

---

ہر دورِ نظامِ عالم کا ہے ساتھ نظامِ عالم کے  
 جو کبلی آن چلتی ہے وہ کل چمکے اور چھپر چمکے

جو محفل آج اُجڑتی ہے آباد وہ کل ہو جائیگی  
 جو بستی آج سنورتی ہے برباد وہ کل ہو جائیگی  
 جو کلیاں اب پتھر مردہ ہیں وہ پھولِ نینگی کھل کھل کر  
 مہجور جو آج امنردہ ہیں وہ خوب نہیں گے بل بل کر  
 ہے رات تو اس کے بعد سحرِ انوار بھی لیکر آئیگی  
 ہے صبح تو شبِ تاروں کے چمکتے ہار بھی لیکر آئیگی  
 عُشرتِ عشرت سے بدلیگی زحمتِ رحمت سے بدلیگی  
 فاقہِ سیری سے بدلے گا آفتِ راحت سے بدلیگی  
 جو ذرے آج تپیدہ ہیں ان ریتیلے میدانوں میں  
 یہ سورج بن کر چمکیں گے آزادی کے بُتانوں میں  
 جو قطرے آج اُفتادہ ہیں گمنامی کی آلاش میں  
 وہ دریا بن کر اُٹھیں گے دُنیا کی ہر گنجائش میں

جو قوم ہے پستی میں گر کر محروم بلبندی آج یہاں  
 پھر اُس کو عروج قومی کی حاصل ہوگی معراج یہاں  
 پھر ظلمت گاہِ عالم پر انوار کا پرچم چلے گا  
 پھر دھوپ چڑھے گی کوٹھوں پر پھر نیرِ عظم چلے گا  
 ان نیت کے پیکر میں کچھ روئیں ڈھالی جائیگی  
 پھر اس بوسیدہ سانچے میں دنیا یٹھالی جائیگی  
 پھر ہر افسردہ ذرے میں تاروں کی محفل چمکیگی  
 پھر ہر افتادہ پیکر کے قدموں میں نزل چمکیگی  
 پھر عشرت کے ساغ لیکر محفل میں ساقی آئیگا  
 قسمت کے بھرے میخانے سے جو کچھ ہے باقی آئیگا

جو آج نہیں وہ کل ہوگا مایوسی سے کیا حاصل ہے  
 ہر ماضی حال کا آئینہ ہر حال میں اک استقبال ہے

# جَبَّ بَادِلِ مَحْسے نیچے تھے

(کوہِ منصویٰ کی ایک فلکِ لبس چوٹی پر)

معیارِ سیر و تماشا سے اب ہر دلچسپی کھوٹی ہے  
 عشرت میں ہے ہر عضو تن فرحت میں لٹی بوٹی ہے  
 جن چند بلند چٹانوں پر بجلی راتوں کو لوٹی ہے  
 وہ سب پابوسِ سآغز ہیں دنیا نظر و نہیں چھوٹی ہے  
 میں اُس چوٹی پر بیٹھا ہوں جو سب کے اونچی چوٹی ہے

احساس بھی تر ہو جاتا ہے جب سرد ہوا میں آتی ہیں

لرزش بالوں کو ہوتی ہے نسیم ٹھنڈی مہ جاتی ہیں  
 تادو عمیق خلاؤں میں ہر سمت فضا ئیں خالی ہیں  
 مستور نشیبِ رنگیں میں کچھ چیزیں کالی کالی ہیں  
 میں اُس چوٹی پر بیٹھا ہوں جو سب سے اونچی چوٹی ہے

پستی کچھ دھندلی دھندلی ہے عالم کچھ سیلا سیلا ہے  
 دنیا پر کھر ساطاری ہے ہر سمت دھواں سا پھیلا ہے  
 شاداب درختوں کی شاخیں جھک کر سجدہ میں گئی ہیں  
 آزاد بلند فضاؤں میں کچھ چڑیاں اُڑتی پھرتی ہیں  
 میں اُس چوٹی پر بیٹھا ہوں جو سب سے اونچی چوٹی ہے

نظروں سے دور خلاؤں میں ہیبت لگیں اک پستی ہے

جس کی وسعت میں فطرت کی خاموشی اک بتی بستی ہے  
 سب گلشن مجھ سے نیچے ہیں سب جنگل مجھ سے نیچے ہیں  
 میں ہر بادل سے اونچا ہوں اور بادل مجھ سے نیچے ہیں  
 میں اُس چوٹی پر بیٹھا ہوں جو سب سے اونچی چوٹی ہے

کچھ نامہوار چٹانیں ہیں اُن پر سنگلیں کا شانے ہیں  
 آبادی میں ہر جا روشن بجلی سے خلوت خانے ہیں  
 ٹیڑھی سیدھی اونچی نیچی سڑکیں کو سوں پھیلا دی ہیں  
 کُسا میں بھی انسانوں نے کیا زندگیاں دڑا دی ہیں  
 میں اُس چوٹی پر بیٹھا ہوں جو سب سے اونچی چوٹی ہے

اتکھوں میں کر میں بھرنے کو کچھ "کافر صمیم" پھرتی ہیں

کُرسے کی ردا میں چھپ چھپ کر حُبت کی حور بھیجتی ہیں  
 کچھ رنگ ہو اُمیں لاتی ہیں ان تپلوں میں بھر دینے کو  
 گلزارِ محبتِ نکلے ہیں انگڑائی فضا میں لینے کو  
 میں اُس چوٹی پر بیٹھا ہوں جو سب سے اونچی چوٹی ہے

یہ سید سادھے قامت میں محبوب جھلک عریانی کی  
 یہ خاورِ رنگ عذاروں میں محبوب چمک تابانی کی  
 چُسن کا عام اک نظارہ یہ منظرِ دل لینے والے  
 دل دینے والے کمتر ہیں اور اکثرِ دل لینے والے  
 میں اُس چوٹی پر بیٹھا ہوں جو سب سے اونچی چوٹی ہے

بادل کے سایے دادی کی گودی میں مچلے پھرتے ہیں



میں پردوں میں چھپ جاتا ہوں کثر جب بادل گھرتے ہیں  
 ہر ابر کی آغوشِ تر میں اک موجِ تبسم پاتا ہوں،  
 سب جس کو بجلی کہتے ہیں میں ہن ہن کر کھجکتا ہوں،  
 میں اُس چوٹی پر بیٹھا ہوں جو سب سے اونچی چوٹی ہے

ہیں زیرِ نظروہ سب دریا جو صحرائیں لہراتے ہیں  
 گلشنِ غنچہ بن کر نظروں میں آتے ہیں کھو جاتے ہیں  
 سرکشِ مجھ سے مغلوب ہیں اور مغرور بھی مجھ سے نیچے ہیں  
 اس وقت سلاطین کے قصرِ بلور بھی مجھ سے نیچے ہیں  
 میں اُس چوٹی پر بیٹھا ہوں جو سب سے اونچی چوٹی ہے

لیکن یہ علویہ اور ح نظر میری ہی نظر کی پستی ہے

یعنی عالی تر اک دنیا اس سے اوپر بھی بنتی ہے  
 سورج، تارے، چاند اور فلک اور پھر ان سب کا دور بھی ہے  
 جب غور کیا محسوس ہوا مجھ سے اوپر کچھ اور بھی ہے  
 گو اس چوٹی پر بیٹھا ہوں جو سب سے اونچی چوٹی ہے

## چاند کا تبصرہ ماضیات عالم پر

رد شنی ہوئی پیدا  
 چاند ابر سنے نکلا  
 چاند کی شعاعوں نے

## صفحہ بصارت پر

رات کو مخطِ زر تبصو سا اک لکھا

”اے مفسرِ اعظم ترجمانِ شبِ شاعر! چاہتا ہے تو لکھنا داستانِ شبِ شاعر

تیرے ذہن کو حاصل ہے سکونِ باری ہے مگر طبیعت میں کاوشِ گرانباری

تیرا علم ناقص ہے ہر خیال ناقص ہے جو کمال ہے تجھ میں وہ کمال ناقص ہے

تیرا علم اکثر ہے منحصر روایت پر تو نے کب نظر ڈالی نکتہ زارِ فطرت پر

کہکشاں کی سطروں سے اخذ کیے معنی تو نقاطِ انجم کو جانتا ہے لایسی

صفحہ فلک تو لوحِ سادہ سمجھا ہے ہالہ منور کو نقشِ جادہ سمجھا ہے

قوس کا خطر نکلیں ایک سطر مہمل ہے کہششِ ثریا کی لفظِ نامکمل ہے

تو نے کتبہ پر دیں آج تک نہیں سمجھا تو یہ طغرہ زریں آج تک نہیں سمجھا

دیکھ میرے دامن میں واردات کی شعل واقعاتِ ماضی کا ہوں موثرِ اول

دیکھ میری کرون میں آئینے حوادثِ شے پوچھ مجھ سے افسانے ارجحانِ حادثہ شے

ایک ابر کا ٹکڑا  
چاند کا بنا پروا  
چاند ہو گیا پنہاں      منتظر میں بیٹھا تھا

روشنی ہوئی پیدا  
چاند ابر سے نکلا  
چاند کی شاعروں نے  
رات کو بچھڑا کر تبصروں کا لکھا

”ابتداء عالم کا میں اکتا شانی      یاد ہے ہر اک منظر گلبنی و صحرائی  
پیر زل دنیا کو حوریں دیکھا ہے      شبستان عالم کا نور میں دیکھا ہے  
لشہ تمدن تھی فطرت پرینی آدم      تھا نگاہ ہستی میں انتظار کا عالم  
پھول ناتگفتہ تھے غنچے زودمیدہ تھے      فرش خاک پر دُور سے عصمت آر میدہ تھے

قد میں تھا وقارِ کوہ اور جسم بالید و مرتفع تھی سطحِ ارض راستے تھے پیمید“

ابر کا پھر اک ٹکڑا

چاند کا بنا پروا

چاند ہو گیا پنہاں منظر میں بیٹھا تھا

روشنی ہوئی پیدا

چاند ابر سے نکلا

چاند کی شعاعوں نے

رات کو بخظ زر تبصرہ سا اک لکھا

”رفہ رفتہ دنیا میں اضطراب سا پھیلا بن گیا ہر اک گوشہ ایک حشرِ شگما

تھا خدائی پر طاری ایک عالمِ وحشت بربریتِ کامل، انتہائے بدویت

نظم و نسق ہستی پر کیف کی حکومت تھی ہمناری و مستی شانِ آدمیت تھی

مجلس کے حجم تھی مرکزِے و نعماً آتشِ تنم سے شعلہ زار تھی دنیا  
 فارس اور یوناں پر حکمتیں برستی تھیں لفظِ لبِ انساں پر عظمتیں برستی تھیں  
 اپنی پردہ داری پر آدمی کو نازش تھی پردہ داؤ طرت کو حسرتِ تاملش تھی

ابر کا پھر اک ٹکڑا

چاند کا بنا پردا

چاند ہو گیا پنہاں منتظر میں بیٹھا تھا

روشنی ہوئی پیدا

چاند ابر سے نکلا

چاند کی شعاعوں نے

رات کو بخٹّ زر تبصرہ سا اک لکھا

”یہ ہوا ہے دنیا میں اویں نے دیکھا ہے ابتدا سے اب تک کا دور میں نے دیکھا ہے

میں نے خوب دیکھا ہے زور کبرِ ثابانہ      یاد ہے مجھے اب تک اہلِ جاں کا افسانہ  
 کارزارِ عالم میں آگیا تھا اک طوفان      جس کی تند موجوں میں میرا عکس تھا غائب  
 صولتِ برسا بھی ہے شاہدہ کل کا      وہ تترُدُلمرود آذریِ ذبیتِ خانہ  
 برقِ طورِ امین کا سوز میں دیکھا ہے      میرے سامنے تارا مصریوں کا چمکے  
 میں نے طور پر دیکھا جلیوں کے شیخوں کو      لقمہِ زمیں دیکھا میں نے گنجِ قاروں کو

ابر کا پھر اک ٹکڑا

چاند کا بسا پردا

چاند ہو گیا پنہاں      منتظر میں بیٹھا تھا

روشنی ہوئی پیدا

چاند ابر سے نکلا

چاند کی شعاعوں نے

## صفحہٴ بھارت پر

راست کو بھٹا زر تبصرہ سا لکھا

”نے نوازِ فطرت نے لی جو ایک لنگڑائی  
برج کی فضاؤں سے اک نئی صدائی  
شانِ بُت گری چکی فر کا سری جاگا  
آنکھیں گوالے کی سحر آذری جاگا  
حسنِ خوش نوا نکلا رنگِ سادگی لیکر  
گلدہ بان اٹھ بیٹھا اپنی بانسری لیکر  
آدمی کے عشقوں میں شان تھی بشارت کی  
بانسری کے نفوسِ زندگی نے بیعت کی  
اک نوائے دیر آرا برگ و سازِ صحرائی  
ہر اٹھان نغمے کی موجِ خیزِ جنت تھی  
جو بار بار پر جویریں غسل کرنے آتی تھیں  
ہر طرف نگاہوں سے جلتیں بناتی تھیں  
مستیوں کی گودوں میں اعلیٰ اشاروں کے  
بن ہے تھے گواہ حسن کی بہاؤں کے  
حسنِ مسکراتا تھا آب و رنگِ مے بنکر  
عشقِ دل چراتا تھا بانسری کی لے بنکر“

ایک ابر کا ٹکڑا

چاند کا بن پڑا



چاند ہو گیا پنہاں منتظرین بیٹھا تھا

روشنی ہوئی پیدا

چاند ابر سے نکلا

چاند کی شعاعوں نے

راست کو بھٹا زور تبصرہ ساک لکھا

”میں نے خوب دیکھا ہے جوش جنگ خونریزی قتل اور وہ سفاکی ظلم اور جفا خیزی

رستم و قہمتن کو سام اور نرمیاں کو سر بدست دیکھا ہے زال مرومیدل کو

کل کی بات ہے دارا تھا حریف احمد زور پر تھے کلدانی زور پر تھے دنیاگر

خون کے سمندر بھی میں نے بہت دیکھے ہیں گرز پھیرنے والے کھیت بہتے دیکھے ہیں

وہ محل فریدیوں کے وہ جلالت کسرے وہ نظام زرتشتی وہ نظامت کبریٰ

وہ تغیر عالم وہ مفاصل فطرت وہ ترقی ظلمت وہ ترقی وحشت

وہ تبسم طائف، وہ ترنم وحدت      وہ تکلم کعبہ، وہ تلاطم کثرت  
 دفعۃً وہ انگڑائی واقعات کا لینا      مُطلقاً نئی کروٹ کائنات کا لینا  
 وہ فضاۓ شرب میں انقلاب کا ہونا      ضوئِ مَدینہ میں آفتاب کا ہونا  
 ڈال دی حقیقت نے اک نگاہِ ستارہ      گوشہ گوشہ عالم کا بن گیا پری خانہ  
 میں نے لرزئیں دیکھیں باگاہِ کسریٰ میں      میں نے جنبشیں دیکھیں پائے لاتِ غریٰ میں  
 نور کے دھندلکے میں تابہ آسمان میں نے      گونجتے گئے اکثر نعرِ اُزاں میں نے  
 سُٹھ سے بول اُٹھے پتھرِ نطقِ سرسبز بکر      شامِ تیکدہ نکھری کعبہ کی سحر بن کر

ابر کا پھر اک ٹکڑا

چاند کا بت پردا

چاند ہو گیا پنہاں      منتظر میں بیٹھا تھا

روشنی ہوئی پیدا

چاند ابر سے نکلا

چاند کی شعاعوں نے

صفحہٴ بصارت پر

رات کو بخٹّ زر تبصرہ سا اک لکھا

”میں نے سینکڑوں قویم کا میاں کھئی ہے پھر اسیر گردابِ انقلاب دیکھی ہیں

مٹ گیا نشانِ حبر کا وہ حلال کچھا ہے اب نہیں گمانِ حکا وہ کمال دیکھا ہے

جس جگہ مزین تھے لاکھ قصا و رایواں میں نے اس جگہ پایا اک خرابہٴ ویراں

حُسن کو محبت میں خونِ وتے دیکھا ہے اک دایں محنوں کو جذبِ ہجو دیکھا ہے

حُسن جب چمکتا تھا شوکتِ جمالی سے نورِ چھین لاتا تھا عالمِ ہلالی سے

عشق جب تڑپتا تھا اپنی بدحواسی میں بھیگ بھیگاتی تھی چاندنی اُداسی میں

میں نے حیرتِ وحشتِ مشتِ بیٹائی ہے میں نے قسمتِ خلوتِ صبح تک جگائی ہے“

ابر کا پھر اک ٹکڑا

چاند کا بنا پردا  
چاند ہو گیا پنہاں  
منتظر میں بیٹھا تھا

روشنی ہوئی پیدا  
چاند ابر سے نکلا  
چاند کی شاعروں نے  
صفحوں بصرات پر

راست کو بھٹا زر تبصرہ سا لکھا

”میں نے بربریت کے ظلم دیکھے ہیں میں نے آدمیت کے سخت دیر دیکھے ہیں  
میں نے دشت کو نہیں قتل کا دیکھا خون چمکاں زمینوں کو زیر آساں دیکھا  
میں نے عالم غم میں کر بلا کا دیکھا ہے خون نرے نرے پر آگ بننے چمکا ہے  
ظلم کی کمانوں کو تیر جوڑتے دیکھا تشنہ لب جوانوں کو جان توڑتے دیکھا

اُن وہ منظر دیراں اور غیر آسودہ      بے کفن وہ کچھ لاشیں خونِ مُخاک آلودہ  
 اپنی جلوہ گاہوں سے پھینک کر ضیائیں      پامال جسموں پر ڈال دی ردائیں نے  
 جب خیاں سے مالہ شعلہ ریز آتا تھا      حالتِ زہیں معلوم میں تو کانپ جاتا تھا  
 ہاں میں بد پرچم کا میں حنین پر گزرا      ہے نظر میں وہ عالم جو حسین پر گزرا  
 شام کی فضاؤں کو تاؤ گی نہیں ملتی      اس میں پرا تیک چاندنی نہیں کھلتی

ابر کا پھسراک ٹکڑا

چاند کا بنا پردا

چاند ہو گیا پنہاں      منتظر میں بیٹھا تھا

روشنی ہوئی پیدا

چاند ابر سے نکلا

چاند کی شعاعوں نے

## صفہٴ بصارت پر

رات کو بختِ زار تبصرو سا اک لکھا

جب بھی بساطِ علم بزمِ ہندوایں میں ہو گئے اضافے کچھ عظمتوں کے سماں میں  
اکبر و ہمایوں کی میں غیبتیں دیکھیں غزنوی و خسرو کی میں تے میں دیکھیں  
میں نے جا کے چھپرے نعلوں میں سا زاکثر میں خود سنوارے ہیں گیسوئے ایاز اکثر  
میں نے خوب دیکھی ہے عشرتِ جہانگیری ذہنِ حکمرانی کی منکر آسماں گیری  
منجھوں کے ہاتھوں میں میں نے جامِ دیکھے ہیں صبحِ آفریں جلے بعدِ شام دیکھے ہیں  
جو خودی کے خوگر تھے انکو مست دیکھا ہے میں نے خود پرستوں کو مے پرست دیکھا ہے  
ہے نگاہ میں اب تک قصِ تخت طاؤسی اور پھر وہ طفل کی دردناک مایوسی  
منقلب گھڑی بھر میں کائنات دیکھی ہے بزمِ عیش و عشرت کی پہلی رات دیکھی ہے

ابر کا پھسراک ٹکڑا

چاند کا بسا پردا

چاند ہو گیا پنہاں      منظر میں بیٹھا تھا

روشنی ہوئی پیدا

چاند ابر سے نکلا

چاند کی شعاعوں نے

رات کو بچھڑا زر      تبصروں سا لکھا

عالم ادب میں نے بے مکان چھانا ہے      اس جہاں کا ”داشعر“ میرا درخشا ہے

اوزمئی قاتانی، عسجدی و فردوسی      ہیں یہ سب مے شاگرد جاتی و نظامی بھی

میرے سرو منظر میں شعروں کی دنیا ہے      میری چاندنی گویا ذہن کا اُجالا ہے

تابشیں مری ان کو بولنا سکھاتی ہیں      قلب تک مری کز میں لطف لیکے جاتی ہیں

لفظ بکے اُڑتے ہیں پھر دماغ تک جوہر      روح انکولاتی ہے ذہن سے بانوں پر

ہر شش کو کاغذ پر رنگ آتے ہیں      دائروں کو تشکیل آفتاب دیتا ہوں

سعدی و عراقی کو عرفی و غنیمت کو      میر و درد و سودا کو مصحفی و جرأت کو  
 سب کو میں نے لے دی جو دیں بولنے والی      اک ادا سکھادی ہے راز کھولنے والی  
 آتش اور نسخ نے پائی میر کی تشبیہیں      غالب اور مومن پر چھپائیں میری تنزیہیں  
 میں نے چشم غالب کو بادہ بار و دیکھا ہو      میں نے نبض مومن کا انتشار دیکھا ہو  
 میری ہی شاعروں سے میر نے لکھا تھا      ”دل کہاں کہ گم کیجے دل کا مدعا پایا“

دفعۂ آسماں بدلا

رنگِ آسماں بدلا

یعنی صبح کا تارا

آسمان پر نکلا

چاند ہو گیا پھیکا

نور خود بخود سمٹا

چونک کر کہا اچھا



لوسلامِ نخست کا  
 تھایہ ناکمل سا ناتمام افانا  
 خیر کل پھر آؤں گا اب ٹھہر نہیں سکتا  
 صبح آئی نور انشاں  
 چاند ہو گیا پنہاں  
 ”منتظر میں بیٹھا تھا“

## جامِ فطرت

کبھی نظارہ تیرا درس گیر صبح آئے ہے  
 کبھی تیری نظر ہم کتب خان و سحر ہے  
 حسینوں میں کبھی ہے منتشر حسنِ نظر تیرا  
 کبھی ہے آستانِ دولتِ دنیا پہ سرتیرا  
 علومِ ظاہری سے رونقیں ہیں تیری محفل کی  
 کبھی منطق کبھی ہے فلسفہ خواہشِ تیرے دل کی

ربابِ نعمتِ دُنو نے جامِ وسعِ ہستیاں تیری      صد دُرنگ پر موتوں ہیں عنایاں تیری  
 یہ سب اتیقم اور یہ سا انِ عشرت کے      شرابِ شامِ دوساتی صفا شامِ خلوت کے  
 درودِ دیوارِ چہاں نظر کش چند تصویریں      یہ بے معنی کتابیں اور یہ بیکار تحریریں  
 یہ علمِ مہندسہ یہ فنِ ہیئت اور نقاشی      یہ ہذیانِ دماغ و ذہن کی ناقص گہ پاشی

غرض اکبھا ہوا ہے تو فریبِ خود پرستی میں

ترقی ہے ترے حالات کی اقصا پستی میں

بلند پائی نظر کر دیکھ عالمِ بزمِ فطرت کا      تجلی ریز ہے فست میں آئینہ حقیقت کا  
 حد و عقل سے باہر نکل اور بے خبر موجا      نظر کے ساتھ آزادِ قیودِ بام و در موجا  
 مذاقِ حُسنِ ظاہر چھوڑ دے تکلیفِ معنی کر      عجائبِ از پر ہے مغلِ باطن تماشا کر  
 طلوعِ صبح دیتا ہے تجھے اک رسی باری      سوا دِ شام کے لب پر ہے الہامِ بقا جاری  
 یہ کسار اور چٹھے یہ بیا بیاں سینِ حُسنِ      یہ سونج کی صبحی اوریتاروں کے پیمانے  
 نکلتا چاند کا اوچا ندنی راتوں کی نقاشی      یہ میسل کے دھڑتوں سے شاعروں کی ضیافتی

یہ پھولوں کا مہکنا اور چکنا بند کلیوں کا      کمینِ کھمت کا بننا اور کھینچوں کا ہنکنا  
 کو ایک کے ترنم سے چکنا اشکِ شبنم کا      ثوابت کے تبسم سے چکنا موجبِ بیم کا  
 ”بیاتِ اگل برافشاں ہم و مے در ساعِ اندازیم  
 فلک اسقفِ بشکافیم و طرح نو در اندازیم“

## نقطات

یہ فضا دشت کی یہ چاندنی رات  
 یہ ہوا یہ خموشیِ ذرات  
 آسمان سے نزولِ نورِ حیات  
 سطحِ سمیں پہ بارشِ لمعات

یہ بھی اک شعر ہے: ————— جمال حیات

دشت میں بہہ رہا ہے اک چٹنا  
جس میں مخزن ہے صاف پانی کا  
اس کی موجوں میں ہے اک آئینا  
ہے تماشائی وسعت صحرا  
یہ بھی اک شعر ہے: ————— چھلکتا سا

اک حسیں مطربہ ہے زمزمہ بار  
جس کی ہر تان ہے وداعِ قرار  
جس کے نغموں میں ہے نکستِ خار  
جس کے عشقوں سے مستیاں سدا رہا

یہ بھی اک شعر ہے: ————— صدا بکنا

اک گدا دل شکستہ دور اس

اپنے ماحول میں ہے سرگرداں

کوئی مقصد نہ ہے کوئی اُارماں

قانع و بے نیاز ہر دو جہاں

یہ بھی اک شعر ہے: ————— بہ خود نمازاں

ایک بیوہ ہے بمقرار و خموش

جسکے دل میں ناں ہے سوچ و جوش

جسکی آنکھیں خرابِ نشہ و دوش

ہمتن یاس و صد شکیب فروش

یہ بھی اک شعر ہے: — فسانہ بدوش

ایک زرین وضو نشاں نقطہ  
چاند کہتی ہے جس کو سب دنیا  
زینتِ ارض و آسماں آرا  
لیلیٰ شب سانسِ ترنا  
یہ بھی اک شعر ہے: — فلکِ پیما

ایک بیکس ہے بے قصود گناہ  
مجرمِ عشق اور اسیرِ نگاہ  
نہ ٹھکانہ کہیں نہ جائے پناہ  
لبِ خاموش، ترجانِ صداہ

یہ بھی اک شعر ہے: — خراب و تباہ

ایک میکش پڑا ہے بر سر راہ  
جام بر سینہ میکدہ بہ نگاہ  
جوشِ مستی سے اختیار تباہ  
شوقِ مے دل میں لب پہ یا اللہ  
یہ بھی اک شعر ہے: — نشاطِ گناہ

یہ چمن اور یہ بہارِ شکیل  
اس میں یہ پھول معجزاتِ خلیل  
دیکھ کر جن کو رنجِ تجلّیل  
جذبہٴ انبساط کی تکمیل

یہ بھی اک شعر ہے: ————— جو ان جمیل

نزع میں ایک شاعر مشہور

ہے غریب خیال طلعت حور

متجلی جیسے مطلع نور

تجزیہ ہے خیال کا منظور

یہ بھی اک شعر ہے: ————— مگر مستور

انجن شمع اور پروانہ

بُستکہ کعبہ اور میخانہ

بادہ و حجام اور پیماںہ

باغ اور کوہسار و دیرانہ



یہ بھی سب شعر ہیں: — اور افسانہ

الغرض ساعنبر سرور طراز  
کیوں نہ ہو شاعری پہ اُنھیں مجھے ناز  
شعری شعہ کہ یہ عالم راز  
جسے کہتے ہیں فطرت خود ساز  
وہ بھی اک شعر ہے: — بصیغہ راز

## منور کی گھائی میں

یوں نہ رہ رہ کر ہیں ترسائے آئیے، آجائیے، آجائیے!

لے نیلی تال کی ایک گھاٹی

پھر وہی دانستہ ٹھوکر کھائیے      پھر مری آغوش میں گر جائیے  
 مست جسے ہو گئی تھی کائنات      پھر اُسی انداز سے شرابیے  
 راجھے یہ چوٹیاں یہ گھاٹیاں      دیکھتے ہی دیکھتے کھو جائیے  
 پھر وہیں حیرت میں گم کر دیجئے      مسکرا کر پھر وہیں پا جائیے  
 یہ فضا میں مست اور بیخوار ساز      ہاں نظر سے میکہ بے سائیے  
 یہ ہو ایں ٹھنڈی ٹھنڈی مست      گرم سینہ میسے دل تک لائیے  
 یہ صنوبر پچیل اور یہ دیو دار      حُسنِ قامت سے انہیں شرمائیے  
 یہ فضا گاتی ہوئی مستِ خموش      ہاں ذرا اس وقت کچھ فرمائیے  
 نعمتِ زن ہنِ ادیوں میں آبشار      آپ بھی ہلکے سُر میں گائیے  
 یلیٰ قصاب ہو مجھ کو تلاش      سایہِ محبوبوں میں پھر چھپ جائیے  
 چھار ہی ہے موت سیاحوں پر      آئیے اور زندگی بن جائیے

وادیاں ہیں گو دھیلانے ہوئے      ابرکے پونے ہی میں آجائے  
 آہ یہ سیس دُلانی کمر کی      نیلگوں آجیل ذرا لہرائے  
 یہ دُھند لکا دامن کُمر کا      نور برساتے ہوئے آجائے  
 چاندنی اور پھر فضا دے دیو دا      بن کے ساتی میکدہ بن جائے  
 میری دنیا منتظر ہے آپ کی      اپنی دُنیا چھوڑ کر آجائے  
 یہ ہوا سا غریہ ہلکی چاندنی  
 جی میں آتا ہے یہیں مجائے

## کافر گھٹائیں

یہ ظالم ہوائیں یہ کافر گھٹائیں  
 چلی آئیں تنہا انہیں بھی تو لائیں

# جمنہ

## سچ بتا اے میری جمنہ کیا وہی جمنہ ہے تو

جس کے پائے ناز مسجود فقیر و شاہ تھے      جس کے ساحل تیر اندازوں کی جولا نگاہ تھے  
 چاندنی میں جسکی ٹھنڈی ریت پر پوتے تھے ہم      نیلگوں دھارے میں جسکے غوطہ زن ہوتے تھے ہم  
 جس نے پانڈو کے دل میراں کو بخشی زندگی      جسکی کل موج بھی تسکین کا اک جام تھی  
 ساحلوں پر جسکے صحرائے لعل و دق تھا بھی      جو درندوں اور حیوانوں کا تھا سلجا کبھی  
 ذوق نے الفت کے جس کو رشک گلشن کر دیا      گل بدامن کر دیا جنت بدامن کر دیا  
 جس کو پانڈو نے سنوارا کیا وہ دوشیزہ ہے تو

سچ بتا اے میری جمنہ کیا وہی جمنہ ہے تو

سچ بتا اے میری جمنہ کیا وہی جمنہ ہے تو      جسکے آگے نہ تھا قلم وہی دریا ہے تو

جسکے پاکیزہ کناسے مندوں کے ہر تھے      جسکے قطرے بکھنے والوں کو رشکِ بحر تھے  
 جسکی گودی میں نہاؤں تلے تھے لاکھ جن      جسکی موجوں میں ہا کرتی تھی دنیا اور مہن  
 جو کبھی صورتِ نئے کو شر و تسنیم تھی      جسکے سال پر گھنے کنجوں کی کف دوس تھی  
 جسکے سال سے ہاؤں زندگی پاتے ہے      ارجن و ہم دیدہ شہر گرز چمکاتے ہے  
 آسمانِ جنت کے موتی جس پر ساتا رہا      آریہ عظمت کا جھنڈا جس پہ لکڑا تارا رہا

جس کو بوہرنے ترشا تھا وہی میرا ہے تو

سچ بتاے میری جہنما کیا وہی جہنما ہے تو

سچ بتاے میری جہنما کیا وہی جہنما ہے تو      نعر و گلستاں دوشیزہ صحرا ہے تو  
 جس کے سینے پر کنول کے پھول کھلتے تھے بھی      ساری دنیا کے غزانے جہیں ملتے تھے بھی  
 جسکی چوٹی موتیوں کی کان تھی میڑوں کی جا      بھیک جس مانگتے تھے نو کی ہفت آسمان  
 جسکی چھاتی گوشہ آغوشِ مادر تھی کبھی      جسکی گودی میں اور رست کا مندر تھی کبھی  
 جو کبھی میٹھے سُر میں گلا کے بہلاتی بھی تھی      اور کبھی بیڑوں کے سائے میں مل جاتی بھی تھی

فرض کو اپنے اگر ہم بھول جاتے تھے کبھی      بیخودی میں عیش کی محفل جاتے تھے کبھی  
 تندہ و موجوں کے نمنوں سے جگادیتی تھی تو      اٹھکے اپنے پاؤں گھنکر دیا دیتی تھی تو  
 محفل ہندوستان کی مست رقاصہ ہے تو

سچ بتائے میری جہنا کیا وہی جہنا ہے تو

سچ بتائے میری جہنا کیا وہی جہنا ہے تو      کرشن کی مہنی کا اک بتا ہوا انعام ہے تو  
 دیو کی ہر صبح جسکے گھاٹ پر آتی رہی      بطن میں گوکل کے پیغمبر کو نہلاتی رہی  
 نغمہ گوتم کنائے پر ترے کو سنجایا      بنسری کا مست تیری گود سے پیدا ہوا  
 تیرے ساحل پر کبھی یا پریشاں و اسیدو      کنس کا مارا ہوا مقہور و وحیراں و اسیدو  
 کنس کے ظلم و ستم کی سخت مہیت دل پہتی      گورجن پر اک نظر تھی اور اک ساحل پہتی  
 یاد سجا تک تر اطو فالٹھانا یاد ہے      گورجن کو دیکھ کر موجوں آنا یاد ہے  
 کقدر جادو بھرا تھا شوقِ پابوسی ترا      تیری مینابی پہ آخر کرشن کو رحم آ گیا  
 کرشن نے اپنا قدم معراج رواں پر کھدیا      تاج الفت کا وفاقے آستان پر کھدیا

بوسے دیکر کرشن کے قدموں کو تو بہنے لگی  
 مائل مقصود و محو جستجو بہنے لگی  
 نر نہت آغوش تھی بازیچہ تھی گہوار تھی  
 آسمان ہند کا ہوتا ہوا ستیارہ تھی  
 کیا تجھے وہ کرشن کا گیندیر لڑنا یاد ہے  
 ساحلوں کو اپنے بازیچہ بنا لیا دہے  
 گیند کا موجوں پہ گرنا کو نادہ کرشن کا  
 اتر دہے کا سا نوے پیکر یہ کنڈل مانا  
 کرشن کا اس وقت بھی مہنی بجا لیا دہے  
 ناچنا اور تیری موجوں کو نچا لیا دہے  
 ناگ کے پھندے سے پکڑا ہر آ لیا دہے  
 سب پہلا دریں آزادی سنا لیا دہے  
 گوپیوں کا وہ سرِ ساحل نہا لیا دہے  
 کرشن کا زلیں لباس کو چرنا لیا دہے  
 کرشن کا مہنی بجا کر سکرنا لیا دہے  
 گوپیوں کا جسم عریاں کو چھپانا لیا دہے  
 ہر سحر جس کی کنول تھی اور ہر شہ پاندنی  
 ادھ کھلی کلیوں کی خوشبو سے مگر کھانڈنی  
 جو دھرم کی لے پر عمر بھر بہتی رہی  
 کرشن سے افسانہ شام و سحر کہتی رہی  
 عمر بھر جو زندگی کی پذیرائی رہی  
 موجِ گل جس کی دلی کی تم کھاتی رہی  
 شام کے ہلکے دھند لکھیں باندازِ حجاب  
 چھٹی تھی کُنج میں آدھا محبت کا ربا

حُسن کا گہوارہ تھی دارالامانِ عشق تھی    جسکی ہر موجِ رواں آرامِ جانِ عشق تھی  
 کرشن جس میں تیرے تھے کیا وہی دریا ہے تو  
 سچ بتائے میری جہنا کیا وہی جہنم ہے تو

سچ بتائے میری جہنا کیا وہی جہنم ہے تو    عظمتِ ماضی کا دھندلا سا اکلُئینہ ہے تو  
 جسکا ساحل تھا شکستِ فتح کی جولا نگاہ    جسکا ساحل دیرِ بھگتوں کی تھی اکلُئینہ بانگاہ  
 جسکی ریتی تھی شہیدوں کیلئے نوری کفن    خون کے قطرہوں کی جو بنی رہی شکرِ حین  
 تھی چتا ہر موج جسکی جلنے والوں کیلئے    اور اک قبرِ رواں تھی مرنے والوں کیلئے  
 انجمِ یونانیاں چمکا تری آغوش میں    باختر کا کارواں تیرا تری آغوش میں  
 تیری گردن پر کبھی افغان کی شمشیر تھی    ادکبھی مغلوں کے تیرے بوسِ نیروں کی اُنی  
 خود تجھے اکثر ترے بیٹوں نے بھی زخمی کیا    آریوں نے اپنے خوں بھی تجھے بھر بھردیا  
 جسکے ساحلِ عظمتِ تیمور کی ہیں یادگار    جسکے ساحلِ حشمتِ بابر کے ہیں اُمینہ دار  
 دولتِ تیمور کی جاہ و جلالِ دُفن ہے    تیرے ساحلِ پر سلماؤں کی عظمتِ دُفن ہے



مرثیہ خوانِ جلالِ جُشمتِ رفتہ ہے تو

سچ بتائے میری جہنا کیا وہی جہنا ہے تو

سچ بتائے میری جہنا کیا وہی جہنا ہے تو صحبتِ ماضی کا اک پُرورد افسانہ ہے تو

شانہ گیرِ شہ جہاں کو تیرے گیسو کی ٹلی مر کے بھی کی جذبہٴ ممتاز نے مٹا طغی

ایک کوہِ نور دہن پر تیرے ٹانگا گیا جو تری آبی دُلانی کے لئے تارہ بنا

تاجِ سے اتوں کی خاموشی کیا کہتی ہے تو آکے اسکی گود میں آہستہ کیوں ہتی ہے تو

تیرے ساحل پر کہاں پہلی سی آبادیاں اب وہ قلعے نہ وہ جھنڈے نہ چیم اور شا

اب کہاں ہر عظیمی وہ دبدبے اور وہ جلالِ شام لاتی ہے کہاں سے لئے ماؤں کی نال

رات کو انجم ترخی لغو اب ملتے نہیں صبح دم موجوں تیری اکبئل کھلتے نہیں

اب کہاں چہرے تیرے نو عشرت کا طو اب کہاں نکھوں میں تیری زندِ نیائے سرود

تیرے پیکر پر لباسِ ندگی ہے تار تار تیرے ساحل پر نگلشن ہیں گلشن کی بہار

سکھ کے نغمے میں مندریں نہ مسجدیں انں اور نہ ساحل پر تھے وہ دیو یا دیہ گویاں

آہ وہ تیرے مانے اک فنا نا ہو گئے ناپتے تھے مورجن کنوں میں وہ کیا ہو گئے

یادگارِ حُمتِ تائِخِ دیرینا ہے تو

سچ بتائے میری جہنا کیا وہی جہنا ہے تو

سچ بتائے میری جہنا کیا وہی جہنا ہے تو جنگلوں میں ہند کے اک تشنہ لب ٹھیلے تو

غاصبوں کے سم زدہ تیرے دس جو زخمی ہوئی جسکی چھاتی نیزہ اغیار جسے چھلنی ہوئی

جسکی ربطا امتدادِ وقت نے ٹکڑے کیا جسکی جھبیں پڑھ رہی ہیں زندگی کا مرنیا

جس کی ہر موجِ رواں آج اک سازِ نموش جسکی لہروں میں ہیں پہلاؤ خوش و خروش

جوشِ نِں اور موجِ زن جسکے کنارے کٹ گئے کاٹے تھے جو سمندر کو وہ دھار کٹ گئے

جس کی آنکھیں آنسوؤں سے پر ہیں اور بے قرار جسکی دامن ٹھٹھے ٹکڑے او گریباں تار تار

اور اُسِ ظلم یہ بھی ہے کہ بے پردا ہے تو

سچ بتائے میری جہنا کیا وہی جہنا ہے تو

سچ بتائے میری جہنا کیا وہی جہنا ہے تو خوفِ مستقبل ہے تو اندیشہِ فردا ہے تو

کاش اکدن تیرے ٹوٹے کنارے پھٹ پڑیں      کاش اکدن تیرے ٹوٹے کنارے پھٹ پڑیں  
 تیری جھوٹا لموں کے آستان تک ہوں ملند      تیری لہریا صبروں کے اُن مکان تک ہوں ملند  
 جس کے کھینچے خونِ انسانی میں ہیں دُوبے ہوئے      جس کے کھینچے خونِ انسانی میں ہیں دُوبے ہوئے  
 ظلم کے دھارے ٹھکرائے تری موجِ رواں      بحرو بریں گونج اٹھے اک صدائے الاہاں  
 کاش اکدن طرحِ غیض و غضب کیے تو      جانبِ مغرب غلامی کو بہا لیجائے تو  
 پھروہی آزادیاں ہوں پھروہی منجاریاں      پُھری دلشادیاں ہوں پھروہی شریاں

خود ہی ساتی خود ہی ساعی خود ہی میخانہ ہی تو

یا زوالِ دارِ وفا کا ایک پیمانہ ہی تو

سچ بتائے میری جہنما کیا وہی جہنما ہے تو





تقویش باقی

پانچواں باب







# کشمیر کا قبل

بہت دلچسپ کل اک بحث تھی عقل و عقیدت میں  
 تخیل کھو گیا تھا انکشافِ رازِ جنت میں  
 وہ جنت جس کا وعدہ آج تک ایسا نہ سم ہے  
 وہ جنت کوئی شک باقی نہیں جس کی حقیقت میں  
 عقیدت سر جھکا کر مانتی تھی حُسد کا ہونا  
 مگر تحقیق کو اصرار تھا اتمامِ حجت میں  
 وہ کہتی تھی کہ جنت نعمتِ موعودِ فطرت ہے  
 یہ کہتی تھی بہت سے راز بے معنی ہیں فطرت میں  
 وہ کہتی تھی کہ ہے ہر اک صحیفے میں خبر اُس کی  
 یہ کہتی تھی سُلوکِ مُلہما نہ ہیں صحافت میں

وہ کہتی تھی قیامت ایک دن دیگی ثبوت اہکا  
 یہ کہتی تھی غلط فہمی ہے موضوع قیامت میں  
 تخیلِ بحثِ حشر و حسد کی تفسیر لے آیا  
 تصور سامنے اک عالمِ تصویر لے آیا  
 ٹپیدے کے درختوں سے نگاہوں پر سحر برسی  
 فضاے نور سے مستی ادھر برسی ادھر برسی  
 بساطِ ارض پر شفاف چشموں سے ہوئی پیدا  
 وہ رونق جو نہ اب تک کوثر و تسنیم پر برسی  
 بھری نہروں سے رنگِ سبیل اکثر ہوا پیدا  
 گیاہِ سبز سے طوبیٰ کی مستی بیشتر برسی  
 چناروں سے بہارِ آتش تر رنگِ بن بن کر  
 بقدرِ وسعتِ آغوشِ اودا مانِ نظر برسی

غریقِ کیف و بستی ہوئی دنیاے نظارہ  
 شگوفوں سے شرابِ ناب کو کثر اس قدر بری  
 ہر اک ذرہ نمو سے رقص کر کے حور بن بیٹھا  
 ہوا سے جنتیں برسیں گھا جب جھوم کر برسی  
 جبینِ معتل پر بھرندامت کی اُنھیں ہو جیں  
 پسینے سے بنی جو بوند وہ بن کر گھر برسی  
 پکاری کی اسی کو حُسد کی تعمیر کہتے ہیں  
 نذا آئی کہ اس کو جنتِ کشمیر کہتے ہیں  
 نظر کے سامنے آئینہ تھا تصویرِ جنت کا  
 نگاہِ عقتل میں تھا موجزن طوفانِ حیرت کا  
 انہی تازہ بہاروں میں انہی فردوس پاروں میں  
 نطائے نے بھرا اک رنگِ آشوبِ قیامت کا

یہاں رضواں نظر آئے ہزاروں بے سرو ساماں  
 جنہیں حاصل ہوا تھا ارتقا حوروں کی طلعت کا  
 مگر سب دل فسودہ، مو پریشاں اور فغاں بربلب  
 طریقہ تھا فقیروں کا سلیقہ بادشاہت کا  
 طمانیت سے خالی تھی کسنا بر آرزو جن کی  
 کنول مڑھا چکا تھا جن کے گلزارِ مسرت کا  
 ہر اک کا شانہ تھا عبرت سرکے غربت و بکبت  
 ہر اک گوشہ تھا محشر اضطرابِ آدمیت کا  
 بدن فطرت نے اُن کے اس قدر نازک بنائے تھے  
 ابھی پھولوں بھری سیجوں سے گویا اُٹھ کے آئے تھے  
 نگاہوں میں تجمل دیدہ پر غم میں حیرانی  
 ارادوں میں بلندی ہمتوں میں خستہ سامانی

تناسب بازوؤں میں سیلچے رنگین ہاتھوں میں  
 صراحی دار گردن سر پر انبیا ربیابانی  
 ترنم انکھڑیوں میں اور عذارِ سرخ پر آنسو  
 مجسم ایک جنت اور حشر اب خانہ ویرانی  
 لب ان کے نغمہ پیرا اور آوازوں میں کنوڑی  
 بدن خلاق عصمت اور کپڑے ننگِ عریانی  
 جیس صبحِ مسرت غرق محنت کے پسینوں میں  
 کمر بوس اُن کے بال اور پھرا سیرِ صد پریشانی  
 کوئی سُنا نہیں سنا یا دجن کی بزمِ عالم میں  
 وہی لب تشنہ دریا ہے جن کی شعلہ دامانی  
 بالآخر عفتل نے اک شخص سے وجہِ الم پوچھی  
 کہا میں کیا تاؤں یہ تو اک قصہ ہے طولانی

بود در خطِ اہلِ زاہلِ عالم ہر کہ کامل شد  
 طہیدن در میانِ جملہ اعضا قسمتِ دل شد

(غنی کشمیری)

ہمیں ہیں وہ جو کل تھے حکمران ان شہ نشینوں پر  
 ہمیں ہیں وہ کہ اب سوداغ ہیں حسرت کے سینوں پر  
 ہمیں ہیں وہ جو کل سیجوں پہ سکھ کی نیند سوتے تھے  
 ہمیں ہیں وہ کہ اب راتوں کو تکیہ ہے زمینوں پر  
 ہمیں ہیں وہ جو کل دیتے تھے گوہر اپنے ہاتھوں سے  
 ہمیں ہیں وہ کہ اب لیتے ہیں آنسو آستینوں پر  
 ہمیں ہیں وہ جو کل سجدہ نوا زاہلِ عالم تھے  
 ہمیں ہیں وہ کہ اب بھاری ہیں خود اپنی جبینوں پر  
 مقدر پھر گیا چمکاکے اک اقبال کی مجلسی،  
 نہ رونق ہے مکانوں پر نہ تابانی ملکینوں پر

یہ کشمیر آہ یہ جنت اور اس میں انقلاب ایسا  
 قیامت اور کیا ہوگی بپا عزت گزینوں پر  
 عقیدت مسکرائی عفتل نے گہری نظر ڈالی  
 کہا روشن ہے مستقبل تمہارا دو برسوں پر  
 یہ زنداں میں لب زنجیر سے ارشاد ہوتا ہے  
 کہ جو پابند ہوتا ہے وہی آزاد ہوتا ہے  
 وہ دیکھو ہے تحریک آفتاب اوج و عظمت میں  
 وہ دیکھو نورِ مشرق ہے نمایاں شامِ غربت میں  
 طلوعِ نعرہ و سِ عظمت و قبال ہوتا ہے  
 کوئی محمل بنا رکھو حجابِ آدمیت میں  
 جہنم زار جس سے بن گئی ہے محفلِ ہستی  
 بدلنے کو ہے وہ آلودگی خوشبوئے جنت میں



جو دھندلی پڑ گئی تھیں امتدادِ گروں سے  
 وہ کہیں پھر حکمے کو ہیں ظلمتِ زارِ قسمت میں  
 یہی ذرے جوابِ گردش سے پامالِ حوادث ہیں  
 تارے بن کے چمکنے فضا کے علم و حکمت میں  
 یہی قطرے جوابِ چکر میں ہیں سیلِ حوادث کے  
 بننے کے ایک دن لعل و گہ نظروں کی وسعت میں  
 یہی کشمیر جو آج ایک گہوارہ ہے پستی کا  
 بلندی پانے والا ہے جہانِ اوجِ عظمت میں  
 یہی تاریکیاں اک دن سمٹ کر صوفشاں ہونگی  
 ابھی یہ مٹنے والی یا دگاریں پھر جواں ہونگی  
 یہی خطہ کسی دن عظمت آرائے جہاں ہوگا  
 یہی جملہ کسی دن آب و رنگِ داستان ہوگا

فلک جس سرزمین کا آج ہے آئینہ پستی،  
 زمینوں پر اسی کی احتمالِ آسماں ہوگا  
 جسے تم بے زباں، بیکار اور مہمل سمجھتے ہو  
 یہی خاموش منظرِ زندگی کا ترجمان ہوگا  
 بہارِ رفتہ پھر آجائے گی اپنے خیاباں میں  
 وطن سے جو ہے باہر وہ وطن میں شادماں ہوگا  
 جو واما مذہ ہیں وہ پُہنچینگے راہوں سے ٹھکانے  
 پھل پنی اپنی منزل پر یہاں ہر کارواں ہوگا  
 حکومت ایک دن کشمیریوں کے پاؤں چومے گی  
 ہر اک ہستی پہ داراؤ سکندر کا گماں ہوگا  
 زمیں جو کھا گئی ہے وہ خزانے پھر اگل دیگی  
 وہ سماں جو کہیں اب تک نہیں دیکھا یہاں ہوگا

فنا کے قبضے سے جو ہر مع شمشیر نکلے گا  
خس و خاشاک سے اک تودہ اکیر نکلے گا

مسترت عید ملنے آئیگی دل کے ملاوٹ سے  
جوانانِ جہن کھیلینگے اپنے نونہالوں سے  
پیامِ زندگی ان کو دیا جائیگا دُنیا میں  
حیاتِ رفتہ پھر آکر ملیگی مرنے والوں سے  
وہ بے کیفی وہ بے رنگی جو اب ننگِ تخیل ہے  
ہمیشہ کے لئے ہو جائیگی رخصت خیالوں سے  
صباحِ ہو چکی ہے نا تو انی سے جو پڑ مر دہ  
وہ ہم آغوشِ خود ہوگی مچل کر خوش جالوں سے  
عقیدتِ آفریں کانوں میں اب تک گونج ہے جنکی  
صدادہ پھر اٹھیں گی مسجدوں سے اور شوالوں سے

جو گرد آلود سے ہیں خاک زارِ شامِ غربت میں  
 بنی سگی عیش کی راتیں انہی شبِ فامِ بالوں سے  
 تم اپنے پاؤں کے چھالوں کو رو کر نہ یوں دیکھو  
 کسی دن پھول برسیں گے انہی تلووں کے چھالوں سے  
 شکن ماتھے کے مٹ جائیں گے بن کر حید افسانے  
 جو تنجالے لبوں پر ہیں وہ بن جائیں گے پیمانے  
 چلا تھا ذہن سرگرم مذاقِ جستجو ہو کر  
 ہوا مسرورِ آخِرِ شاد کامِ آرزو ہو کر  
 زبانِ کلکِ ساغر سے یہ کچھ الفاظ نکلتے ہیں  
 فضا میں چھا گئے ہیں اعتبارِ رنگ و بو ہو کر  
 ہوئی تسکین لیکن نعمتِ ہائے بے نیازی سے  
 سرور آیا مگر مستغنیِ حِمام و سبُو ہو کر

ہوئی جب تشنگی ذوق کی تکمیل ہی لازم ،

تو قطرے چشمہ کوثر سے نکلے با وضو ہو کر

ہوئے جذبات پیدا ڈوب کر یوں فکرِ رنگیں میں

نکھر جاتا ہو جیسے کوئی عسرقِ آبخو ہو کر

پیامِ عظمتِ کشمیر اس انداز سے آیا

کہ جنت خود بڑھی رنگیں عروسِ ننگ و بوہو کر

معطر کیوں نہ ہو جائے مشامِ خاطرِ ان

نوائے قدسِ آلیٰ عنبرین و مشک بوہو کر

خوشاقوئے و تریبِ عظمت و اقبالِ می آید

کہ خود مستقبلِ او بہرِ استقبالِ می آید

# تاج آغوشِ سحرین

صبح کنارِ جِنا اور تاج کا نظارہ  
جیسے اُفتِ پہ دھندلا چلے کوئی ستارہ

صویرِ یزوعالم آرا

پہنان و آشکارا

رنگ اور نورِ بن کر کیفِ دسروں بن کر  
یکسرِ ظہورِ بن کر یا شیخِ طورِ بن کر

کردے سحر کو رسوا

سارے حجابِ ٹھائے اک حُسنِ جلوہ گر ہے

لُغ سے نقابُ ٹھٹھے شہزادی سحر ہے

تاج اس کا مستقر ہے

حیران ہر نظر ہے

اب نور اس سے لیکر نکلیگا شاہِ خاور

دنیا کے بام اور در ہو جائیں گے منور

از باغ تا صحرا

شبِ بنم کی یہ تراوش کلیوں کا مسکرانا

یہ رنگ و بو کی بارش سبزے کا اہلانا

چڑیوں کا چھہانا

پھولوں کو دھبانا

یہ حوض میں کنول کی مستانہ نیم بازی

موجِ نسیم آئی انگریزی سرونے لی

گلزارِ باگ اٹھا

یہ صبحِ تاج کیا ہے نورِ دُورِ بزمِ عالم

یا ٹوٹ کر ہوا ہے تارہ کوئی مجسم

یا ہے فضا میں محکم

شاہِ جہاں کا پرچم

یا صبح کے فرشتے بیٹھے ہیں پر سیٹے

یا رکھ دیا ہے شبِ نئے پہلو میں صبحِ نو کے

اک پھول چاندنی کا



# اِکْبَام

(جہانگیر عظیمؒ کے مقبرہ پر)

عبرت افزا ہیں مقابر کے نقوشِ باقی      جنکے رنگوں میں چھپکتے ہیں ابھی جامِ شراب  
 روشِ سبز سے پیدا ہے جوانی کی اُمنگ      ہر گلِ تازہ ہے آئینہٴ تصویرِ شباب  
 سروِ بالیدگی روح کا افسانہ ہے      برگِ گلِ مطربہٴ مست ہے گلِ سکارِ باب  
 چشمِ ستیاح نظر بند نظر آتی ہے      کوئی بدست ہے آسودہٴ محویتِ خواب

یہ مرقع، یہ محلی، یہ جوانِ خلوتِ خواب      مُسکراتے لگی کیوں شوخیِ تقدیرِ یہاں  
 لرزہٴ ثنوں میں درودِ دیوارِ نظر آتے ہیں      شیرِ افکن لے بیٹھا ہے مگر تیرِ یہاں

داستانِ عشق کی ہرزہ بیاں کرتا ہے      چیتاں حُن کی ہے درخِ تفسیر بیاں  
یہ وقار اور یہ مدفن کی شنشاہیت      مجھے معلوم ہی سوتا ہے جہانگیر بیاں

دفن ہے دولت و اقبال کی تصویر بیاں      خاک پر جسم بڑا ہے گہر و لعل بدوش  
جسکے لفظوں کا مضا دل کی لڑ جاتی تھی      آج وہ خاک کی سند یہ نفقش خاموش  
آج ہے کل قاسم وہی مجبورِ جمود      جسکے دل میں کبھی زندگی و عشق کا جوش  
جسکا مذہب تھا حقیقت پہ فدا ہو جانا      جسکا مشرب تھا ”محبتِ بکنِ بادہ نوش“

اٹھ جہانگیر یونہی قبر میں کب تک بدوش      چل کسی نہریہ پھر شغلِ مے و جام کریں  
دورِ ساغر سے مقدر کی بدل میں نثار      کچھ مدا دے غمِ گردشِ ایام کریں  
آہِ زمانے کو ہے پھر شکوہ بے رحمیِ عدل      بیٹھ کر افسرِ طاؤس پہ کچھ کام کریں  
یہ گراں خوابی گُل خانہ ویراں تا چند!      چل کسی خلوتِ گلِ ریز میں آرام کریں

اُٹھ کسی اور روش سے سحر و شام کریں      پھر تجلی مسرت سے ہو معمور جہاں  
 پھر اُسی جاہِ طربناک سے کر غمِ خرام      مرکزِ عیش سے ہے آج بہت دور جہاں  
 تیرے جذبات جو تکلیف کریں مثلِ کلیم      کثرتِ حُسن کی بجلی سے بنے طور جہاں  
 زندگی کا اُسے پھر مژدہ نہ پہنچائیں      دورِ افتادہ ہے مدت سے تری نور جہاں

اب وہاں کچھ نہیں تھے ساغرِ لبور جہاں      جسطرف دیکھئے جذبات کی پامالی ہے  
 مقبرے سے تھے اُٹھنے کو ہے طوفانِ حیات      دردِ باقی نے قیامت کی بنا ڈالی ہے  
 پانی پانی تری فرقت میں ہو جسمِ شراب      آنکھ ساقی کی نہ پرکھیف نہ متوالی ہے  
 ہیں تھے منتظر اسبابِ غنا مدت سے      بزمِ عشرت میں ابھی تیری جگہ خالی ہے

جامِ دردِ ست سوئے مابعد اندازِ آئی

اے خوشاوقت کہ با نور جہاں باز آئی

# جامعہ دہلی

اے نشانِ جلالِ مغلیہ      آسمانِ کمالِ منلیہ  
 شامِ کارِ مصوٰرِ فطرت      آبشارِ منوٰرِ فطرت  
 کیفِ طاعتِ کھجورِ منیہ      پایہٴ عرشِ چو منیہ والی  
 کعبہٴ سرفروشت کی تصویر      اے حریمِ بہشت کی تصویر  
 نقشِ دیوارِ قلعہٴ شاہی      آئینہٴ دارِ قلعہٴ شاہی  
 چھوٹے چھوٹے ہیں بُج مستحکم      یا کوتر ہیں زیبِ بامِ حرم  
 یا کوٹے ہیں حوضِ کوثر کے      رکھ دے ہیں طور سے بھر کے

منتقل ہو کے کعبہٴ جنت

بن گیا ہے زمین کی نیت

ذہنِ شاہی کی منجلی تصویر      بیتِ مقدس کی اک حسین تصویر  
 رات میں ہے تری درخشانی      چاند میں تیرا عکسِ نورانی  
 دن کو تو مرکزِ ارادت ہے      رات کو خاموشی کی جنت ہے  
 سنگِ مرمر میں شبنمِ سنگِ خام      صبحِ رنگیں سے ہلکا رہے شام  
 گیسوئے حور و عارضِ غلماں      آج مل کر ہوئے ہیں نورِ قساں  
 خمِ محراب کی خلاؤں میں      اک جہاں ہے نئی فضاؤں میں  
 طاق و محراب اور در و دیوار      کیفِ تعمیر ہے سب برِ شمار

محو حیرانی سُروش ہے تو

اسلئے ساکت و خاموش ہے تو

ہے تجہلِ ترا گواہی میں      شریتِ تھی مرزا شاہی میں  
 آج بھی دیکھ کر تراجبلا      کا پتا ہے ضمیرِ دشمن کا  
 جب کبھی تیری سیر کرتا ہوں      پاؤں رکھتے ہوئے میں ڈرتا ہوں

نذرِ سجدہ میں دیکھتا ہوں وہ سر تاج شاہی تھا جلوہ گر جس پر  
 نظر آتی ہے اک جیس ہر سو زینتِ سجدہ گاہِ اللہ ہو  
 ابھی بھولا نہیں وہ نظارہ ہے ابھی اشکِ ریزہ فوارہ  
 رحمتِ حق ہے تجھ میں جلوہ گزرا اے جوانیِ ذوقِ شاہِ جہاں  
 تو منغل کا نشانِ گویا ہے  
 فنِ تعمیرِ تجھ سے نڈا ہے

## تاج

(سایہ ابریں)

جس طرح صبح جہیں کو شام گھیر لے یا سمن کو جس طرح ہنگامہ بو گھیر لے  
 شمع پر جس طرح پروانوں کا ہو جاکہ جو م گنبدِ نیلو فری میں جس طرح چمکیں نجوم  
 جس طرح خطِ افق گردِ تجلیات ہو جس طرح سوچِ زمیں پر ہونہا لپ رات ہو

جس طرح صحرا میں ہوقیں اور لیلیٰ بام پر جس طرح تارہ نمایاں ہو سوا د شام پر  
جس طرح فانوس میں بجلی سویدیاں ہو نور جس طرح ظلمات سے نورِ سحر کا ہو ظہور

بالکل ایسے ہی عیاں ابرِ سیہ میں "تاج" ہے

تاج کیا اک جلوہ ہے اور جلوہٴ تاج ہے

کالے بادل چنچ پر یہ ہر طرف چھلے ہوئے بادلوں کے سائیں تاج کو آنے ہوئے

مزمیں آئینوں میں عکسِ نگینِ سحاب جس طرح شفاف شیشوں میں چمکتی ہو شرب

ہر طرف پڑوں پہ مرغابن ہوا بیٹھے ہوئے منتظر بارش کے معمور صدا بیٹھے ہوئے

سبز پتوں میں نظر بندی ہوئے باغ کی سینہ لالہ میں دھندلی سی اک لہری کی

یہ طراوت یہ لطافت یہ سست ریزیاں اور یہ کالی گٹھاؤں کی جنوں انگیزیاں

کیف افزا جلوہٴ شام و سحر ہر دم رہے

تاقیامت تاج میں یا رب ہی عالم رہے

کاش اس معجزہ میں تم شریکِ سیرِ تاج اور ادا کرتا میں دردِ محبت کا خزان

تاج کو ابرسیہ میں جلوہ گستر دیکھتا گیسوؤں میں پھرتہ دارفے انور دیکھتا

# اِک آنسو

(نور جہاں کے مزار پر)

اے وہ کہ تری چٹونِ نازک زن و شیرانگن

مردانہ و نسیریں تنِ عفت کا بھراشن

دو شیزہ مستحسنِ شہزادیِ کامل فن

انوارِ رُخِ روشنِ برق و شرِ امین

تو قصرِ حکومت پر چھالیِ ملکہ ہو کر

تو حور کی صورت میں آئی ملکہ ہو کر



اے نور جہاں بیگم  
اے نور جہاں بیگم

افسوس یہ دیرانہ برباد ساتھ خانہ

ہر ذرہ بیگناہ عبرت کا اک فسانہ

ہے شمع نہ پروانہ شیشہ ہے نہ پیانہ

اُجڑا ہوا کاشانہ اور مدفن سلطانہ!

پامال حوادث ہے اک لعبت کشمیری  
یہ بیکیاں تیری اے فرجہاں نگیری

اے نور جہاں بیگم  
اے نور جہاں بیگم

گلشن میں تو اپنے ہی ہے محسوس کو غائبی

اور اک تری شہزادی ہمارا ہے خلوت کی

لیکن نہیں اب باقی مدفن کی نشانی بھی  
 ہموار زمیں ساری ہے بسترِ تاریکی  
 اے کاشتِ کبھی ایسا اک دورِ عمل آئے  
 پھٹ جائے زمیں اور تو گھبرا کے کل آئے  
 اے نورِ جہاں بیگم  
 اے نورِ جہاں بیگم

اُٹھ اور تماشا کر کیا کر گئے غارتگر  
 وہ بیش بہا پتھر اور وہ صدف و مہر  
 گوہرِ وہ درخشاں تر خورشید و سہا پیکر  
 لٹی ہی رہی اکثر آرائشِ بام و در  
 دریا تری ہمّت نے مرکز بھی بہائے ہیں  
 مدفن نے ترے محبِ دُٹ دُٹ کے سجائے ہیں

اے نور جہاں بیگم

اے نور جہاں بیگم

لے نذر ہے اک آنسو عطر تیش پہلو

اس سے کبھی عشرت جو آئیگی تجھے خوشبو

چمکیگا یہی ہر سو چمکے نہ اگر جگنو

کر اس کو پذیرا تو دل ہے مرا بے قابو

ہر صبح کرے رنگیں ہر شام کو روشن ہو

ساغر کا یہ اک آنسو غسلِ سرِ مدفن ہو

اے نور جہاں بیگم

اے نور جہاں بیگم!

# تاج

(شب ماہ میں)

نظر کی صباحت، نگاہوں کی نزہت، عجب بنظرِ تازگی و ضیاء  
 نقاب اپنے رخ پر لمبے بھلیوں کی کوئی حور ہے یا فرشتہ کھڑا ہے  
 ادھر چاند ہے ضوِ فلک بے محابا ادھر تاج ہے نو بہارِ نظارہ  
 نظر تاب اک پیکرِ مرمریں ہے کچھ اکوئی عالم نور کا،

یہ نقشِ منور

منورِ مطہر

مرصعِ مشہر

## محبت کا پیکر

جمیل اور رعنا، خموش اور گویا، سہیل و شریا  
شعاعوں کے جھرمٹ میں جلوہ نما ہے

یہ منظر ضیا یا روشاداب و خوشبو ہوا میں معطر فضا میں منور  
نگاہوں کی ٹھنڈک، دلوں کی مسرت و فاکا گلستاں، محبت کی مند  
کبھی چاند میں تاج کا عکس روشن، کبھی چاند میں تاج کا عکس سیا  
قفس اور نشیمن  
ہو صحرا کہ گلشن  
ہے ہر شے مزین  
زمانہ ہے روشن  
جہاں تک نظریں وہاں تک سحر ہے، سحر رات بھر ہے

یہ دُنیا نئی ہے، یہ عالم نیا ہی

اُدھر آسماں پر منور ستارے، اُدھر پھول کلیاں سفید اور شہابی  
چمکتے ہیں رہ رہ کے جگنو جمن میں، فضا ہے گلابی، ہوا ہی شرابی  
یہیں سے تجلی گہہ معنوی تک مگر کوئی پُر نور رستہ گیا ہے  
نظر کو پتہ دور کا دے رہی ہے، یہ انوار کی مستقل بے حجابی

جہاں تک خلا ہے

ضیا ہی ضیا ہے

شب، ماہ کیا ہے

نُور تاج کا ہے

مگر تاج ہی تک یہ جلوے ہیں بے شک، جمیل و مبارک

نور تاج تو چاند کا لطف کیا ہی؟

# آنا ساگر

اراؤلی کے وسیع دامن میں کون یہ جگہ گرا رہا ہے  
 حسین چاندی کا اک کٹورہ بھرا ہوا تھر تھرا رہا ہے  
 زمین کے دل پہ بڑ دیا ہے اک آئینہ خانہ مطول  
 کہ نیلگوں آسماں سے کوثر کا عکس چھن چھن کر رہا ہے  
 ظہور گاہ مذاق آنا ورو د انوار کا ٹھکاتا  
 صباحتوں کا بھرا خزانہ ہزار رفتہ کا آشیانا  
 مثال ساغر چھلک چھلک کر فضا کی مستی بڑھا رہا ہے  
 وہ اسکا انوار بار سائل مفتدہ قصر مر مر میں کا  
 نگار خانہ ہے شہ نشیں کا بناؤ ہے حور کی حبس کا  
 وہ ذوق شاہ جہاں کا منظر وہ شوگافِ کمالِ صنعت

وہ منظر روشن و منور وہ نقشِ ارزنگِ یاسیں کا  
 وہ صاف پانی میں اُس کا سایا وہ اک تموجِ سا بام و در کا  
 ہے کشتی، ماہتاب گویا غرقِ منکر عبورِ دریا  
 مگر وہ طوفانِ تازگی کا وہیں جھکولے کھلا رہا ہے  
 کنار میں ہے عروسِ گلشن جسے شبابِ بہار کہئے  
 بہار کہئے، بنگار کہئے، جوانی لالہ زار کہئے  
 خزانہ رنگ و بو ہے پہنا ہر ایک گل میں اک کلی میں  
 بہشتِ کُہنسا اسکو لکھئے کہ جنتِ آشکار کہئے  
 زمین اور لالہ خیز زلیٰ ہوائے گل ریز تین ایسی  
 لطافتیں بانِ بی زلیٰ طراوتیں کیفِ ریز ایسی  
 کہ وجد میں ہے ہر ایک غنچہ ہر ایک گلِ مُسکرا رہا ہے  
 نہ باغ تھا اور نہ یہ تکلف مگر ترے دواموں میں آ کر



کبھی شہنشاہِ سنجریٰ نے کیا تھا اجبیر کو منور  
 ہے تیری ہر بوندیں ابھی تک وہی پُرانا سروِ باقی  
 ترنمِ موج سے نکلتی ہے اب بھی ہُو کی صدا برابر  
 تجھے پھر اس کی مگر طلب ہے تو پھر محبت کا شہِ لب ہے  
 اسیر و سرگشتہٴ تعب ہے یہی سبب ہے یہی سبب ہے  
 تو جس کا مدتِ منتظر ہے وہ تیرا ساقی پھر آ رہا ہے

وہ آئیگا اور تجھ کو آ کر نیا پیامِ سرور دیگا  
 کرے گا تجھ کو سکونِ غایت تری فضاؤں کو نور دیگا  
 کشاکشِ وسعتِ طلب سے تو اپنے دل کو نہ تنگ فرما  
 یونہی جو پھیلے رہینگے دامن تو دینے والا ضرور دیگا  
 اُدھر ہے تو یادگارِ آنا اُدھر ہے ملت کا آشیانا

ہے تیرا ہر ترانا بڑھائیگلے ترانا  
کہ تیری موجوں میں کوئی اب تک پریم کا راگ گارہا ہے

## ”ستارہٴ مسح اور تاج محل“

جب انجستاں کے مہتمم نے بھی ہوئی انجمن بڑھادی  
تو خادمانِ حریمِ شب نے اک آخری شمع پھر جلا دی  
چمک اٹھا صبح کا ستارہ نظر فروزا اور عالم آرا  
کسی نے سطحِ فلک پہ گویا کسی کی انگشتی لگا دی  
وہ صبح کا پرسکون دھندلکا نسیم کا وہ محل کے چلنا  
شگفتِ گل کا سنا جو نعمہ تو گونج اٹھے کوہِ روادی  
فراق کے خستہ حال اٹھے مصورانِ وصال اٹھے

کسی نے اک آہ سر کھینچی کسی نے تقدیر کو دعا دی  
 نقیبِ خورشید ہو کے تاباں ہوا بڑی شانِ دہشتاں  
 ہوئی کچھ ایسی جھلک نمایاں کہ تاج کی رُوح مُسکرا دی  
 اُفق کی خلوت میں جا رہا ہے ستارہ صبح ماند ہو کر  
 یہ آرزو ہے کہ تاج میں ساری رات رہا میں چاند ہو کر  
 رواں ہے گو صبح کا ستارہ مگر نظر اسکی تاج پر ہے  
 نگاہ میں حسرتیں ہیں لاکھوں ملاںِ فرقت آنکھ تہ ہے  
 وداع کرتا ہے تاج اپنے سکوت کی محویت سے اُسکو  
 خموشیِ وقت کہہ ہی ہے کہ اسکے دل پر بھی کچھ اثر ہے  
 مسافرِ صبح سے بڑی دور تک نگاہیں لڑی ہوئی ہیں  
 زمیں پہ اک حُزن کا ہے عالمِ فلک پہ اک یاسِ شہر ہے  
 نہ اس میں قوتِ قیام کی ہے نہ اُس میں طاقتِ ہمہزی کی

یہ قطبِ مشرق بنا ہوا ہے وہ جانبِ قطبِ زمہرہ،  
 پھر آئیگی ساعتِ نظارہ، پھر آئیگی صبح کا ستارہ  
 ہیں دونوں فطرت کے بزمِ آرائقادتِ معنوی مگر،

فرشتہ صبح کہہ رہا ہے کہ تاجِ نجمِ سحر نہیں ہے  
 یہ وہ ستارہ ہے جس کو صدیوں غروب ہونے کا ڈر نہیں ہے

# تاجِ کاپہِ م

میں کہ ابتک تجاںِ عظمتِ اسلام ہوں      ساحلِ جہنما پہ ایک مینارہُ الہام ہوں  
 سطوتِ شاہِ جہاںِ مہیت اور نگینِ ب      میری نظروں میں ہی ہے دُنیا کا عالم فریب  
 در میں کسیر مٹی ہیں یادِ گائیں سینکڑوں      جذب کی ہیں میں دُنیا کی بہاریں سینکڑوں  
 سُر و گرمِ عالمِ فانی کا لذت چش ہوں میں      گل بہ دہن ہوں مگر انفاسِ آتش ہوں میں  
 مایہِ رنگِ نازِ نہ ہے مرا ایک ایک پھول      میں بھی صنعتِ خیاباں کا ہوں ان نگینوں  
 دیکھنے والوں کی نظروں کیلئے معراج ہوں      جسکی پستی نازشِ فوج ہے میں وہ تاج ہوں  
 میں فوائے صبح ہوں کیفیتِ صمد کے شام ہوں      اک محبم در تن میں اک مستقلِ پیغام ہوں  
 لے تماشا کی بگوئلِ مری آواز سن!      راز ہیں جس میں ہزاروں وہ نوائے ساز سن  
 پھر موائیں چل ہی ہیں جو روہنِ تبداد کی      پھر فضا بدلی ہوئی ہے عالمِ ایجاد کی

دہر سے انسانیت کے قاعدے مفقود ہیں      حاکم و محکوم کو یا عباد اور معبود ہیں  
 جن کے چرچے آج تک کین کی مسعت میں ہیں      آہ انکے جانشین تہ فائزہ نکتہ میں ہیں  
 گو بجتے تھے جنکے نقائے کبھی افلاک تک      آج ہے ہزار اُن سے اس جہاں کی خاک تک  
 ذرہ ذرہ اس جہاں کا جن کے تھاریر نکلیں      قبر کو بھی آج اُنہیں منت سے ملتی ہے میں  
 میں کہ دنیا میں محسوس گو ہر شہوار ہوں      دولت بیگانہ ہوں ملکیت اغیار ہوں  
 لوں مان میں جس کے کوئی اتنا بھی نہیں      اکباں اپنے کہ اپنوں کا سہارا بھی نہیں  
 آتناظرے مرے صدق و صفا کا درس لے      میری سرفرازیوں سے ارتقا کا درس لے  
 تو ہے سیدھی راہ پر نیل علم باطل چھوڑے      سمت منزل ہی غلطیہ اہ منزل چھوڑے  
 زندگی تیری عمل اور علم کا گنجینہ تھی      نور عظمت منجلی تھا جس میں آئیے بھی  
 نعمت ماضی کو اپنے پھر اسیر ساز کر      پھر اسی عنوان کے نظم زندگی آغاز کر  
 عالم موجود ہے بہتر کوئی عالم بنا      از سر نو اپنی دنیا کے لئے آدم بنا  
 لوٹ جا پھر اولیات بقا تک لوٹ جا      گم شدہ شان و نشان ارتقا تک لوٹ جا

پھر کستہ رشتہ سعی و عمل کو جوڑے      اٹھ کے اک جھٹکے میں نہ خیرِ غلامی توڑے  
 اپنی خفہ بختیوں کو نیند سے بیدار کر      عظمت و عزت کی اک دنیائی آباد کر  
 توڑ کر بیکار کر دے تیغِ استبداد کو      فرصتِ امن بسکوں سے عالمِ ایجاد کو  
 موجِ سیلابِ غلامی کے تھپیڑوں کو منبعِ اُمل      میری بنیادوں کو بھی تھرانہ سے تیراز و اُمل  
 اپنی غیرت اور شرافت کا ثبوتِ تام دے      خون سے بھر کر زمانے کو چھلکتا جام دے  
 درِ دلتِ ہویہی احساسِ غیرتِ ہویہی      راہِ آزادی میں مت آئے شہادتِ ہویہی  
 ذرہ ذرہ ہند کا پھر گلِ نشانِ ہوا یکدن      کاش تجدیدِ بہارِ گلستاں ہوا یکدن

پرچمِ آزادیِ ہند دستاں ہواور میں

ایشیا کا افقِ جاوداں ہواور میں







# صنم کد حیات

چھٹا باب





# بہ مجارن

اے مندرکار از چُبارن      اے فطرت کا ساز چُبارن  
 پریم نگر کی رہنے والی      ہر کی بتیاں کہنے والی  
 سیدھی سادی بھولی بھالی      بات نرالی گات نرالی  
 گردن میں تلسی کی مالا      دل میں اک خاموش شوالہ  
 ہونٹھوں پر پیانے رقصاں      آنکھوں میں میخانے رقصاں

اے دیوی کارو پ چُبارن

تیرا روپ اؤپ چُبارن

x بھینی بھینی بوساری ہیں      ساری مدھ میں توساری ہیں

آنکھوں میں جنت کی موہیں      بالوں میں گنگا کی لہریں  
 نور ترے رخسارِ حسیں پر      رنگیں ٹیکا پاکِ حسین پر  
 جیسے فلک پر صبح کا تارا      روشن روشن پیارا پیارا  
 شرمیلی معصوم نگاہیں      گوری گوری نازک باہیں

اے دیوی کارو پُجّارن

تیرا روپ انو پُجّارن

پھولوں کی اک ہاتھ میں تھالی      موہن مدھ ماتی مستوالی  
 نیچی نظریں ترچھی چیتون      مست پُجّارن ہر کی جو گن  
 چال ہے ستانہ متوالی      اور کسر پھولوں کی ڈالی  
 دل تیرا نیکی کی منزل      لاکھوں بُت خانوں کا محل  
 ہستی تجھ میں جھوم رہی ہے      مستی آنکھیں چوم رہی ہے

اے دیوی کارو پُجّارن

تیرا روپ انو پ پُجَارن

کچے ترے گھاٹ پر آ کر گنگا کا سمان بڑھا کر

پھر لے کر خوش بوئیں ساری چندن جل اور دوب سُپاری

صبح کے جلووں کو ترپا کر نظارے سے آنکھ بچا کر

اے مندر میں آنے والی پریم کے پھول چڑھانے والی

ہستی بھی ہے گلشن تجھ سے سورج بھی ہے روشن تجھ سے

اے دیوی کا روپ پُجَارن

تیرا روپ انو پ پُجَارن

لوٹ چلی تو کر کے چوبا دیکھ لیا ایشور کا جلو

نثر نثر اے پریم پُجَارن میں بھی کروں تیرے دشمن

دیکھ ادھر گھونگھٹ نیہوراکر اپنے پُجاری پر کر پا کر!

سب کی پوجا زہد و طاعت میری پوجا تیری اُلفت



ہنر کا گھر ہے تیرا پسیر تو خود ہے اک مُندِ مندر

اے دیوی کا روپ پُرجارن

تیرا روپ انوپ پُرجارن

آنکھ میں میری ہے اک آنسو جیسے ہوندی میں حب گنو

مالا میں کر اسکو شامل یہ موتی ہے تیرے قاتل

دھیان سے اپنے پلن باکر پاؤں سے تیرے آنکھ ملا کر

پریم کا اپنے تیر ہبادوں سب کچھ تجھ پھرنیٹ چڑھا دوں

پاپی دل میرا سکھ پائے میری پوجا کیوں رہ جائے

اے دیوی کا روپ پُرجارن

تیرا روپ انوپ پُرجارن

آتیری صورت کو پوجوں ! میں زندہ مورت کو پوجوں

تو دیوی میں تیرا اخباری نام تراہر سانس سے جاری

لاگ کی آگ نے تن کو جھونا      پھر مندر ہے دل کا سونا  
 من میں تیرا روپ بالوں      تجھ کو من کا چین بنالوں  
 چھپ جا میرے دل کے اندر      ہو جائے آباد یہ مندر  
 اے دیوی کارو پ پجارن

تیرا روپ انو پ پجارن

تجھ کو دل کے گیت سناؤں      پھر چڑیوں پر پس نواؤں  
 تر لوک اور آکاش جھکا دوں      دھرتی کی شکستہ لچکا دوں  
 تاسے چاند اور بھوسے بادل      بارغ ندی دریا اور جنگل  
 پر تیرا دکھ اور سحر مند      ساقی پیما نہ اور ساغر  
 دنیا ہو تیرے قدموں پر      قدموں کے نیچے میرا سر

اے دیوی کارو پ پجارن

تیرا روپ انو پ پجارن

ایک پجارن ایک پجاری      پریت کی ریتیں کر دیں جاری  
 دیں میں پریت اوپار کو بھریاں      پریم سے گل سنار کو بھر دیں  
 لاجھادر بوبھ کے بُت کو توڑیں      پاپ اور کرودھ کا نام نہ چھوڑیں  
 پریم کارس دھڑے رگ رگ میں      ہواک پریم کی پوجا جگ میں  
 دونوں اس دھن میں مرجائیں      تیرتھ ایک عجیب بنائیں

لے دیوی کاروپ پجارن

تیراروپ انوپ پجارن

# مَآن

(۱۹۲۰ء)

جلوے ترے انکھ غم نے تے نرالے  
چتون، سیدھی سادھی تیوہیں بھولے بھالے  
کھنی تاک آستینیں آ نخل کمر پہ ڈالے  
رخسار گوئے گوئے یہ بال کالے کالے

او پھول چنے والی

اک ہاتھ ٹوکری پر اک ہاتھ ہے کمر پر  
ڈھلکا ہوا دوپٹہ تاج غور سر پر  
ہر اک نظر قدم پر اور اک قدم نظر پر

کیوں یہ خرام تیرا پاال کرنے ڈالے

او پھول چنے والی

نرگس بھی تک رہی ہے چشم حیا سے تجھ کو  
کلیاں بھی دیکھتی ہیں حسنِ اداسے تجھ کو  
بسنِ نرپا کے کافر جو بخش و فاسے تجھ کو  
بھر کر مےِ نموسے لاتے ہیں پھلِ پیالے

او پھول چنے والی

تو پھول چُن رہی ہے اور پھول جھڑے ہیں  
بل تیری تیوریوں میں رہ کے پڑے ہیں  
کیا تیری ٹوکر میں تالے سے جڑے ہیں  
حسرت سے بانغ والے پھرتے ہیں دلِ سنبھالے

او پھول چنے والی

پھولوں میں میں نے اپنا دل بھی ملا دیا ہے  
 پھولوں میں مل ملا کر وہ پھول بن گیا ہے  
 آئیگا کام تیرے تیرے کام کا ہے  
 او پھول چنے والی! یہ پھول بھی اُٹھالے

او پھول چنے والی

دل کے معاوضے میں وہ شے مجھے عطا کر  
 جو تو نے ڈکری میں رکھی ہے مُسکرا کر  
 رکھوں گا اُس کو اپنے پہلو میں دل بنا کر  
 میں اس کو دل بنا لوں تو پھول اُسے بنا لے

او پھول چنے والی

خارِ الم سے کیا کیا رنجور ہے مراد دل  
 لیکن جو دیکھ لے تو مُسکرا ہے مراد دل

ذوقِ محنتِگی سے معمور ہے مرادل  
کیا پھول کے عوض میں منظور ہے مرادل؟

اد پھول چنے والی

تو ملتفت اگر ہو یوں زندگی بسر ہو  
قدموں پر تیرے دل ہو ٹھوکر میں تیری سر ہو  
تجھ پر مری نگاہیں مجھ پر تری نظر ہو  
اک آنکھ تیرے رخ پر اک آنکھ پھول پر ہو

اد پھول چنے والی

مجھ سے ملے تیرا دل سے لگاؤں تجھ کو  
اپنی مسترتوں کا عالم دکھاؤں تجھ کو  
اسید کے چین کا حاصل بناؤں تجھ کو

اد پھول چنے والی! میں چُن کے لاؤں تجھ کو      اد پھول چنے والی!

# تخلیقِ فرمہ

نوائیں سازِ زندگی کی بے نیازِ جوش تھیں      فضائیں جہنمِ تھیں کائنات کی خوش تھیں  
 قہرِ ضرور تھا مگر منازلِ آشنا نہ تھا      ستارے تھے مگر مذاقِ سیر کا پتہ نہ تھا  
 کمانِ قوس میں ہنوز تیر تھا کھنچا ہوا      سرورِ زہرہ فلکِ جوش تھا دبا ہوا  
 فضائیں جنوں کی بڑی فوس چمکتی تھی      ظلمتِ ارضِ چرخ میں نہ اکسیر چمکتی تھی  
 پہاڑِ میخہ تھے آبشارِ پُرسکوت تھے      ہوائیں بند اور لالہ زارِ پُرسکوت تھے  
 گلوں کو کھمیتِ ویم سے ربط تھا کوئی      شگفتِ غنچہ کو نسیم سے ربط تھا کوئی

فضا کی دل گرفتگی شکستِ تاریغ نہ تھی

سماعتِ فسرودہ کو تلاشِ کارِ نغمہ تھی

کہ حُسنِ نگاہِ اُلٹا مانتا جلال سے      حیاتِ موجزنِ بی ترمِ جمال سے



نظامِ کائنات میں نمودِ زمزمہ ہوئی نگاہِ ناز باعثِ وجودِ زمزمہ ہوئی  
 قریبِ سازِ آکاسِ ادا جھپٹیر چھاڑکی کہل گئیں فورِ وجد جڑیں پسار کی  
 ہوا طلوعِ زمزمہ حجابِ بے سار سے ترپنے بجلیاں گرائیں نغمہ زارِ ناز سے  
 کو اکبِ قمر میں آشکارِ روشن ہوئیں نصیبِ تیرہ رنگی فلک کو تابشِ ہوئیں  
 سرورِ زمزمہ سے کائنات مسکت ہو گئی ہوئی شگفتہ صبح اور رات مسکت ہو گئی  
 جو پھول تھا فسرہ رو و پھول بر محل کھلا شبابِ سُکر ادا یا سحر ہوئی کنول کھلا

افق میں اک چمک تھی اُفق میں اک گداز تھا  
 طلسمِ کائنات صرف ”نغمہ“ اور ”ساز“ تھا

# بوستہ برح

(۱۹۱۹ء)

مہ حسن ہم سفر ہے کوئی مستانِ نبی      شبِ کیفِ بیخودی ہے سفرِ ہزارِ نبی  
وہ بعید تر چٹانیں یہ ہو اکیفِ دربر      وہ دراز و دور موجیں یہ طربِ فروزِ منظر  
ہے ہما ز ایک نیا جو کی طرفِ واں ہے      کہ باعتبارِ جنبشِ حرکتِ میں اک جہاں ہے  
نہ خیالِ ناخدا کا نہ ہے بحرِ بے کراں کا      نہ ہے دلِ میخِ ف کوئی نہ لالِ جسمِ جاں کا  
اُدھر آسمانِ تیرے بسکوں چمک رہے ہیں      اِدھر نکلے ہا کھل کر بے فسوں مہک رہے ہیں  
نہ وہ سرِ گرانِ منزلِ مجھے خیالِ سال      انہیں نشہِ جوانی مجھے فرصتِ شاغل  
کسی آنکھ پر نہیں زلفیں مجھے جدا رہا ہے      کوئی آید و زگو یا تہ آبِ جا رہا ہے  
یہ خمارِ نصفِ شبِ کا یہ چڑھاؤِ بخودی کا      یہ سکونِ جزر و مد کا یہ صلاؤِ چاندنی کا

شبِ کیفِ و بخودی ہے سفرِ ہزارِ نبی

تم اداے مست کیوں کر موٹیں گے رہی ہو ابھی مسکتی جاؤ تم کہ شگفتہ سوری ہو  
 لو اٹھو جگانے آئی وہ نیم صبح گاہی ہوئی سطح آب وشن وہ فضا نے آنکھ کھولی  
 وہ تجلیاں بھی بھلیں ہوئی موجِ سیم پیکر وہ اُفتِ پہ نور چکا لو وہ جاگ اٹھا سمند  
 اثرِ سحر سے کیا کیا ہیں خم آفریں ہوئیں تم اٹھو تو اٹھ کے جیسے آگیاں پلائیں  
 نظرِ خمار آگیاں سوئے سطحِ آبِ ڈالو شبِ سرد جا رہی ہے اُسے دھک کر مٹا لو  
 یہ کون خیمہ نشینی یہ طراوین کہاں ہے یہ حسینِ ناظرِ شب یہ ملاحتیں کہاں پھر

شبِ کیف و بخودی ہے سفرِ جہانِ نبی

ادھر آؤ میں سناؤں خم گیسو پریشاں مے پاس کے بیٹھو کہ ہوا رز و دِ اماں  
 مرے دل میں ہے جو سرت و بہت چل ہی مجھے کر ہی مضطر یہ ہوا جو چل ہی ہے  
 ہیں صباقتیں اُفت کی اثر آشنا جیسے کہ سحر طلوع ہوگی اسی رونا زنی سے  
 ادھر آفتاب اُٹل ہے اجازتِ سحر کا ادھر آپ کی پرتش مری زندگی کی لُچا  
 ابھی ساتھ ساتھ ادا ہوتے رومِ اقتدا اُسے اذینِ صبح دید مجھ بوجھِ صبا

شب کیف و بخودی ہے سفر جبار یعنی

## مُطَرَبہ

جلوہ سمن کہے عین میں سر رکھے روشن ہے شام سر بھگی ہوئی فضا ہے  
 بزمِ مطرب میں ہر سو مہنگا مہ نوا ہے نغموں کی بھیر میں اک فردوس ماجرا ہے  
 دوشیرہ چاندنی کی محبوب روشنی میں کلیوں کا تہرہ شمعیں جلا رہا ہے  
 نخلِ سمن کے نیچے پھولوں کی دھلکے آمادہ ترنم وہ مست کا نہرا ہے  
 آنکھیں چڑھی ہوئی ہیں بڑھنے پھوہیں گیسو کھلے ہوئے ہیں آنکھیں ڈھلا ہوا ہے  
 مستی برس ہی، متوالی آنکھوں سے چتون فسول اثر ہے تیور فسون میں ہے  
 چہرہ ہے اغوانی ساری ہے آسمانی ہونٹوں کی سرخوئیں میں لالہ کھلا ہوا ہے  
 ہلکوں میں چند پشتر کئے ہوئے ہیں عریاں رنگین نظر کی شوخی آئینہ آرزما ہے

نظروں میں بڑھ گئی ہے اُس آئینہ کی قیمت  
 جس پر ہوا سے اُڑا کر اک بال آپڑا ہے  
 خسارِ نازتیں پر پلکیں پڑی ہوئی ہیں  
 نشتر کہہ کسی نے کوثر پہ رکھ دیا ہے  
 طفلی کی سادگی میں ہے طرزِ دالمانہ  
 دوشیزہ ہے ہر عشوہ کس ہر اک ادا ہے  
 بھیکے ہوئے لب اسکے بے شراب کہیں  
 اندازِ مست اسکا نغموں کا مسکدہ ہے  
 ہے نعمتِ زافطرت سازِ خموش اُسکا  
 ہیں لفظ ہر نظر میں ہر سانسِ زمزمہ ہے  
 ہونٹوں میں اس کے ”بربط“ مضربِ جنتی لہجہ  
 دل بے رباب اسکا ایسی وہ مہرِ بابا ہے  
 صبح ”بھیریں“ ہے ہر شام اسکی ”دیک“  
 نغموں کی ہے وہ دیوی اگل سکا دیوتا ہے  
 آنکھ اسکی سوہنی ہے لحن اسکی سوہنی ہے  
 ابرو ہیں اسکے دوہے زلف اسکی انتر ہے  
 پردہ بنی ہوئی ہے وہ سازِ مصنوعی کا  
 پر پردہ کوئی اسکے نغموں میں بولتا ہے  
 نغمے نہیں ہیں موجِ صبا کی ٹوئیاں میں  
 نواۓ تہکم کیا کیا چھلک رہا ہے  
 ہونٹوں پہ اسکے نغمے کیا کیا چل رہے ہیں  
 ہر خطہ تین شُم برہم زنِ نصف ہے  
 رگ گچھڑک ہی دھبّان کے اثر سے  
 ستراسر ایک نغمہ نیست نہ ماجرا ہے

ستی بھی انتظام تو بہ کئے ہوئے ہے  
 کیا جانے آج ظالم کتنی پیئے ہوئے ہے  
 یہ اک منسیہ

جنش نے بوئے لب تک نہیں لیا ہے      نغموں کا ایک طوفاں تیار ہو رہا ہے  
 موسیقی قص میں اس کی ہر اک ادا پر      اسکی خموشیوں میں سامانِ صد نوا ہے  
 اک ہاتھ میں بربط بربط پراٹھ گیا ہے      اک قفہ خموشی تمسیدِ صد نوا ہے  
 انگلی کی لرزشوں میں نادیہ بجلیاں ہیں      ہر تار ایک برقی مضرب بن گیا ہے  
 بربط کی ہر صدا پر نغمے اُبل رہے ہیں      ساری فضا میں گویا نغمہ بھرا ہوا ہے  
 طاری ہے اک خموشی گلشن کی ہر دشن      ہر پھول محو ہو کر کچھ غور کر رہا ہے  
 چُپ ہو گئی ہے کوئل خاموش ہے پیہا      ہر طائر چین کو سکتہ سا ہو گیا ہے  
 بھولے ہوئے ہیں چشمِ پانی روانیوں کو      ساری فضا پہ سحرِ نغمات چھا گیا ہے

ایسے لبوں کی شوخی آمادہ تکلم اب نظر خموشی بولا ہی چاہتا ہے  
 درجوشش تکلم نطق و نوا در آمد  
 از موجب تبسم رنگ صدا بر آمد  
 غنچہ کھلا ہوا ہے

نمنوں کی شوخی دیوی کا فرغستہ ہے ہر تان میں کرشمہ نگہ الی لے رہا ہے  
 لوائے راگ چھٹیرا لوہ قیامت اٹھی گنجائشیں تم محفل میں دھونڈتا ہے  
 آواز و ساز ملکر دنیا ہلا رہے ہیں کتنی نئی غزل ہے کتنی نئی نوا ہے

## غزل

پھر نالہ لب تک آکر آمادہ فتنہ ہے ساز شکستہ دل مضرب دھونڈتا ہے  
 ہے پھر سر تکلم امین کی وادیوں میں پھر جذبہ خموشی مجبور التجا ہے

شعلہ فروشوں کو لیلیٰ وشی مبارک      پروانہ انجمن میں دیوانہ بن گیا ہے  
 ذوقِ ستم سے عرضِ تکمیل کر رہا ہوں      کس نے جہانِ مکمل افسانہ دیا ہے  
 یارب ہو خیر میری طوفانِ نصیب کی      پھر کشتیِ تنہا گردابِ آشنا ہے  
 ہے طور کی فضا پر دھوکا تجلیوں کا      امین کا ہر تنہا بجلی بنا ہوا ہے  
 میں درو کی سراپا تصویر بن گیا ہوں      دل میں بھی اک دعا، لب بھی اک دعا ہے  
 رسوائیوں پیری ماں میں انکی آنکھیں      نظروں میں کفانہ تالیف ہو رہا ہے

نعموں کے ہر قدم پر دریا بہا رہی ہے

اک ساحرہ ہزاروں جادو جگا رہی ہے

ہر کوئی جھومتا ہے

اے کانے والی "زہرہ" تو کتنی خوش رہا،      نعموں سے تو نے دل کو معمور کر دیا ہے  
 فردوس ہر نظر تھا گل ریز تیرا جلوہ      اب جنتِ سماعت نعمتِ ترا بہت ہے



کس درجہ وحش میں مچلی ہوئی صدائیں  
 آوازِ نازِ پیرِ انعموں کا ارتقا ہے  
 ہاں پھر اسی طرح ہونگا بغیرِ گلشن  
 ہاں پھر سداہِ نعمتہ جو در سے بھرا ہے  
 کرتی ہے روحِ مردہ اٹھ اٹھ کتھکے  
 کافروائے ہول میں جادو نہیں تو کیا ہے  
 لبائے نازنین کو تکلیف نہ دے جا  
 تو جانِ زمزمہ ہے تو پیکرِ صدا ہے  
 بن جا نشاطِ بنِ جاحِ شہرت کی نثر میں  
 تو نازشِ ترنمِ ناظورہِ فصاحت ہے  
 میری خموشیوں میں اک روحِ نطق بھر دے  
 پھر تشنہِ رسائی آہِ شکستہ پا ہے  
 کر دے شہیدِ کربِ نعمتہ کی برجھیوں سے  
 جانِ حزنِ ساعزِ تیرا معاوضا ہے

اے ”مُطربہ“ لبوں کو اذنِ نوا دیے جا  
 میں ہوں شہیدِ نعمتہ بسملِ مجھے کیے جا  
 تو فطری شاعرہ

# بھکارن

ادم سن کم سال بھکارن      ادا فسرده حال بھکارن  
 میکلے میکلے گالوں والی      اُبکھے اُبکھے بالوں والی  
 اودیوانی قسمت والی      اوشا ہانی صورت والی  
 سر میں گرد اور خاک بدن پر      میلا میلا کُرتا تن پر  
 کس کا زیور کس کا گھنا      اوسادہ فطرت کیا گھنا

آہ بھکارن واہ بھکارن

دیکھ ادھر اللہ بھکارن

یہ تیری نورانی صورت      یہ چہرے پر گردِ حسرت  
 یہ موسمِ یہ مست جوانی      اُس پر عشقوں کی عریانی

پردے کی پابند نہیں تو بے پردہ ہرچند نہیں  
 غالب ہے ویرانی تجھ پر طاری ہے حیرانی تجھ پر  
 بربادی تیرا پردہ ہے در پردہ کس نے دیکھا ہے

آہ بھکارن، واہ بھکارن

آہ نہ بھی لے لے بھکارن

بال نہیں محتاج شانہ آنکھیں سر سے بیگانہ  
 مہندی سے ہے پاک تھیلی جب چاہا انگریز لے لی  
 لوٹ رہی ہے دل کی سستی ہاتھ میں کاسہ آنکھ میں سستی  
 عشق کی منظر غم کی جو گن حُسن کی مالک اور بھکارن  
 خود عشرت اور تشنہ عشرت! خود دولت اور خستہ دولت!

آہ بھکارن، واہ بھکارن

دیکھ، ادھر اللہ بھکارن

زلف و بالِ دوش نہیں ہے      سینہ کا بھی پوش نہیں ہے  
 سو گئی جب نیند آنکھیں آئی      اٹھ بیٹھی لے کر انگڑائی  
 جو کچھ مل جائے کھا لینا      چپکے چپکے کچھ کالینا  
 اُن سے تیری شان توکل      یہ سن یہ سامان توکل!  
 عجزِ مکمل باتیں تیری      دوشیزہ ہیں راتیں تیری  
 آہ بھکارن، واہ بھکارن

دیکھ اُدھر اللہ بھکارن

دیکھ کے دل بھرا یا میرا      آئیں بھردوں کا ستیرا  
 مانگ لے جو کچھ مانگا جائے      لوٹ لے جتنا لوٹا جائے  
 دل لے لے لیا مان بھی لے لے      جی چاہے تو جان بھی لے لے  
 میں بھی تیرا دل بھی تیرا      سامانِ محفل بھی تیرا  
 ساغر تیرا ساقی تیرا      تو میری اور باقی تیرا

آہ بھکارن، واہ بھکارن

مانگ مجھے اللہ بھکارن

آ میں تیرے بال سنواؤں    نظاروں گال سنواؤں

روح بنت کرتن میں رکھوں    آنکھوں کی حلین میں رکھوں

بن جابزم دل کی رانی    اس دنیا میں کر سلطانی

میں تیرا جوگی بن جاؤں    در پر سائل بن کر آؤں

تجھ سے مانگوں بھیکوں کی    ہو جائے تکمیل جنوں کی

آہ بھکارن، واہ بھکارن

مانگ مجھے اللہ بھکارن

# کنیزِ حرم

عصمتِ خلوتِ حرم لعبتِ نیرم دلبری      حُرمتِ کعبۂ خلیلِ روحِ بتانِ آذری  
 پرده ترا جمالِ ریز      تیری جھلکِ جلالِ خیز  
 نطق ترا زبورِ دین      ہونٹھ مسیحِ آفریں  
 حوچیں کی تابشیں      اُف یہ تری نمائشیں  
 رنگ ترا عدنِ طراز      سینہ ترا حریمِ ناز  
 عمر تری پیامِ عشقِ جوش ترا نویدِ کیف      آنکھ خدا کے میکدہ اور نظرِ پیمبری  
 تیری ضیائے سادگی      صحنِ حرم کی چاندنی  
 تیرا شبابِ آفتشیں      عنبرِ مجہرِ یستیں  
 عجزِ نوا غرورِ ساز      حُسنِ نیازِ طورِ ساز

حاصل دیں وفا تری      کفرِ جواں حیا تری  
 قامتِ فتنہ زاتِ ابرق کا شعلہ دراز      حشرِ نوازِ رنگِ زتیرِ اِخرامِ سرسری  
 ہائے یہ کیفِ کسبی      اُف یہ تری کنیزگی  
 ناز بھی ہے نیاز بھی      سوز بھی اور ساز بھی  
 آنکھ جھکی جھکی ہوئی      بات رُکی رُکی ہوئی  
 جوش دبا دبا ہوا      شوق چھپا چھپا ہوا  
 عشوہ میں کچھ متانتیں غمزہ میں کچھ نہ متیں      ایک شبابِ خود نما پردہٴ صد فوگی  
 ساز کو مضحمل نہ کر      ناز کو منفصل نہ کر  
 بیٹھ غلابِ کعبہ میں      خلوتِ صافِ کعبہ میں  
 شوق کرے نوازشیں      عشق کرے پرستشیں  
 جلوں کو خود نما بنا      حُسن کو یوں خدا بنا  
 پوجنے آئے تیکہ سجدے کئے تجھے حرم      معبودِ نات ہو تیرا حریمِ کافری

# موسیقی صحرا

مسکت زمزمہ نواز گائے جا بجائے جا  
اوحسین مطربہ اکوئی گت سنائے جا

دامن بہار پر

سج جو بہار پر

شاخ غنچہ بہار پر

فرش لالہ بہار پر

خاک رنگار پر

ترتیب ہزار پر

اوحسین مطربہ اکوئی گت سنائے جا مسکت زمزمہ نواز گائے جا بجائے جا



ہے نظر میں فی بھی  
 آنکھ میں سر بھی  
 کیف کا نور بھی  
 حُسن کا ظہور بھی  
 پاس بھی دو بھی  
 آدمی بھی خور بھی  
 مسّت زفر مرہ نواز گئے جا بجائے جا  
 حسینِ مطربہ! کوئی گت سنائے جا  
 محو ہے خیال بھی  
 وجہ میں حال بھی  
 نہر بھی نہال بھی  
 نقص بھی کمال بھی

مست ہیں حال بھی  
 نوجوان غزال بھی  
 اوسین بن طربہ! کوئی گت سناے جا  
 مسّت زمرہ نواز گائے جا بجائے جا  
 پیکر عجائبات  
 شعلہ تجلیات  
 رخ میں سیم حیات  
 زلفاں میں چین کی رات  
 نعمہ ریز تیری گات  
 کھینچ لگی کائنات  
 مسّت زمرہ نواز گائے جا بجائے جا  
 اوسین بن طربہ! کوئی گت سناے جا

حُسنِ زمزمہ طراز  
 دل گداز و ذلِ افراز  
 آنکھ تہجانِ از  
 اور نظر پیام ناز  
 آہیہ قد دراز  
 خضر و خشر ساز  
 اوسینِ مطربہ! گائے جا بجائے جا  
 مسکتِ زمزمہ نواز اکوئی گت سُنائے جا  
 یَشَسْتِ یازنین  
 یہ ادائے دل نشین  
 یہ نگاہِ شرمگین  
 قامتِ او بہرین

طلعت درمیں

گیلو عربیہ میں

مست زمرہ نواز کوئی گت سنائے جا

اوحسین مطربہ گائے جا بجائے جا

اودو خیمہ ساحرہ

انگلیان روکنا

ورنہ عالم بقا

دور بھول جائیگا

اوحیاتِ مطلقہ

زندگی بٹھائے جا

اوحسین مطربہ اکوئی گت سنائے جا

مست زمرہ نواز گائے جا بجائے جا

# مسافرہ

نظر کو ہے عادتِ تماشا جہاں ہو جیسا ہو جس طرح ہو  
 کوئی حُسنِ ازل سے کدے کے جلوہ آرا ہو جس طرح ہو  
 مگر نہ اس طرح تیر بھینکے کہ چوٹ کھاتے ہی ٹھہ جاؤں  
 میں چاہتا ہوں شرابِ جلوہ مجھے گوارا ہو جس طرح ہو

یہ حُسن اور یہ نکھارِ توبہ یہ عُمَر اور یہ بہارِ توبہ

خدا کی بندہ بنی ہوئی ہے ارے مرے کردگارِ توبہ

یہ صندوقِ حُسن کی صیاحت یہ ہونٹھ اور یہ عذارِ توبہ

الہی تو بے تکدے میں اک دن خرابِ سجدہ ہو جس طرح ہو

یہ ملگجی سی سپید ساری اور اُسپہ یہ اسودی کنارِ

نظر میں ہلکا سا اک تموج      لبوں پہ لگی سی سُرخ کاری  
 یہ دیکھنا بار بار چھپکر      یہ نیچی نظروں کی شرمساری  
 یہ تیری میخانہ گیر آنکھیں      یہ تیرے دانتوں کی آبداری  
 ہے آسماں کو یہ بیت راری کہ تو شریا ہو جس طرح ہو  
 ترا مجھے راہ میں ستانا      نظر کا اٹھ اٹھ کے بیٹھ جانا  
 اُتر کے رستے میں چھپکے میرا      وہ دور سے تجھ کو دیکھ آنا  
 وہ رات کو چاند کا نکلنا      وہ تیری آنکھوں کا مُسکرانا  
 میں تجھ سے اک بٹا چاہتا ہوں      کہ ہو مکمل نہ یہ فنا  
 تو ساتھ ہو اور ختم برسوں سفر نہ میرا ہو جس طرح ہو  
 لبوں کی جنبش تبارہی ہے      کہ تو بھجن گنت گنا رہی ہے  
 کسی پہ تو نے ستم کیا ہے      جو ہر سے یوں لو لگا رہی ہے  
 ہے ہر ہی ہر تیری ہر صدی      تو خود ہی ہر میں سمارہی ہے

جو ہر کی جو گن نہیں جوانی تو کیوں تو ہر دو را جا رہی ہے  
تری جوانی کے بتکدے میں تری ہی پوجا ہو جس طرح ہو

## اُجڑے ہوئے معبدیں

یہ عبقوان سبزہ صاحبِ لاں خدا را  
صحنِ حرم کے رخ پر پتھر اڑے ہوئے ہیں  
آئنا سے عیاں ہے شانِ کمالِ بیک  
نوٹے ہوئے مصطلے اعلانِ پاکبازی  
مٹی میں کوئدی ہے برقی جلالِ تیک  
ذروں پہ کچھ مٹے سجے بول کے پیشاں بھی  
ہیں متکف ابھی تک گویا ہیں نمازی  
دھندلی سی چاندنی میں محرابِ ترکستہ  
جھونکوں میں ہو کے گونجی ہوئی اُڑاں بھی  
دو طائرِ حجازی بیٹھے ہیں پر شکستہ  
عکسِ شمع دریا کی آبرو ہے  
پھر کاروانِ عبرتِ آمادہ وضو ہے

آتی ہیں غسل کر کے دریائے جب ہوئیں وادی میں گو بختی ہیں تکبیر کی صدائیں  
 ہے کہ میاے طاعت مٹی جو کوئی بچانے  
 تسبیح کے ملیں گے اب بھی ہزار دانے

تم اپنا سر جھکائے کیوں جس گھم بکھری ہو کیوں بال ہیں پریشاں کس فکر میں پڑی ہو؟  
 تیرا تمہارے کا فر عشوہ فسوں اثر ہے کیا تم مسافر ہو عزم سفر کدھر ہے؟  
 وحشت کدے میں آخر کیوں قہقہے نہیں دیا گلشن میں کیا نہیں تھیں نگینے فرد گدگاہیں  
 کیوں سست، نگاہ غارت اثر تمہاری برباد کرنے والی خود ہے نظر تمہاری  
 روحانیت کا جذبہ تاباں سامنحلی سا ہر سانس سے تمہارے پیدا ہے اک کلیسا  
 ہیں کطرف نگاہیں اور آہ بھر رہی ہو ذرات منتشر کو کیا جمع کر رہی ہو؟  
 گھبرائی سی ہو چون شرابی سی نظر ہے ماتھے پہ ہے پسینہ چشم سیاہ تر ہے  
 یہ فکر یہ تردد چہرے کیوں عیاں ہے اس غور کے میں صدقے آخر نظر کہاں ہے  
 بربادیوں کا شایہ احساس کر رہی ہو! شانِ نسائیت کیوں پاس کر رہی ہو؟



لیکن جیں کہاں تھی جب تم نے دل دکھایا خانہ خرابِ غم کو سو سو طرح ستایا  
 برباد دل کو کر کے ہوتی تھیں دماں تم جذباتِ بے کسی آگاہ تھیں کہاں تم  
 کیا کیا نہ رگنِ دینِ مستے اُٹھائے تم نے پا پا! وہ دل کے خاکے اُڑائے تم نے  
 جب کیوں ہوا نہ صندِ دل پر اگر اثر تھا  
 یہ بھی حسد کا گھر ہے وہ بھی خد کا گھر تھا

## نقشِ تصوّر

(ایک تصویر کو دیکھ کر)

او عالمِ تصویر میں حیرانِ تصوّر او خلوتِ تنہا میں پریشانِ تصوّر  
 تشکیلِ درخشاں تری آئینہٴ جذباتِ تخیلِ پریشاں تری رومانِ تصوّر  
 پیدا تھے افاسِ مضربِ تخیلِ ظاہر تھے اندازِ سمجھانِ تصوّر

دھم تری ترتیب میں موسیقی عشرت برہم تری ترکیب میں سامانِ تصور

افسردگیاں تیری جبینِ چوم رہی ہیں

دنیاۓ تصور کی حدیں جھوم رہی ہیں

صورت تری منہم ہے گھبرائی ہوئی ہے تصویرِ کفہ تری مَر جھائی ہوئی ہے

آنسو تری آنکھوں میں میاں لے چکیند دنیا ترے جذبات کی تھرائی ہوئی ہے

ہونٹوں سے گری پڑتی ہے دامنِ نظر میں نازکِ طبیعت جو کہیں آئی ہوئی ہے

پیدا ترے یو ہے آثارِ شبِ غم اور صبحِ جوانی ہے کہ ترائی ہوئی ہے

ارمان میں کس کے تری آغوش تھی ہے

جاذبِ نظری تیری کسے کھینچ رہی ہے

قوت میں نظر کی اثر کاہِ رُبا ہے پھر اُسپہ ششِ حُن کی موجِ فضا ہے

تو اپنے تصور میں جیسے کھینچ رہی ہے شاید وہ تجھ اپنی طرف کھینچ رہا ہے

ہر نقطہ وسط پہ تصور کا تصادم اک بام کی تعمیرِ میانِ دو ہوا ہے

ہمیشہ یارِ مقلوب نہ تیری نزاکت    بیدار کہ اندیشہ لغزیدنِ پا ہے

پھنس جائے نہ احساس کہیں اُم اثر میں

تو جذب نہ ہو جائے کہیں اُس کی نظر میں

بکھرے ہوئے احساس کو تسکین عطا کر    دل ہے ترِ معصوم تو اُس پر نہ جفا کر

بھیگا ہوا پیکر ہے تصور کے اثر سے    جیسے کوئی ابھرا ہوا سمندر میں نہا کر

رگ رگ سے ٹپکتی ہے فکر کی اُرسی    پہلو میں تو بیٹھی ہے عجب آگ چھپا کر

تو عالمِ تصویر کسی منظرِ غم سے    لائی ہے نگاہوں میں نگاہوں کے بچا کر

ہے مجھِ تصور مگر اپنا بھی پتا ہے

کاغذ پہ مصوّر نے تجھے کھینچ لیا ہے

# میرا پیام لے جا

۱۹۲۰ء

اے نامہ بر کبوتر جب ریل پر کبوتر

زنگیں نظر کبوتر عنقا سیر کبوتر

میرا ہائے خلوت اے نعمتِ بار تو ہے

میرے الم کدے میں شبِ نذر تو ہے

اے مرغِ صبح آرا

اب صبحِ آرزو کا دل کو نہیں ہے یارا

مجرور و ناتواں ہوں

مجبور و خستہ جاں ہوں

محروم و بے نشان ہوں  
 نا آشنائے غم ہوں اور مبتلائے غم ہوں  
 جذبات منتشر ہیں  
 مجبور سی پڑی ہوں حالات منتشر ہیں  
 تو بام آشنا ہے  
 الہام آشنا ہے  
 اک نامہ متا منہ گامہ متا  
 بالائے بام لے جا  
 میرا پیام لے جا  
 آخر خموش کب تک یوں صبر کوش کب تک  
 نالہ فردش کب تک بے صبر ہوش کب تک  
 دل کے پیش کدے میں شعلے بھڑک رہے ہیں

پہلو میں آرزو کے نشتر کھٹک رہے ہیں  
 ناکام آرزو ہوں  
 سرگشتہ متا بدنام آرزو ہوں  
 وہ شہر یا رنخت  
 محض رنخت  
 آئینہ دار رنخت  
 آسادہ تعافل شہزادہ تعافل  
 جس میں نہیں مرّوت  
 جو صبر آزما ہے جس کو ہے مجھ سے نفرت  
 جو مجھ سے بے خبر ہے  
 جو آفتِ نظر ہے  
 میرا پیامِ فرقت میرا سلامِ فرقت

# آج اُس کے نام لے جا میرا پیام لے جا

یہ میری فوجانی اس پر یہ سرگرائی

میاوس شادمانی ہے زندگی منانی

ہر لحظہ اک تصور ہے ہیکار مجھ سے

روٹھی ہوئی پڑی ہے دلی بہار مجھ سے

وہ خواب میں کل آ کر

برباد کر گیا ہے اپنی جھلک دکھا کر

جو سجدہ گاہ دل ہے

نور نگاہ دل ہے

آزار خواہ دل ہے

میری مصیبتوں کی میری اذیتوں کی

پروا نہیں ہے جس کو  
 اک بار دیکھ کر پھر دیکھا نہیں ہے جس کو  
 اُس کو مری خبر دے  
 میرا یہ کام کر دے  
 مل جائے تو مکاں تک تو اُس کے آستاں تک  
 اے خوش حرام لے جا  
 میرا پیام لے جا  
 لے جا مرا تکلم غم آفریں تبسم  
 جذبات کا تلاطم دن رات کا توہم  
 لے جا مری جبین سے عکس خطِ شکستہ  
 گیسوئے عنبریں کے خم ہائے گرد بستہ  
 پر کھول کر چھپالے



اپنے مجسمے کو تصویرِ عنم بنالے

رنگ سکوں بھی لے جا

سو زردوں بھی لے جا

جوش جنوں بھی لے جا

یا س آفریں اُد اسی یہ میری بدحو اسی

حسرت بھری نگاہیں

نظروں میں جذب کر لے بھر لے لبوں میں آہیں

عالم کا دل ہلا دے

پیغامِ عنم سنا دے

میری خموشیوں کی اوجھڑپ کو شیوں کی

طرزِ کلام لے جا

میرا پیام لے جا

تو مسیہ رازِ خداں ہے غمخوار و مہرباں ہے

سیاحِ آسمان ہے طیارہٴ رواں ہے

اُکھڑا ہوا لبوں کا میرے یہ رنگ لے جا

ہو نونوں کا رنگ لے جا

دل کی اُمنگ لے جا

آسادہ تو اگر ہو

دوں میں تجھے دعائیں گرمیہ انا مہر ہو

کچھ تو ملے سہارا

فرقت نہیں گوارا

اے مُشتِ پر خدارا

لے جا یہ محضِ غم بیکار، دفترِ غم

لکھتی ہوں میں اہو سے

مکتوبِ حسرت آگیاں لبِ ریزِ آرزو سے

یہ خط یہ شوق نامہ

یہ اضطرابِ خامہ

جس میں بھری ہوئی ہے تحریر کی ہوئی ہے

رودادِ شام لے جا  
میرا پیام لے جا

## زہرا کے گلستہ پیش کرنے پر

جس طرح دیتی ہے شبنمِ شامِ قرصِ بہار  
جس طرح گلِ بلبلِ نگین کو دے طشتِ شمیم  
جس طرح دے صبح کو مندرۂ نکمتِ نسیم  
شعِ بختے گوشہ تارِ یک کو جس طرح نور  
جس طرح نورِ سحر دیتا ہے نذرِ آفتاب  
حورِ حبیبے دے فرشتے کو صبحِ طہور

جس طرح دردِ محبت کا کوئی انعام ہے      ساقیہ جیسے گلابی کا چھلکتا جام ہے  
 پیش کش ماہِ منور کو باندازِ حجاب      ہے تیرا جس طرح اپنے تارِ کلِ رباب  
 بالکل ایسے ہی مجھے زہرا نے گلہ ستہ دیا  
 رنگ و بو کا طائرِ خاموش و پر بستہ دیا  
 شکریہ میں لے تہی دستی بتا کیا دوں آ      دل کے داغوں کی بنا کر ہا رہی نادر دوں آ  
 حالتِ غم میں شگفتِ لوح کا مژدہ دیا  
 نور کے ترے کے مرے جذبات کو تڑپا دیا  
 دل میں کھلوں لوح کی خلوت میں بھلاؤں      یا نسیم آہ سے کچھ اور مہکا دوں اسے

# اپنی قلوب طبرہ سے خطاب

پھر مری روح کی تسکین کا سا ماں کرے      اپنی زلفوں کو پھر اک بار پریشاں کرے  
 یہ تو کیونکر کہوں کو نین کو ویراں کرے      ہو سکے تو مری دنیا کو پریشاں کرے  
 کفر و اسلام تری ایک نظر کے دویر      تو اگر چاہے تو کافر کو مسلمان کرے  
 ٹٹنکی بانڈھے ہوئے دیکھ رہا ہوں تجھ کو      نگہِ ناز سے شرمندہ عصیاں کرے  
 غنچے سب نیم شکفتہ ہیں گنجی گلشن میں      چال کو اپنی دہشتِ بد اماں کرے  
 اُسی انداز سے آگ لگدہ دل میں مرے      جو مرے باغ کا ہر پھول پریشاں کرے  
 پھر ننگا ہوں سے سکھا فلسفہ زہد و گناہ      جذبہ شوق کو آمادہ عصیاں کرے  
 آمرے سامنے اک عیدِ مجسم بن کر      اور پھر حُسن پر اپنے مجھے قرباں کرے  
 میری شکل کا خدا کیلئے احساس نہ کر      اور مشکل کا ہے احساس تو آساں کرے

یہ جویتاب ہے تیری مژو رنگیں میں    ہاں اسی تیر کو مانوس رگ جہاں کدے  
 اپنی تصویر سے پیدا وہ اثر کہ مجھ میں    جو مجھے تیرے تصور میں نمایاں کدے  
 خامشی تابہ کجا، چشمِ سنگو پہ نثار    میرے افسانے کا قائم کوئی عنوان کدے  
 تو نہ دیکھ اتنی خطرناک نظر سے مجھ کو    کہ مرادل مجھے آادہ عصیاں کدے

ہوشیاری ہے بڑا عیب جنوں میں ساغر  
 دوسرے ہاتھ کو بھی نذرِ گریباں کرے

## بیداری کا خواب

اودھ کی ایک زرین شام

وہ دن تھا یارات تھی الہی جو میری دنیا پہ چھا رہی تھی  
 کہ ہر رگ تن سے روح کھینچ کھینچ کے صرف آنکھوں میں آئی تھی

نظریں کسیر بنا ہوا تھا، نظریہ پردہ پڑا ہوا تھا  
 بصیرتیں جاگ اُٹھی تھیں دل کی آنکھ جادو جگا رہی تھی  
 میں اپنی محویتِ نظریں غبارِ بن کے اُڑ رہا تھا  
 جمیل پر دازِ حسن میری نظر کا خاکہ اُڑا رہی تھی  
 وہ جلوہ گاہِ جمال جس کی حدود تھیں مرکزِ تجلی  
 مری نگہ میں بسی ہوئی تھی مری نظریں سما رہی تھی  
 لطیف پردے پڑے ہوئے تھے حینِ فرشتے کھڑے ہوئے تھے  
 مگر وہ مجھ سے نظر ملا کر خراب ہستی بنا رہی تھی  
 فضا طلسمی، نوا طلسمی، ہوا طلسمی، ادا طلسمی  
 وہ سحرِ ذی روح مُسکرا کر عجیب جادو جگا رہی تھی  
 نسیم سچو، شمیم سچو، کلام سچو، کلیسم سچو  
 چمن چمن لہلہا رہا تھا، کلی کلی مُسکرا رہی تھی

مآلِ اکِ آنسوؤں سے لبریز سامرِ قلع دکھا رہا تھا  
 ہر ایک تصویرِ مست ہو کر مری طرف مُسکرا رہی تھی  
 وہ نیم جلوے مری نگاہوں کے زاویوں پر پھیل رہے تھے  
 خیال بھی مُسکرا رہا تھا نگاہ بھی مُسکرا رہی تھی  
 خیالِ رسم و رواج اُسپر حجاب بن بن کے چھا رہا تھا  
 مگر وہ عطرِ عروس بن کر تمام محفل پہ چھپا رہی تھی  
 وہ اس کا زرین ترنم وہ اس کا رنگین تر ترنم  
 شبابِ نغمہ بنی ہوئی تھی، خرابِ نغمہ بنا رہی تھی  
 وہ اس کا ہر شعر غم کی دنیا، جفا کی دنیا ستم کی دنیا  
 فسانہ غم سنا سنا کر مجاہدِ غم بنا رہی تھی  
 وہ کالے بالوں کے مست گتھے وہ جن کے جاں دار بوسے  
 مرے لبوں پر مری نظر پر وہ اپنی مہریں لگا رہی تھی



وہ رنگِ محفل کی تازگی تھی اُس میں تھا عکسِ تازگی کا  
 ہر لکشمی اُس میں خندِ نِہ تھی ہر اک میں وہ سُکرا رہی تھی  
 دلوں میں حیران اُٹھ رہا تھا لطیف طوفان اُٹھ رہا تھا  
 ادھر سے اک موج جا رہی تھی اُدھر سے اک موج آ رہی تھی  
 وہ ناز میں اک صد اکہ جواپی پوری قوت سے گونج اُٹھی  
 صدائے تھی بلکہ اک قیامت سی اُٹھکے فتنے جگا رہی تھی  
 شگفتِ گل کی صد تھی یا گلستاں میں کلیاں چٹک ہی تھیں  
 کہ جو فردوس بے حجابانہ اپنے نغمے سُنا رہی تھی  
 ادھر بھی نغمہ اُدھر بھی نغمہ یہاں بھی نغمہ وہاں بھی نغمہ  
 لطیف نغموں کی گونج ساری فضا کو نغمہ بنتا رہی تھی  
 حسین ہونٹوں کی خنبتوں میں لرز رہی تھی حیا کی دنیا  
 جو کیفِ شوخی بنا ہوا تھا نگاہ اُس کو چھپا رہی تھی

وہ ایک بجلی جو بے نما با تڑپ کے چمکی بھی اور گری بھی  
 بیضا امین کی دستوں میں کلیم مجھ کو بنا رہی تھی  
 جمال اور صاحبِ تکلم، تکلم اور اس قدر شگفتہ  
 وہ نورِ مستی برس ہا تھا کہ انجن جگمگا رہی تھی  
 نظر شگفتہ، سخن شگفتہ اداؤں کا بانگین شگفتہ  
 وہ اک گلستاں بنی ہوئی تھی وہ سو گلستاں بنا رہی تھی  
 جدھر تھا رخِ حسن کی صدا کا اُدھر ہی رخ تھا ہر اک ہوا کا  
 جدھر نظر اُس کی جا رہی تھی اُدھر یہ دنیا بھی جا رہی تھی  
 غزل کے اوزان جی اُٹھے تھے تمام ارکان جی اُٹھے تھے  
 کہ ایک شہریتِ مجسم کلام اپنا سنا رہی تھی  
 الٰہی تھی کوئی وہ محفل، الٰہی محفل میں کون تھی وہ ؟  
 وہ کس کی مستانہ خوش فوائی شرابِ نگیں پلا رہی تھی

خیال تھا یا وہ خواب تھا جس کی یاد اب تک دل میں باقی  
 عجیب مُطرب عجیب ساقی کہ وجد میں رُوح آرہی تھی  
 نہ اب وہ محفل نہ اب وہ نغمے نہ اب وہ بادہ نہ اب وہ سستی  
 ہے صرف اتنا خیال سنگد میں سُن رہا تھا وہ گارہی تھی

## کشمکشِ آرزو

میں کیا چاہتا ہوں، میں کیا چاہتا ہوں، نگاہِ وفا آشنا چاہتا ہوں

کہ میں اپنے غم کی دوا چاہتا ہوں

نئی کائناتیں

سمندر کی آتیں

دل آویز باتیں

محبت کی گھاتیں

یہ کیا کہیں گم ہوا چاہتا ہوں

میں کیا چاہتا ہوں، میں کیا چاہتا ہوں، نگاہِ وفا آشنا چاہتا ہوں

میں کیا چاہتا ہوں، میں کیا چاہتا ہوں، جوانی کو میں بچہ چاہتا ہوں

کہ میں اپنے غم کی دوا چاہتا ہوں

اچھوتی فضا ہو

سنہری گھٹا ہو

نشیلی ہوا ہو

رنجیلی صدا ہو

ہر آواز پر جھومنا چاہتا ہوں

میں کیا چاہتا ہوں، میں کیا چاہتا ہوں، جوانی کو میں بچہ چاہتا ہوں

میں کیا چاہتا ہوں، میں کیا چاہتا ہوں، ہوا کی طرح تیرنا چاہتا ہوں

کہ میں اپنے غم کی دوا چاہتا ہوں

نہ بربادیاں مں

نہ جلادیاں مں

نئی دادیاں مں

اور آزادیاں مں

میں زنجیر پا توڑنا چاہتا ہوں

میں کیا چاہتا ہوں، میں کیا چاہتا ہوں، ہوا کی طرح تیرنا چاہتا ہوں

میں کیا چاہتا ہوں، میں کیا چاہتا ہوں، نئی اور اچھی فضا چاہتا ہوں

کہ میں اپنے غم کی دوا چاہتا ہوں

چمکتے ستارے

جھمکتے شراپے

بہر کو بہا کے

بہ ہر سونگمارے

نئے اپنے ارض و سما چاہتا ہوں

میں کیا چاہتا ہوں، میں کیا چاہتا ہوں، نئی اور اچھوتی فضا چاہتا ہوں

میں کیا چاہتا ہوں، میں کیا چاہتا ہوں، میں اک مرکزِ انتہا چاہتا ہوں

کہ میں اپنے غم کی وا چاہتا ہوں

یہ احساسِ سی

یہ مستیِ سی

یہ صبا پرستی

بلندی و پستی

میں ان سب آگے بڑھا چاہتا ہوں

میں کیا چاہتا ہوں، میں کیا چاہتا ہوں، میں اک مرکزِ انتہا چاہتا ہوں

میں کیا چاہتا ہوں، میں کیا چاہتا ہوں، ہر اک چیز کو بھولنا چاہتا ہوں

کہ میں اپنے غم کی دوا چاہتا ہوں

جہاں ہمراتی

اُٹھ اے میر ساقی

پلائے عراقی

کہ ہر ہوش باقی

ترے جام میں ڈوبنا چاہتا ہوں

میں کیا چاہتا ہوں، میں کیا چاہتا ہوں، ہر اک چیز کو بھولنا چاہتا ہوں

کہ میں اپنے غم کی دوا چاہتا ہوں

# بسوہر وقت تم دل میں ہمارے

کہیں چاند اور کہیں تم ہو ستارے      نزلے ہیں تمہارے روپ سارے  
ہماری زندگی کے ہوسہارے      بسوہر وقت تم دل میں ہمارے  
بسوہر وقت تم دل میں ہمارے

نہ جاؤ روٹھ کر جتنا کٹارے      نہ سوچ میں کر چھپ کر اٹارے  
یہیں پوجا تمہاری ہوگی پیارے      شوالہ ہے ہی قابل تمہارے  
بسوہر وقت تم دل میں ہمارے

یہ سُنڈ چھپ یہ تیور پیارے پیارے      ہماری جان ہیں درشن تمہارے  
نہ ڈھونڈو پریت کو تم دو ار دو ارے      اسی میں پریم کے بہتے ہیں ہمارے  
بسوہر وقت تم دل میں ہمارے



# سُرورِ حیات

سُرورِ غم سے ہر جان آوازِ ممتنی میں      اسی سے زندگی کی چھٹیڑ ساڑ ممتنی میں  
 سُرورِ زندگی غموں میں بھر کر پھیل جاتا ہے      سُرورِ زندگی ہی ساز کے پرے اٹھاتا ہے  
 خدا جانے اثر ہوتا ہی کیا رنگیں صداؤں میں      سُرور کی ایک نیا پھیل جاتی ہے فضاؤں میں  
 سُرورِ زندگی شاعر کے دل کو گرم کرتا ہے      سُرورِ زندگی احساس کی گم نرم کرتا ہے  
 سُرورِ زندگی ہے نگ آرا سپیکر گل میں      سُرورِ زندگی ہر درد پر اصوتِ بلبل میں  
 سُرورِ زندگی مشو میں ہے، اور شاہد میں      سُرورِ زندگی ہے شعلہ بن قلبِ مجاہد میں  
 جوانوں کو یہ میدانِ وغا میں یوں لڑاتا ہے      کہ ساتوں آسمانوں کا کلیجہ کانپ جاتا ہے

وہ اک ہنرِ صورتِ کارِ خیالی نقشِ عرسِ اتر      کہ جس میں شمع برفِ انِ دیشیز ہے پری پری

بول کہ اس کے خون نے رنگیں کیا ہے یوں      اور اس کی گریں شہلا کو غم سے بھر دیا ہے یوں  
 کہ جیسے اپنے دل کا غم ہو پنی آنکھ سے پیدا      کنول پر گر پڑا جو جس طرح یا قوت کا ٹکڑا  
 پیامِ عشق دینے کے لئے استاد ہستی ہو      لباسِ حُسن میں جل جانے کو آمادہ ہستی ہو  
 سرورِ زندگی کی ہو یہ سب تصویرِ آرائی      کہ زورِ موفقم ہے اور فکرِ رنگِ پیرائی  
 جمالِ زندگی مضمحلِ زندگی پہناں  
 سرورِ زندگی میں ہے کمالِ زندگی پہناں

## بلک بلک میر جاے

سندِ زینا مد بھرنے بھونرا اس کو آئے

کالی زلفیں موہنی جیسے بدری چھائے

دو بھر موچینا اُسے جو تم سے نیمہ لگائے

سکِ سناکِ جانِ دِ بِلکِ بِلکِ مر جاے

کیوں وہ اپنے داس کو درشن دینے آئے  
کیوں وہ اپنے حُسن کا رُوپ نوپ کھائے  
اے پریمی کیوں اُس میں اپنے نین تھکائے  
اُس کی تو خود چاہ ہے بِلکِ بِلکِ مر جاے

صحبِ دشنِ

ساغواں کا مُسکرا نایا دے    مُسکرا کر جھینپ جانا یا دے  
مستقل وہ مُسکرا نایا دے    رُوح کو وحشی بنانا یا دے  
اُن کا وہ دامن اُٹھانا یا دے    دل کا اُٹھ کر بیٹھ جانا یا دے

اُجّھم برقِ حُسن و ناز کا سرے پانک سُکرا نایا دے  
 بیٹھے بیٹھے اک دائے مستی اُن کا اکثر جھوم جانا دے  
 اک ادائے سادہ و پُر باد ہے پاس آکر بیٹھ جانا دے  
 عشق کی لے میں باندِ اِخیال حُسن کا کچھ گنگنُ نایا دے  
 اور پھر رسوائیِ نعمات سے جھینپ جانا سحر کانا دے

اب کہاں وہ عشرتِ اُفتادگی پاؤں پر خود کو گرا نایا دے  
 اب کہاں وہ یکدہ وہ مے کشی اُن کا پینا اور پلانا دے  
 اب فراموشی کا وہ عالم کہاں؟ ماسوا کو بھول جانا دے  
 اب کہاں وہ جامِ اور وجہِ کہاں؟ پی کے دُنیا کو پلانا دے  
 کائنات و ماورائے کائنات ایک پل میں کنا جانا دے  
 کیا کہیں کب تک کہیں کس کہیں؟ عشق کا سارا فنا دے

اے خمارِ زندگی یہ بھی بھلا  
کیوں ہمیں اپنا زمانا یاد ہے

## گمراہِ نگاہ و شباب

وہ کیفِ جن و ہستی و بخودیِ جمال    وہ ہر قدم پہ مزیدارا ایک خواب ترا  
وہ حاصلِ گلِ گلشن و گلشنِ حاصل    شراب و نور سے سینچا ہوا گلاب ترا  
ہو اے شوق کو محسوس تیرا کر لینا    وہ میری چشم تماشا دہ اضطراب ترا  
ترے شباب کی آغوش میں مری نظریں  
مری نگاہ کی آغوش میں شباب ترا

# اب عنائی خیال.....؟

سجد و عشق پہ وہ حسن اعتبار ترا      وہ اک تبسم لرزان و بیقرار ترا  
 وہ رعبِ حُسن سے محبوبِ حسرتِ نیدا      وہ دیکھنا مری جانب ہزار بار ترا  
 تری جناب میں وہ میرا گریہ پیسم      وہ اک تعجبِ غماز و مستعار ترا  
 وہ تیرے حُسن پہ قابو نہ ایک پلِ مچکو      وہ میرے عشق پہ ہر وقت اختیار ترا  
 وہ ایک نالہ بے کیف و بے اثر میرا      وہ ایک نغمہٴ مخمور و پُربہار ترا  
 مرے شریک نہ ہونے کا وہ یقین تجھکو      وہ پوچھنا مجھے محفل میں بار بار ترا  
 وہ نورِ ریزِ جبین و رورہٴ شفقِ رنگیں      وہ آفتاب کی آغوش میں شہر ترا  
 سکوتِ صاعقہ و شعلہٴ زار کا عالم      وہ میری مضطرب آغوش میں قرار ترا  
 ترے منانے کو وہ میرا روٹھنا پیسم      وہ چھیڑنا عداً مجھکو بار بار ترا

وہ چاندنی وہ ستارے وہ آرزو کا شباب  
کھلی فضا میں وہ راتوں کو انتظار ترا

# امیدِ حسن

وہ کوئی آیا مرے خیالوں میں پھر سراپا حیات بن کر  
مجتہدوں کے سرور میں چور پیکر التفات بن کر  
لبوں پہ صبر آزمائش، نظریں اک برق آزمائش  
کبھی مجسم حیات بن کر کبھی سراپا مات بن کر  
نگاہ میں شوخیوں کے دفتر فروغِ محفل بہارِ یکسر  
طلوعِ صبحِ شہاب بن کر نئی جوانی کی ات بن کر

گلے میں پھولوں کے ہارتازہ نظر میں تہی جیس قشعہ  
 چمن چمن کی بہار بن کر بہار کی کائنات بن کر  
 وہ خیر مقدم کو روح دوڑی وہ شوق کپاؤں تھر تھرائے  
 ہوس کے جلے سے لے خدائے تصور نہ ٹوٹ جائے

## حُسنِ عشق کا ایک مانی سفر

مرے تصور میں نہیں ہے میں مرتے تخیل میں چل رہے ہیں  
 کبھی ادھر سے نکل رہے ہیں کبھی اُدھر سے نکل رہے ہیں  
 جھجکی ہوئی نئے سے ہیں آنکھیں تمام لغزش بنے ہیں لیکن  
 یہ کوششِ ناتمام دیکھو کہ ہر قدم پر سنبھل رہے ہیں



قدم قدم پر وہ اک تبسم، کبھی تبسم کبھی ترنم  
 وہ روح برق و سحاب بن کر ہائے ہمراہ چلے ہیں  
 زمیں گلشن امین ہے میرے عہد رنگین عاشقی کی  
 جو اشکِ خونیں کبھی گرے تھے وہ پھول بکریں ہیں  
 وہ دن بھی آنے کو ہیں کہ خوں بن کے پھونکنے سینہ و دل  
 ابھی تو ہے ابتداء گریہ، ابھی تو آنسو نکل رہے ہیں  
 لچک لچک کر ٹھہر ٹھہر کر کبھی بگڑ کر کبھی سنور کر  
 وہ میرے ہمراہ چل رہے ہیں مگر مصیبت چل رہے ہیں  
 غرض یہ ہے میری روح و دل کو بیک داپائمال کر دیں  
 بہانہ یہ ہے کہ بازوؤں کا سہارا لیکر سنبھل رہے ہیں  
 جو خود ہیں اک میکدہ مکمل جو خود ہیں اک ساقی منور  
 قدم قدم پر نگاہ کو نثر ادا کے وہ جام پل رہے ہیں

تعاونِ حسن و عاشقی ہے زمیں سے تا عرشِ بیخودی ہے  
 مجھے سنبھالے ہوئے بدقت وہ ہر قدم پر سنبھل رہے ہیں  
 جہن جہن کی حیات ہیں وہ محیطِ ہر کائنات ہیں وہ  
 کبھی گلوں پر چل رہے ہیں کبھی ستاروں پر چل رہے ہیں  
 ہر اک قدم پر فریبِ منزل ہر ایک گام اک نویدِ منزل  
 میں اُن کے ہمراہ چل رہا ہوں وہ میرے ہمراہ چل رہے ہیں  
 مددِ مضبوطِ عشق اک پیچ میرے منہ سے نکل نہ جائے  
 وہ ہاتھ میں ہاتھ میرے ڈالے بڑی سترت چل رہے ہیں

زباں میں لکنتِ نظر میں تپتی ہر اک قدم پر گمانِ لغزش  
 مگر دکھانے کو اُن کے ساغرِ طرح طرح سے سنبھل رہے ہیں

# شعلہ پیکر

امشب کہ دیدم یک شعلہ ماں      فتنہ بپاؤ محشر بد ماں  
 زلفِ سیاہش جادوئے قصاں      گاہے مرتب گاہے پریشاں  
 گل درخت رو فردوساں      جانِ گلستاں روح بہاراں  
 مخمور چشمش کشمیرِ مستی      جعدِ معنبر یک شانِ ایراں  
 کوثرِ فروزے، گوہرِ فروزے      عارضِ چہ عارضِ ندانِ چہ انداں  
 رنگیں عذارش مہتابِ صحرا      روشنِ صہبیش مہرِ گلستاں  
 رنگین قنفذ یک برقِ ساکت      لب ہائے نازکِ فردوسِ خنداں  
 خالِ رخِ اوسیلابِ قائم      موجِ تبسم طوفانِ لرزاں  
 از یک فردوسِ شمعِ بگاہش      ہستیِ فروزاںِ ستیِ فروزاں

اقرارِ ادیکِ احمادِ نگیں      انکارِ اوصدِ بنیادِ ایماں  
 زہرِ سراپا کفرِ مجسم      گمہ سازِ ایماں گمہ سوزِ عصیاں  
 کیفِ صدائشِ الہامِ مستی      حُسنِ ادائشِ پیغامِ عصیاں  
 بلاقتِ اوسر و منتوہ      این جاچراغاں آنجاچراغاں  
 اوجوِ رقصِ من مست و بخود      یک سوزِ قائم یک تی قصاں

بہرِ خداے شیخ و برہمن

آن کافروں میں مردِ مسلمان

## صبوحی

سحر کو جب مری بالیقِ ثناء پا چھاتی ہے      یکا یک سیسے کا نوں میں تری آواز آتی ہے  
 صدا کے دائرے آفاق تک جھیل جاتے ہیں      مئے ل تک بھی اک عوجِ جنوں انگیز آتی ہے  
 ہو کر کے جھونکے ترا پیغام لاتے ہیں      نسیم صبحِ تیسے خواب کا قصہ سناتی ہے

سناے کیا کنول کیا گلستاں کیا اور دریا کیا      دو عالم مُسکراٹے ہیں جب تو مُسکراتی ہے  
 حَرِیمِ حُسنِ بینِ مَوتی ہے آبِ و رنگ کی لُچا      بساطِ عشق پر پہلی کرنِ سجدے کو آتی ہے  
 درودِ پوا رخت و سنگ بن جاتے ہیں اُسی نہ      اُٹھا ہوں نگاہیں حُطوفِ تو مُسکراتی ہے  
 کنول کے پھول جیسے توڑتی ہو کوئی دُشمنہ      اسی صورتِ مَرَدَل میں تجھی تیری یاد آتی ہے  
 مسلسل نغمہ اُلفت نگاہوں سے سناے جا      تری آوازیں میری محبت گنگناتی ہے  
 کہاں گنجائشِ ہجر و وصالِ الکی محبت میں      خدا بکر مری ہستی پہ ظالم چھائے جاتی ہے  
 گناہِ عشق کا معراجِ ایمان و سر اُٹخ ہے      مرے باطل میں بھی گہری حقیقت پائی جاتی ہے

} نگاہوں سے نگاہیں بلی تھیں ایک دن شکار  
 مجھے رہ رہ کے وہ پُر کیف ساعت یاد آتی ہے

حَدِيثِ كُلِّ

ساتواں باب

# عورت

عورت اک پھول ہے جہاں میں  
 خوشبو میں گلاب سے بھی بڑھ کر    مستی میں شراب سے بھی بڑھ کر  
 اس کی آنکھیں حیا کی کشتی  
 نظریں اس کی حسین منہ  
 اس کی باتیں حسد کی بنی  
 اس کے ہونٹھوں پر کھیلتا ہے    ہلکا ہلکا سا اک تبسم  
 کچی کلیوں کا بندہ بربط  
 آوازِ شگفت کا ترنم  
 نکمت سے نسیم سے بھی نازک    معصوم شمیم سے بھی نازک  
 عورت اک پھول ہے جہاں میں



خوشبو ہے اسی کی جسم و جاں میں  
 عورتِ اک حُور کی نظر ہے  
 نیچی نیچی جھکی جھکی سی    مست و مخمور سی رسیلی  
 سب کو تکین دینے والی  
 معصوم ہیں اس کی سب دائیں  
 لیکن دل چھین لینے والی  
 اس کی ہتی دلوں کی بستی    اس سے آباد گھر کی محفل  
 اس کی تحنیر بادشاہی  
 اس کی تفسیر سب سے شغل  
 فطرت کا حسین اک مسمم    قدرت کا لطیف تر عطیہ  
 عورتِ اک حور کی نظر ہے  
 یا اک جنتِ زمین پر ہے

عورت رنگیں اک کنول ہے

سُندر، نازک، جبینِ پیارا ہلکے بادل میں جیسے تارا

احساس کی ایک شمع روشن

اس کا پسگردن کی دنیا

اس کی ہستی خوشی کا گلشن

اس کی پلکوں کی لرزشوں میں کالے بھوروں کی تھر تھراہٹ

ہیں آنکھ میں ماتا کے آنسو

لب پر رنگین سُکراہٹ

کیفِ الفت سے مست پیکر

خوشبوئے وفا سے دل مُعطر

عورت رنگین اک کنول ہے

عشقِ جاوید کا محل ہے

# دیوی

اے عصرِ بیدار کی دیوی      اے حُسن و ایشا کی دیوی  
 آنکھیں تیری پھول کنول کے      پلکیں میں مٹھاتے بھونے  
 نظروں میں سحبانِ ترنم      ہونٹوں پر طوفانِ تبسم  
 جیسے اک خاموش غزلِ خواں      تتلی جیسے پھول پہ رقصاں  
 نور ہے تیرے رخساروں پر      دھوپ ہے گویا گلزاروں پر  
 رُخ پر کاکلِ ریشم والے      کالے کالے گنڈلی ڈالے

اے عصرِ بیدار کی دیوی !

اے حُسن و ایشا کی دیوی !

آنکھ بظاہر ہے بے بادہ      جیسے ہواک سا غرسادہ  
 لیکن اے میخانہِ جباری      تجھ سے ہے اک نشہ طاری

شمعِ محبتِ جن کی مشعل      قدیر اک برقی شکل

چاند تری چو کھٹ کا ذرہ      سورج سائل تیرے در کا

ما تھے ہیں تالے پیدا      تالے پیدا اچاند ہو یا

تو سر تاپا نور ہے گویا      دنیا کی اک حور ہے گویا

اے عصرِ بیدار کی دیوی !

اے حسن و ایشار کی دیوی !

گیت کو باتیں شریاتی ہیں      سانیں خوشبو برساتی ہیں

پریم کا جھولا گوری باہیں      مڑ مڑ جائیں جھک جھک جائیں

حسن کے بن کی حخیل آہو      سر سے پاتک مطلق جادو

ہونٹوں کو اپنے چمکائے      ہلکی سی جھلی لہرا دے

ہنتے ہنتے یخود ہو جا      اور تبسم میں خود دکھو جا

نشہ میں سرشار ہے دنیا      پھکنے کو تیار ہے دنیا

اے عصر بیدار کی دیوی !

اے حسن و ایشار کی دیوی !

اے یہ تیرا نازک پیکر شبنم کی گود اور گلِ تر!

یہ تن یہ کھدر کی ساری اُن سے تیری سادہ کاری

دل کو پیہم لاگ وطن کی روح میں روشن آگِ وطن کی

ردِ غلامی کرنے والی اپنے وطن پر مرنے والی

رائی ہے شہزادی ہے تو تصویرِ آزادی ہے تو

دل میں اک طوفانِ عمل ہے ہونٹوں پر فرابِ عمل ہے

اے عصر بیدار کی دیوی !

اے حسن و ایشار کی دیوی !

سائیں میں تیرے قومی نغمہ ہاتھ میں آزادی کا جھنڈا

سر میں سوداے قربانی دل سے آنکھوں تک، پانی

غیظ میں جب تھراتی ہے تو جوش میں جب آجاتی ہے تو  
 مغرب کا دل تھراتا ہے مشرق کو جوش آجاتا ہے  
 تو نے اصلی کام کیا ہے اپنے وطن کا نام کیا ہے  
 غافل بھی ہشیار ہے اب تو عورت بھی بیدار ہے اب تو

اے عصہ بیدار کی دیوی!  
 اے حسن و ایشا کی دیوی!

دل میرا سنان پڑا تھا من مندر ویلن پڑا تھا  
 روح کی تشنہ کنواری چپ تھی دکھ دائی بے چاری چپ تھی  
 تو نے لی جذبات میں چٹکی میرے محسوسات میں چٹکی  
 لذت سے لبریز ہے سینہ اب جینا ہے میرا جینا  
 آنکھ میں آنسو لب پر آہیں دل خوشی حیران نگاہیں  
 میٹھا میٹھا درد سا ہوتا میٹھوں میں سر دیکر رونا

اے عسبِ بیدار کی دیوی !

اے حسن و ایشار کی دیوی !

پہلے تو نظروں میں مسائی پھر چپکے سے دل میں آئی

روحِ محل میں پہنچی دل سے اس محل میں اس محل سے

ہنسی آئی گاتی آئی ۛ پریم کا سازِ جباتی آئی

دوڑی رگ رگِ میخوں بنکر جادو بن کر افسوں بن کر

روح میں تو ہے دل میں تو ہے اب تو ہر محل میں تو ہے

کب ہے الگ دریا سے قطرہ میں خود ہوں تیرا ہی جلوہ

اے عسبِ بیدار کی دیوی !

اے حسن و ایشار کی دیوی !

آئیرے قدموں کو چوموں چوموں اورستی میں جھوموں

آنکھوں سے اک نہرِ باؤں ہیرو کا اک کھیت اُگا دوں

تو کرمے گر چند اشائے      توڑ کے لاؤں چرخ سے تلے  
 اُن سے زریں تاج بناؤں      خوش ہو کر تجھ کو پہناؤں  
 تاج سے اک شعلہ پیدا ہو      پھونکے جو میری ہستی کو  
 خاک پہ پھر تو نظریں ڈالے      جوت جگت کی پھر بن جائے  
 اے عسبرِ بیدار کی دیوی!  
 اے حسن و ایشا کی دیوی!  
 جسم نیا ہو جان نئی ہو      دنیا کی ہر شان نئی ہو  
 زندانی مشرب ہو میرا      دار و رسنِ مذہب ہو میرا  
 حب وطن میں جان بھی دیں      جان ہی کیا ایمان بھی دیں  
 سینے میں پیوست ہو بر چھی      لب تپسم دل میں گولی  
 خون سے سارا پیکر تر ہو      تیرا زانو میرا سر ہو  
 دل سے تو سینے کو ملائے      مرتے دم اک جام پلائے



اے عصر بیدار کی دیوی !  
اے حسن و ایشا ر کی دیوی !

## ہندو خاتون

صبح کو جبنا کنائے موج سی پیدا ہوئی      موج کی گودی سے ہندو ہستری پیدا ہوئی  
ہاتھ میں ساری کا آنچل لف لہرائی ہوئی      لب پہ لکڑا تسم آنکھ شرمائی ہوئی  
کرشن کی مٹی میں پھرا لہری پیدا ہوئی      لہرنے اک گیت گایا گیت کی پوجا ہوئی  
موج کی گودی سے ہندو ہستری پیدا ہوئی

شانہی پیدا ہوئی

موہنی پیدا ہوئی

صبح کو جبنا کنائے موج سی پیدا ہوئی

سُرخِ ٹیکا پا کا تھے نظرِ جادو بھری      روپ ہیں من ہوتی بہ روپ ہیں مگ ہوتی  
 روح میں شمعِ محبت کی مقدس روشنی      دل میں غم کی آگِ خود قدرت کی ہکائی ہوئی  
 مستقل اک نغمہ زنگیں محبّتم راگنی      پریم اور روحانیت کی غیر فانی بانسری  
 موج کی گودی سے ہندو استری پیدا ہوئی

جیہیں پیدا ہوئی

نازنین پیدا ہوئی

صبح کو جہنا کنا سے موج سی پیدا ہوئی

گونج اٹھا زمرموں کا نغمہ زارِ زندگی      مُسکرائی نو عروس کا مگزارِ زندگی  
 اک نئی خوشبو سے مہکا لالہ زارِ زندگی      گوشے گوشے میں ہو آتشِ بہارِ زندگی  
 جلوہ پیرا ہو گئے نقشِ نگارِ زندگی      ذرہ ذرہ بن گیا آئینہ دارِ زندگی

موج کی گودی سے ہندو استری پیدا ہوئی

زندگی پیدا ہوئی

کامنہ پیدا ہوئی  
صبح کو جہنا کنا سے موج سی پیدا ہوئی  
موج کی گودی سے ہندو ستری پیدا ہوئی

## ملکہ ارحمہد بانوبیکم

اے جواں پیکر جواں فطرت جواں تقدیر بھی      اے مجسم حسن بھی اے مطلقاً تنویر بھی  
پہلوئے شاہ جہاں میں ادلوں پر حکمران      خود معر بھی مجازاً صاحب تسخیر بھی  
جب تصور کی ملی شاہ جہاں کو کائنات      اک تصور آشنایا ہوا تصویر بھی  
اے شریا فال اے شہزادی قصر جمال      روح کا الہام بھی الہام کی تفسیر بھی  
تو نے دل میں ٹھیکہ قائم کیا ایسی گلی اس      جو علاحدین کا تھی عشق کی تعبیر بھی  
تو نے سہی ذوق کو اتنا مرتب کر دیا      نقش روحانی ہوا شائستہ تعمیر بھی

ربح خویش از کج خلوت جلوہ آرا کردہ  
زندگی نو زمرگے آشکارا کردہ

تھی مگر تخلیق تیری پردہ ہائے ازمیں      سہری انجام پہنا تھا تھے آغاز میں  
جتنے جوہر نظر تامل کی جان تھے      بھر دے فطرت نے تیری ہی ہمتا میں  
تو نے اک مضراب بکرا سکوعریاں کر دیا      ورنہ صدیوں کی حقیقت گھٹ ہی تھی ازمیں  
رہ گیا نقش بن کر صفحہ تاریخ پر      تھا جو اک پیغام تیری آخری آواز میں  
غم میں تیرے چھلکتی تھی حیاتِ قدسیہ      منجلی نور جہاں تھی تیرے ہر لہذا میں  
آج بھی ہیں عظمتیں تیرے آشکار      یہ غور نکلت تیری نگاہِ ناز میں

روضہ ات در سر ملندی کترین معراج تست  
قیمتِ کوئین یک جزو خراجِ تاج تست

# ایوانِ مغلیہ کی شمع خاموش

ایک نفل شہزادی کی تصویر دیکھ کر

اے حاملِ عیش و کیف و شادی      اے قہرِ شہی کی شاہزادی  
 اے رنگِ دہارِ بزمِ دیریں      اے رونقِ بزمِ کیتبِ دلی  
 اے حُسن کی صورتِ مجسم      اے عشق کی قوتِ ارادی  
 جب غور سے میں نے تجھ کو دیکھا      تصویر میں روحِ مسکرا دی  
 اے حر کی آن بان والی !

تیمور کے حنا دان والی !

یہ تیرا وتاریہ تجمل      تصویرِ مہمانت و تجمل  
 ہونٹوں میں رُکا ہوا بزم      تیور میں چھپا ہوا تامل  
 آنکھوں سے نہو آ ہوئے خلد      ہونٹوں سے طبعِ لالہ و گل

آدیزہ گوش سے نمایاں بل کھائے ہوئے حسین کا کل  
یہ خلعتِ فنا خروہ بدن پر  
طرہ حیا کا بانگین پر

یہ تو تری ظاہری ہے تصویر باطن ہے ترا جہانِ تنویر  
ہے تیرا ہر اک متین انداز مردانگی و دنا کی تفسیر!  
تن کر یہ ترا ذرا سا کھنچنا گویا ابھی پھینکنے کو ہے تیر  
یہ تاج شہی میں تین موتی ہیں اختر و ماہ و مہرِ تقدیر  
موسیقی لازوال ہے تو!

اک زمزمۂ جہل ہے تو!

اب حُسن میں یہ ادا کہاں ہے عورت میں یہ ارتقا کہاں ہے  
اب ولولۂ نائیت میں یہ عزم یہ حوصلہ کہاں ہے  
عورت ہے مگر حسینِ مطلق اب حُسن میں دبہا کہاں ہے

ہمت میں کہاں اُجھار ایسا فطرت میں یہ اعتنا کہاں ہے  
 اے کاش تراوت سار بن کر  
 عورت اُنٹھے بہا سار بن کر

## رفیقہ جنگ

راجکمار

آہ یہ سنانِ عالم خوں نشاں یہ کو ہمار  
 ریت کا یہ گرم میلں یہ تپیدہ غار زار  
 اُن یہ بدبو اُن یہ توپوں کے دھوئیں کی بلیاں  
 ہر طرف لاشوں کے یہ انبار اور پھر خونچکاں  
 زندگی اور موت کا یہ معرکہ وحشت فزا  
 اُن یہ انسانوں کا مقتل منظر عبرت نما  
 تم سے کس نے کہ دیا تھا تم یہاں کیوں آگئیں  
 لوہا رزم تھیں میدان پر کیوں چھا گئیں  
 جاہے تھا ضبط اپنے شوقِ مجید کا تھیں  
 منظر رہا تھا گھر پر پیری آمد کا تھیں

تھا وہ جذبہ کیا جو گھر سے کھینچ کر لایا تھیں      کس نے کی یہ رہنمائی کون لے آیا تھیں  
ہاتھ میں نیزہ بھی ہے تلوار بھی، ڈاب میں      جنگجوئی کا اضافہ حسن کے آداب میں !  
صنعت نازک تعلق کیا فنون جنگ سے      تم ہوئیں سدا کی آخر کیوں جنوں جنگ سے  
گرنہ وضع قطع سے پہچان لیتا میں تمہیں      اپنے نیزہ پر اٹھا کر پھینک دیتا میں تمہیں

### راجکماری

کیا کہوں اس شہسوارِ عرصہ جنگ و و غا      جو مجھے لایا یہاں تک تھا وہ جذبہ کونا  
مجھے رخصت ہوئے جب تم مازمِ محید ہوئے      خون سے رنگین میرے دیدہ حیراں ہوئے  
ہو کا عالم یک بیک گھر میں نظر آنے لگا      دل جدائی میں تھاری غم سے گھبرانے لگا  
میں نے سوچا مرد اور عورت میں جس مشترک      صرف ناک در محبت ہے قیودِ زسیت تک  
میں نے سوچا مرد کی عورت رفیقِ کار ہے      یعنی عورت جتنی قی مونس و غمخوار ہے  
گو غلامی نے بدل ڈالا ہے آئینِ حیات      پھر بھی عورت میں ہے باقی جس تکمیلِ حیات  
اُسکے دل میں جذبہ دردِ محبت ہے ہی      لاکھ قانون و فامٹ جا عورت ہے ہی



مرد تو میدیاں میں کھیلیں نیزہ دشمشیر سے      اور ہم باتیں کریں آئینہ تصویر سے  
 مرد خاک اور خون میں بیزار رنگ بورہ      اور عورت گھر میں جو شانہ و گیسو ہے  
 مرد تو دن بھر پریشاں ہو غم و آلام سے      اور ہم سچوں پہ سئیں عشق سے آرام سے  
 اپنے آقا کی رہی میلن میں ہم رکاب      دشمنوں کو چھیدنے میں تھی محبت کامیاب  
 میں نے وہ حملے کئے میلن کا دل ہل گیا      آج مجھ کو امتحاں دینے کا موقع مل گیا

گلشنِ عشرت ہے دل اور ہم ہے مجرد بھی

یعنی میں ناتج بھی ہوں اور عشق کی مفتوح بھی

# عروس کا وداعی گیت

نفیس و صدیقہ کے نام

السلام لے وطن، لے زمین، وطن، آسمان، وطن، اے جہانِ وطن

تیری گودی میں پل کر ہوئی میں جواں

خوش بیاں

شادماں

کامراں

گل چکاں

تیرے پھولوں سے مہکامراں گلستاں

تیری گلیوں سے گزرا مرا کارواں

نغمہ خواں نغمہ زن

السلام لے وطن، لے زمینِ وطن، آسمانِ وطن، لے جہانِ وطن

تیری تسکین گاہوں سے مجھ کو ملی

زندگی

بیخودی

تازگی

خوشدلی

تیرے معصوم محلوں میں برسوں رہی

تیرے رنگین باغوں میں اکثر بھری

گُلستاں، خندِ زن

السلام لے وطن، لے زمینِ وطن، آسمانِ وطن، لے جہانِ وطن

میری آزادیوں کے زمانے گئے

زمرے

دلو لے

چھپے

ہو چکے

میں تو ہوتی ہوں نصرت تری بزم سے

یا الہی یونہی تو ہمیشہ رہے

خندہ رو خندہ زن

السلام لے وطن، لے زمین، وطن آسمان، وطن، لے جہاں وطن

## ہونے والی رفیقہ حیات کو بیجا

اے کہ میر علم ہے، دور تر عرفاں ترا میں تغل میں بھی چھو سکتا نہیں اماں ترا  
کیا خبر ہے کس چمن کا غنچہ نور سے ہے تو کس کے دل کی ہمتا کس کے دل کی آرزو

کن فضاؤں میں کس محل میں سکن ترا      کس ہارتانِ عنائی میں ہے گلشن ترا  
 کن فضا میں سُکراتی ہے تاروں کی طرح      گیت گاتی ہے منور آبشاروں کی طرح  
 سوزِ غم سے دل تر پُر نو بھی ہے یا نہیں      پہلے صحرا میں کوئی طور بھی ہے یا نہیں

ان حجابوں کو مشیت ہی اٹھا ئی گی کبھی

تیری تفصیلات قدرت ہی تبا ئی گی کبھی

بج رہے ہیں ل کے ہر پدے میں لکھوں سا زُن      تو جہاں بھی ہے جہ بھی ہمیری آواز زُن  
 اک گدا کا غم کد ہو گا ترا قصرِ حیات      مختصر اک جھونپڑی ہو گی تری کل کائنات  
 اس گدا کا غم کد جو عیشِ اولوں سے دُور      جس کا دل نیا کے منور و خیالوں سے دُور  
 توڑ دی ہیں جس نے سہوں کی قیوڑ پھری      چھوڑ آیا ہے بہت پیچھے حد و دِظاہری  
 جو عقائد کی منازل سے گزر جانے کو ہے      جو مراسم کی حدوں کو چر جانے کو ہے  
 جس کا خمیہ ہے بیابانِ یاکاری سے دُور      جھونپڑی ڈالی ہے جس نے حدِ عیاری سے دُور  
 جس کی خود داری کے آگے ہیچ ہے ہڈ و زیاں      جو صداقت اور حریت کا ہے کوہِ گراں

دہریہ کیل آئینِ مروت جس سے ہے      آشکارا جلوہ اخلاص و الفت جس سے ہے  
 بے پئے جو مست ہوا شربِ شوق سے      روشنی ملتی ہے جس کو آفتابِ شوق سے  
 جس کی نظروں سے بستے ہیں محبت کے شرا      جس کی آنکھوں سے نمایاں لکا حالِ بقرار  
 زندگی اک حرفِ جو کی کتابِ شوق کا      جسکے دل میں اک سمنہ ہے شربِ شوق کا  
 جس کی آنکھوں سے داغِ آنسو و کلِ آہِ زار      جسکے دل میں ہے محبت کا اچھوتا لالہ زار  
 جس کی آغوشِ محبتِ تشنہ و بیتاب ہے      جس کی فطرتِ شعلہ جوالہ ہے سیما ہے  
 جسکے جذباتِ خیرینِ شیرہ ہیں معصوم ہیں      جس کی آرزوہ تمنائیں بہت مظلوم ہیں  
 حُسن سے ہر وقت ہے مغلوبِ کجیِ زندگی      پھر بھی جس کے دلِ دنیا میں نہیں غالب کی  
 جس نے فطرت کی امانت کو چھپایا عمر بھر      لوریاں دیکھو سنگوں کو سلا یا عمر بھر  
 گم ہے جو ہستی کی گہر جی تجو میں ا تدن      محو ہے روح القدس سے گفتگو میں ا تدن  
 مقصدِ وصلِ حقیقی جسکے ہے پیشِ نظر      جو کبھی کھو جائیگا تیری جوانی دیکھ کر  
 سوزِ آزادی سے ہے جکا جگر ٹکا ہوا      جس کا دل شوقِ شہادت ہے گرایا ہوا

جس کے دل میں بیٹتا ہے ارتقا نے زندگی جو اڑا جاتا ہے سوئے کر بلائے زندگی

اے عقیقہ اپنی تقدیر جواں پر ناز کر اے جمید اسکی جانب عجلت پرواز کر  
فیصلہ منشاء فطرت کا اے معلوم ہے تو اُسی کے شوق کا اک جلوہ محصور ہے  
شاعر اپنے دل کے دروازے سے لائیکا تجھے  
روح کے آئینہ خانے میں بٹھائے گا تجھے

# اپنے بچے کی رُوح سے

(جو ہنوز حجابِ عدم میں ہے)

اے ایسا بدائے دور از حد نظر اے کہ تو اب تک اپنی اتہاس سے خبر

تیرا گوارہ فقط غمِ خدا ہے تاہنو  
توازل سے مائل نشوونما ہے تاہنو  
ہے ابھی ماحول تیرا ایک فردوسی بکوت  
سامعہ فزوں میں نعماتِ حتی لا یوت  
اکُ حند لکا ہے ترے پاؤں چھایا ہوا  
نور کے دریا میں تو پھرتا ہے نڈلایا ہوا  
علمِ فطرت میں تخرک کی بھری محفل ہے تو  
یا زبانِ حال میں اک نطنِ مستقبل ہے تو  
تو ابھی ہے چرخِ یوؤں کا ہم وطن  
مجلسِ روح ہے تیری حقیقی انجمن  
انقلابِ گیز آفتابِ طبیعت ہے تری  
اونجستی کی جانبِ نقل و حرکت تری  
تو بہت بے چین ہے سبزہ زارِ عرش پر  
گر کے سونا چاہتا ہے خار زارِ فرش پر

عازمِ سیرِ فنا ہے تیری فطرت کا زوال

کھینچتا ہے جانبِ ہستی تجھے جذبِ مآل

روح کو وزیرِ تصور سے میں کر کے کہنار  
چاہتا ہوں از ہستی تجھ پر کردوں آشکار  
رنگ کچھ بگڑا ہوا ہے عالمِ اجسام کا  
گوشہ گوشہ ایک محشر ہے غم و آلام کا  
اے سکوں پروردہ گیرنگی دارِ القار  
محفلِ صدرِ رنگ ہے یہ ہستی ناپائدار



اس کا ہر ذرہ تمازت ہے پیش اندوز  
 قطرہ قطرہ اس کا اک خزانہ پر سورہ  
 ہر طرف جنگِ مراسم ہر طرف رزمِ قیود  
 یا مذاقِ خود پرستی یا سرِ نام و نمود  
 بے غم ہر جا ضرورت سے ہوا موجود ہے  
 جس کو کہتے ہیں شی وہ ہے یہاں مفقود ہے  
 ہے ہر حالت کا قسمت پر یہاں ارمدا  
 وہ کتابِ بیت لکھتا ہے جسے پروردگار  
 توجہ لے دیکھ کر لا نا خطِ قدرتِ بر کو  
 روح کی آنکھوں سے پڑھ لینا ہر ک تحریر کو

دیکھ لینا ”علم“ اور اقبال ”بھی ہے یا نہیں  
 نہیں تو اعتبارِ راحتِ دُنیا نہیں

”علم“

علم سے قومیں ہاں پائی ہیں موتِ عروج  
 علم پر موقوف ہے ہر سرِ بلند ہی ہر عروج  
 علم اور اقبال جس کو مل گیا تقدیر سے  
 روزِ مڈولی اُس نے دُنیا قوتِ تدبیر سے

علم سے تپتے ہیں دنیا کے اندھیرے زوراً      علم سے ہوتا ہے قائم زندگی پر اختیار  
 علم ہے اکِ زندگی دنیا کے واسطے کیلئے      علم اکِ صل ہے طوفانِ حوادث کیلئے  
 علم کیا ہے شعلِ پُر نورِ صد ظلمات ہے      علم سو بچ اور دنیا اکِ اندھیری ات ہے

علم اگر تقدیر کو تیری نہ دے رنگِ حیات  
 آنے والے جانبِ ہستی نہ کرنا التفات

عالمِ فانی طلسمِ صد فریب و رنگ ہے      راز اس کا آج تک مہرب و آہنگ ہے  
 اس گزرگاہِ فنا کے راستے پیچیدہ ہیں      جس قدر رفتے ہیں سب ہنگامہ خوابیدہ ہیں  
 کھیلتی ہے موت صبحِ زندگی کی گود میں      بھول کھلتے ہیں یہاں پُر مردگی کی گود میں  
 تنگ ہو جاتی ہے جب انسان پر دنیائے حال      اپنی غمگینی پہ آتا ہے اُسے اکِ لُغْطال  
 ہستیِ تخلیق کی عبرت ساتی ہے اُسے      عالمِ بالا کی نزہت یاد آتی ہے اُسے  
 الغرض ہے اکِ بلا کی شکستِ زارِ حیات      جس کے طوفانوں سے آخر موتِ نبی ہے بجا  
 موت واپس عالمِ ارواح میں لاتی ہے پھر      جلوہ بیدار کو اکِ نیند آ جاتی ہے پھر

یہ عقیدہ ہے مگر انکا جو ہیں گم کردہ راہ  
 کر دیا ہے جن کو دنیا کی کشاکش نے تباہ  
 میں نہیں کہتا کہ یہ دنیا مصیبت گاہ ہے  
 میں نہیں کہتا کہ یہ بے چینوں کی اُٹا ہے  
 بلکہ ہے مردہ حسوں کو زندہ کرنے کی جگہ  
 محبسِ فکر و تردد مجلسِ عیش و خوشی  
 جو پتنگ پھیل کر چپکے شرارے بن گئے  
 جس قدر تے اُبھر آئے ستارے بن گئے  
 جذبہ سخی و ترقی میں تو عیش چاہئے  
 آدمی کو فہم نہ آنے تجسُّل چاہئے  
 جب ماغوں میں مچلتے ہیں خیالاتِ بلند  
 ایک انسان مچتا ہے آخرِ ارجمند  
 عالمِ بالا سے پستی کی طرف آنے کے بعد  
 روحِ تھکاتی ہے نزلِ پرہیز جانے کے بعد  
 جسم جبکہ تانہیں سودگی کی احتیاط  
 رفتہ رفتہ روح ہو جاتی ہے صرفِ انحطاط  
 پستی فطرت کو ہلکا سا سہارا چاہئے  
 ہے زمیں بھی آسمانِ ہمت میں یا را چاہئے  
 یاسِ اک سُرخ ہے جو دُستی کی تصویر کا  
 بے کسی اک نام ہے مجبوریِ تدبیر کا  
 ہے بساطِ آزمائش امتحانِ گاہِ جہاں  
 امتحانِ رُوح کی قوت کا ہوتا ہے یہاں

اس کھلے میدان میں تھے ہیں انسان کا دنیا عالم بالا سے اُن پر ٹوٹ پڑتا ہے شباب  
 ان کی نظروں سے نکتے ہیں حجابِ سرا کے اُن چھپا جاتے ہیں جلوے عالمِ انوار کے  
 زندہ جاوید ہو جاتے ہیں مرانِ ہوش انکے قدموں میں پڑے رہتے ہیں جنگلِ خموش  
 لوٹے ہیں فتح کر کے کارزارِ کائنات نام رہ جاتا ہے انکا یادگارِ کائنات  
 وہ نہیں ہوتے زمانے میں مگر اُن کا نشان

اس فنا خانے میں پاتا ہے بقائے جاوداں  
 رازِ ہستی کر دیا کچھ میں نے تجھ پر آشکار آنے والے اپنے مستقبل سے رہنا ہوشیار  
 ہیں یہ وہ اسرارِ جو دنیا میں کھل گئے تھیں آجکل کچھ ہو ہیں جن میں ربابِ میں  
 جب سمجھ لیتا ہے الٰہِ انسانِ زندگی کھینچ لیتا ہے اُسے جذبِ کمالِ زندگی

کاش تو سُن لے پیامِ اے طاہرِ بامِ فلک  
 کاش بنِ خدیتِ صدیقِ تیرے گوشِ ہوش تک

# شامِ وصال

(شارد اسنا اور سیدہ کے نام)

اے میرے آقا! اے میرے داتا  
 غم سے کلیجہ بھٹ ہی چکا تھا تو نے کیا یک پردہ اٹھایا  
 پردہ اٹھایا جلوہ دکھایا جلوہ دکھایا اور مسکرایا  
 اور مسکرا کر مجھ میں سمایا کیا اندھیرا کیا اُجالا

اے میرے آقا! اے میرے داتا  
 کیا شکر ہو اس لطف و کرم کا  
 ٹھنڈی ہوائیں گہرا دھند لکا سنان جنگل ویران صحرا  
 مستی میں پتوں کا دنگ بنا شاخوں کا رہ کر جھوم جانا  
 اس شور و شر میں چپکے سے تیرا چمپا کی خوشبو کی طرح آتا

اے میرے آقا۔ اے میرے داتا

کیا شکر ہوا اس لطف و کرم کا

اے میرے آقا! اے میری نیا تو اور میری چھوٹی سی کُٹیا!

چھوٹی سی کُٹیا اور یہ اندھیرا! اے میرے آقا کھو کر نہ کھانا

کیسا انوکھا ہے یہ تماشا میں خس ہوں اور تو شعلہ ہی شعلہ

اے میرے آقا! اے میرے داتا

کیا شکر ہوا اس لطف و کرم کا

اپنی کھٹی سے جانے نہ دنگی اور جو گئے تو آنے نہ دنگی

جانے نہ دنگی آنے نہ دنگی کھونے نہ دنگی پانے نہ دنگی

در پہ کسی کو آنے نہ دنگی تم کو بھی داتا جانے نہ دنگی

اے میرے آقا! اے میرے داتا

کیا شکر ہوا اس لطف و کرم کا

# طِفْلِکِ زَادِ کا خِطَابُ

اے بھٹکے رہنے والو! تو تم انسان کہلاتے ہو لیکن سچ سچ ہے جو افس بدتر ہوتے جاتے ہو  
 حیوان سیر کی غم میں نہ ابرو عالم ہوتے ہیں تم قیدِ غلامی میں لیکن خوش ہوتے ہو اتراتے ہو  
 یہ شور بکا فریاد و فغان آزادی کی تو شان نہیں دیکھا وقت، نادانوں کیوں اگ بھاگ کے گاتے ہو  
 دیو ہے گرم آہنگی کا شعلہ بن جاؤ اور اٹھو گردابِ یاس میں پھر کیوں تم ہر دم چوکھاتے ہو  
 زنجیرِ باندی توڑو، آزادی خود مل جائیگی تقدیر کا اس میں دخل ہے کیا تقدیر کو کیوں مارتے ہو  
 آزادی کے سسے میں جان منٹھلا دو اس کو وہ کو بھی تو ہونے دو تم خوف کیوں تھراتے ہو  
 بے عین جو اندری آزادی کی دُمن میں دینا مرنا تو ان نہ سچ ہے مرنے سے کیوں گھبراتے ہو  
 تھی کوئی ہنوس گھڑی جب تپے تم کو گھیر تھا خورشیدِ بامِ آہنچا تم منید کے ایک مارتے ہو  
 یا آنکھیں مل کر اٹھو اور قربانِ وطن ہو جاؤ  
 یا جاگ اٹھو یا سو جاؤ یا زندہ ہو یا مر جاؤ







غنچه زار

آٹھواں باب





# سُوج

لیلی شبِ شرابی ہوئی تھی زلفِ نگر لہرائی ہوئی تھی  
 تاریکی سی چھائی ہوئی تھی تاروں کو نیند آئی ہوئی تھی  
 چاکِ سحر اک سینہ شق تھا  
 پھیکے چاند کا چہرہ فق تھا  
 محو تھیں خوابنا زیں کلیاں تھی خاموش فضا ئے بُتال  
 چشموں کی آنکھیں تھیں رُزاں دنیا تھی ظلماتِ بد اماں  
 کرتی تھی جب رات اشارہ  
 ہنس دیتا تھا صبح کا تارہ

ذروں میں اک خاموشی تھی سبزہ میں غفلت کو شمی تھی  
طاری شانِ بے ہوشی تھی روپوشی ہی روپوشی تھی  
پوشیدہ دنیا تھی ایسے

برقع میں دلہن ہو جیسے

صبح کے کچھ آثار ایسے تھے چاند کے جلوے ماند پٹے تھے  
باسی پھولوں کے گننے تھے سونے والے اینڈر ہے تھے

دنیا نیند کی تھی متوالی

پتہ پتہ ڈالی ڈالی

آخر ختم ہوا یہ عالم شان سے نکلا نیتِ عظم  
روشن تراک نور مجسم ہاتھوں میں کرنوں کا چریم

ذروں کو چمکاتا نکلا

بھیروں راگ سنا نکلا

خاک کو درپن کرنے والا      کوہ کو معدن کرنے والا  
خار کو گلشن کرنے والا      چاند کو روشن کرنے والا

دم بھر میں دنیا چمکا دی

نور کی اک چادر پھیلا دی

پہلے دھرتی ماما جاگی      پھر راجہ پھر پرجا جاگی  
کوئل اُٹھی مینا جاگی      مست آنکھوں میں نینا جاگی

مسجد نے دروازے کھولے

مندر جاگ اُٹھا بُت بولے

کس نے بھولے بھالے اُٹھے      نیند دس کے متوالے اُٹھے

تن کر سونے والے اُٹھے      منہ پر آنچل ڈالے اُٹھے

سکھیاں حل اُپمان کو اُٹھیں

جنا کے اشنان کو اُٹھیں



ہر در جاگا ہر گھر جاگا    نظریں جاگیں منظر جاگا  
 مے کش شیشہ دربر جاگا    ساتی جاگا ساغر جاگا  
 چشم جادو زاجاگ اٹھی  
 وہ جاگے دنیا جاگ اٹھی

م

بھارت پیارا راج ڈالارا    کوشلیا کی آنکھ کا تارا  
 لمبی باہیں رنگ سلونا    مطلق کندن خالص سونا  
 آنکھیں تازہ پھول کنول کے    کول کول ہلکے ہلکے  
 ابرود و شکتی کی کمائیں    کھنچ کھنچ جائیں چڑھ چڑھ جائیں  
 سندر سندر موہنی صورت    سرتاپا اک حسن کی صورت

سرخوس کا گوارہ تھی گنگا آنکھوں کا تارا تھی

بھارت پیارا راج دُلا را

کوشلیا کی آنکھ کا تارا

دل کا تیاگی روح کا رسیا خود راجہ اور خود ہی پر جا

سبے الفت کرنے والا قول کا سچا بات کا پتہ

ایک آمرین نام محبت سرتاپا الہام محبت

دھیان کی گنگا اُس سے پھوٹی گیان کی جہا اُس سے پھوٹی

سچائی کا پرچم ہوتا وہ پریم کا بانکا بالم ہوتا وہ

روپ میں اس کے کون آیا تھا کدو ننگا تو جھگڑا ہوگا

بھارت پیارا راج دُلا را

کوشلیا کی آنکھ کا تارا

روح شجاعت جان شجاعت آن شجاعت شان شجاعت

سب دکھ پر رونے والا      دکھیوں سے خوش ہونے والا  
 شو کے بان کو جیتا جس نے      جیتی سندھ ریتا جس نے  
 وہ سیتا جو نور تھی مطلق      نور تھی مطلق جو رتھی مطلق  
 عدل کا پیکر رحم کی دنیا      شکتی اور بھگتی کا ستارہ  
 دوش پر اک نوار کی چاد      گھونگریا لے بال ٹکٹ پر  
 بھارت پیارا راج دُلا را  
 کوشلیا کی آنکھ کا تارا

# مشعلِ صحرا

(تعلیم)

وہ بجلی جو کل حکمی تھی طائف کے نختانوں میں  
 اک موج بنی اور دوڑ گئی دنیا بھر کے دیوانوں میں  
 وہ درسِ عمل جو مشکل سے گونجا تھا چند ایوانوں میں  
 افسانہ بننے والا تھا قومیت کے دیوانوں میں  
 جو علم زبانِ فطرت سے اک اُمّی کو تفویض ہوا  
 طوفانِ عمل بن کر نکلا کاشانوں سے میدانوں میں  
 اے اہلِ محفل تم نے تو وہ عالم بھی دیکھا ہوگا  
 پروانے ہی پروانے تھے اور شمع نہ تھی پروانوں میں

ادا بار کی بدلی چھائی تھی تاریکی آفت لائی تھی  
 جو کشتی اب ساحل پر ہے وہ کشتی تھی طوفانوں میں  
 دنیا پہ خموشی طاری تھی بربادی کی تیاری تھی  
 فطرت نے آخر چھیڑ دیا اک نغمہ سب کے کانوں میں  
 سب مست نوا ہو کر اٹھے مثل ابر زنگیں اٹھے  
 گرجے برے جھوٹے چمکے ادھیل گئے میدانوں میں  
 یہ قصر یہ ایواں کچھ بھی نہ تھے اشجار کے سائے میں پہلے  
 بزمِ تعلیم ہوئی برباد انسان کھلے میدانوں میں  
 جس نے دیکھا حیران ہوا نظارہ خود متربان ہوا  
 گویا یہ بھی آئینے تھے دنیا کے صورت خانوں میں  
 جب علم کا یوں ادراک ہوا داماںِ جہالت چاک ہوا  
 کچھ فرق ہوا حیوانوں سے تمیز بڑھی انسانوں میں

وہ کسلِ قدامت دور ہوا پہلو میں دل مسرور ہوا  
 رنگین شرابیں ہیں سب بھر بھر کے نئے پیمانوں میں  
 تحقیق کی جرأت عام ہوئی تمہیدِ سحر ہر شام ہوئی  
 باغوں میں مذاقِ دشت ملا گلشنِ نکلے دیرانوں میں  
 ہر گام یہ منزلِ آبی نظرِ ہر شتی ساحل پر نکلی  
 اک شور امیدوں میں اُٹھا اک جوش بڑھا رانوں میں  
 محفل میں بظاہر شمع نہ تھی لیکن نظروں میں پھیل گئی  
 وجدانِ حقیقت کی بجلی جو پہاں تھی پروانوں میں  
 بیداری کے اک لمحے کی رودادِ سنیں تو چونک پڑیں  
 وہ لوگ جو شب بھر سوئے ہیں احسبے عشرتِ خانوں میں  
 اب جس پر عرشِ رفعت کی بنیادیں جھومی پڑتی ہیں  
 تخیل کا وہ اک نقطہ تھا سوہومِ انہی دیرانوں میں

آوارہ سرو وارفتہ نظر محسوسِ جہاں آتشِ جبگر  
اک دیوانہ سا غریب بھی ہے اے علم تھے دیوانوں میں

## عذرا

من بھادونی ریلی عذرا کی پیاری باتیں      بھولی ہیں بس بھری ہیں انمول ساری باتیں  
معصوم ہونٹھ اسکے لالے کی تیاں ہیں      اور میٹھے بول سکے تسکین دہاں ہیں  
کچھ سُر کے جب یہ ہونٹوں کو کھولتی ہے      ہر بار بھولے پن سے رگ رگ کے بولتی ہے  
باتوں میں اس کی قدرت ہر بار بولتی ہے      موتی کھیرتی ہے انوار رولتی ہے  
ہونٹوں سے اسکے فطرت اک گیت گارہی ہے      رگ رگ میں زندگی کا بریٹ بجا رہی ہے

وہ کچھ نہیں سمجھتی اس درجہ بیخودی ہے

اس وقت اسکو حاصل کیا کئی زندگی ہے

# یتیم کی دنیا

”یتیمی“ اک تقرر وقت ہے، دنیا ے فانی میں جو طاری بنیں کم ہوتا ہر سب زندگی میں

کوئی ایسا نہیں جسکی مسرت جاودانی ہو فنا ہر حیرت کو لازم ہے دور آسمانی میں

مگر معصوم وہ بچے کہ جو دنیا میں آتے ہی اسیر متلا ہو جائیں دام سرگرمی میں

کوئی دالی کوئی مولیٰ کوئی وارث نہو جنکا مقید جان بچائے وبال جاودانی میں

کسی صورت کوئی ذمہ نہ بے خشکی کفالت کا نہ ہو جن کا کوئی حصہ نشاط و شادانی میں

نہ ماں کی گود حاصل ہو نہ آغوش پدر جن کو

نہ ہوا حساس بنیت جہاں میں ذرہ بھر جن کو

بہا لے سبھی آنسو بہا ان خستہ حالوں پر مسرت فتح پاکحتی نہیں جسکے بلالوں پر

فلک نے کر دیا محروم جنکو مہربان سے پدر کی گود بھاری ہو گئی جن فوجیہاں پر

جنہیں پاپال کر کے قسمت یراں ٹھلا بیٹھی ضعیفی کی یوت چھٹا گئی جن خوش حالوں پر



یہ وہ عالم ہے سرد گریباں سوچنے والو جو ہوتا نیٹاری کھجیاں باپا لوں پر

یہ عالم غور کرنے سے سمجھ میں آ نہیں سکتا

کوئی اس حال کی گہرائیوں تک جا نہیں سکتا

وہ بچے جن کی سعی و فکر کا حامل نہیں کوئی وہ بچے جنکی چشم یاس میں منزل نہیں کوئی

وہ اُفادہ بسر جو تشنہ سیر و تماشا ہیں وہ پڑ مر وہ نظر خجکے لئے محفل نہیں کوئی

وہ ناقابل نہیں جن کو میسر جو بر قابل وہ سادہ دل جنہیں اندازہ کل نہیں کوئی

جو نقشِ نظر تھے محفلِ ہستی کے ماضی میں وہ آج اس حال میں ہیں جستقل نہیں کوئی

یہ بڑے ہوئے دل ہیں شائستگی کے قابل مگر کیا کیجئے دنیا میں اہل دل نہیں کوئی

یہ نظائے نظر والوں اکثر گھیر لیتے ہیں

مگر سب دیکھتے ہیں اور نگاہیں پھیر لیتے ہیں

تمہارے پاس انکا جو ہستی امانت ہے تمہاری جیب میں انکے لئے گنجِ کفالت ہے

تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے جو کچھ تم کو تمہی ہوا کے مالک تمہاری ہی وراثت ہے

تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ عشرت زارِ فانی میں      تمہارے ہی لئے یہ اعتشامِ مالِ دولت ہے  
 بہ اس خودداری و خود پروری نعمتیں اسکی      تم اس قابل نہ تھے یہ تو فقط احسانِ فطرت ہے  
 جو اسکے سستی ہیں ان کو ہاتھوں ہاتھ پہنچا دو      کہ ہر دم شورشوں پر انتقامِ آدمیت ہے

نہ دنیا ساتھ جاتی ہے نہ دولت ساتھ جاتی ہے  
 دُعا بیکس کی لیکن تا بہ تربت ساتھ جاتی ہے

## صباح

اے صباحتِ بہارِ لالہ زارِ زندگی      اے نگارِ زندگی اے نو بہارِ زندگی  
 عہدِ غم میںِ دلقِ آغوشِ درتجھ سے ہے      نامرادی میںِ فقط کینِ باغِ تجھ سے ہے

لے برادرِ صغرِ ساغرِ نظری

جب تو ہنستا ہے تو مجھ میں ہوتا ہے مجھے کھل گئے ہیں یک لاکھوں بچے خلد کے  
 ”بھائی صاحب“ کہنے کو جدم بلاتا ہے مجھے مُطربِ فطرت نیا نغمہ سُنا تا ہے مجھے  
 تیرے تکلانے میں بھی قدت کا گہرا راز ہے ق سا زلمہ کا تری معصوم سی آواز ہے  
 یا معنی مضطرب ہے گت بجانے کیلئے یا نوا ہے چین ہے لفظوں میں آنے کیلئے  
 مہرا نور کی کرن ہے چاند کا ٹکڑا ہے تو تازہ تر پھولوں کا اکھٹا سا گلہ تہ ہے تو  
 یہ سُہری بال یہ تیری چینِ پُر دُستار جس پہ چورانِ جہاں کے گرم بوسے ہیں نثار  
 یہ تری صورتِ نیرا نکھیں نوے لبِ سیرِ سی یہ تری گہری نگاہیں معرفت انگیزی  
 اے صباحتِ دل کی ٹھنڈکِ نکلے کا تارا ہے تو سلطنت کا گھر کی اک معصوم شہزادہ ہے تو

ہاتھ میں باقی ہے گرمی قبضہ شمشیر کی

بازوؤں کو ہے متنا پھر کمانِ تیسر کی

امری آغوش میں آ لے مے ننھے پٹھان تجھ میں آتی ہے نظرِ اسلاف کی سی آن بان  
 بڑبڑاتا ہے عجب اندازِ افغانی میں تو شعلہ برقِ غضب ہے جسمِ انسانی میں تو

تیری انصوفیت میں کنسوکاری ہے      رنگ بیداری بھی ہے اور شاخِ خماری بھی  
 دارِ فانی میں نیا اکلِ انقلاب آنے کو ہے      اس حین کے ذرے ذرے پر شباب آنے کو ہے  
 ریشے ریشے میں ہے جولاں رتھائے زندگی      لٹا رہی ہے مفت جس نے بہائے زندگی  
 منزلِ جہدِ عمل تک ایک ن تو آئیگا      دیکھتے ہی دیکھتے مردِ جواں بن جائیگا  
 زندگی پوچھگی تجھ سے کیوں ہاں آیا ہے تو      تو نہ علم و عمل بھی ساتھ کچھ لایا ہے تو؟  
 آرزو ہے زندگی کو اس طرح تو دے جواب      اک ہتھیلی پر ہو سوج ایک پر ہوا ہتاب  
 زندگی علم و عمل کے نور سے تابندہ ہے

موت بھی اسکے اثر سے زندہ و خندہ ہے

شہسوارِ زندگی ہوا الٰہی تو شتاب      بڑھکے چومے تیرے قدموں کو حیات کا میاں  
 رہتی دنیا تک ہے تو کامیابِ زندگی      تیرے قدموں میں بے نہر شرابِ زندگی  
 گل کہاں غنچے کہاں غنچوں کا رنگ بڑ کہاں  
 گلستانِ دہر میں پھر ہم کہاں اور تو کہاں

# شفق

(بچھڑوں کے لئے)

ہو گئی شام اور سورج ڈوبا پچھم میں ہے آگ کا گولا

رنگ شفق سے ایسا برسا سُرخ ہوئے جنگل اور دریا

رنگترا ہے شام کا دامن

پھول بنا ہے شام کا دامن

واہ شفق کیا رنگ بھری ہے سُرخ پری ہے سُرخ پری ہے

شام کی گودی میں بیٹھی ہے لال چند ریا اور ٹھہ رہی ہے

اس کو اپنے پاس مبلالوں

اپنی سیلی اس کو بستالوں

آمیری رنگین شفق آ آجا میری گود میں آجا  
 رنگ ترا ہے کتنا پیارا جیسے ہوا تاں کا دوپٹا  
 اے ملکہ اے شام کی مٹی  
 رنگوں کی تو ہے شہزادی  
 مٹ میں پانی خوب بھرا ہے آبانے یہ بھروایا ہے  
 اس میں تیرا رتھا ترا ہے چاند ترار تھکھینچ رہا ہے  
 روک لے رتھ کو اور اتر آ  
 آج سہیلی میری بن جا

# گاندھی

## (بچوں کیلئے)

دنیا تھی گوا سکی ہیری دشمن تھا جگ سارا آخر میں حب دیکھا سا دھو وہ جیوا جگ سارا

کیا سنت ہمارا

کیا سنت ہمارا گاندھی کیا سنت ہمارا

بدنام ہے یا نئے جنم میں بنی کامتورا موتہن نام سہی پر سا دھو روپ ہی ہمارا

کیا سنت ہمارا گاندھی کیا سنت ہمارا کیا سنت ہمارا

بھارت کے آکاش پہ وہ ہے ایک جگ پتا تارا سچ مچ گیانی سچ مچ مومن سچ مچ پیالیا

کیا سنت ہمارا گاندھی کیا سنت ہمارا کیا سنت ہمارا

سچائی کے نور سے اُسکے دل میں اُجیا باطن میں کتنی ہی کتنی ظاہر میں بیچارا

کیا سنت ہمارا گاندھی کیا سنت ہمارا کیا سنت ہمارا





روزِ مسکینه

نواں باب





# جامِ نیشی

بحرِ صفاتِ ملکاتِ تکی  
 بحرِ نیشِ سماںِ تکی  
 وہ جامِ نیشِ نورِ تکی  
 یہ گنجِ ملکِ اہلِ تکی

دینا معلوم و ایل دین معلوم  
 بجای معلوم و ایل بجای معلوم  
 انجم انجم انجم انجم انجم  
 انجم انجم انجم انجم انجم

انسان به این صفت فانی  
 به این صفت فانی  
 انجم انجم انجم انجم انجم  
 انجم انجم انجم انجم انجم

یہ کچھ دیر یہ کلیسا میں  
 یہ مولوی پندت اور صوفی زہیر  
 یہ کچھ دیر یہ بیت پیاں اور کچھ بیٹھ کے  
 عالم جنت خلد اہل عالم بیت

منیر کا غلام کوئی مسجد کا غلام  
 دنیا والے ہیں برنگانِ ادب  
 حضرت بابا گناات لے سنا  
 عالم ہے تمام کہہ باکے جیسے تمام

تو چہ تیرا دل کوستی میں کو  
 نہنت عجب بہارتی میں کو  
 کچھ نہیں بخت جب کو ابل م  
 مجھ ادا دل کو ریت پرتی میں کو

لو کلام مرہ جہ غنیمت لا  
 راہ علم غنیمت غنیمت لا  
 یک لذت پہنہ و صبر کین  
 دنیا غنیمت غنیمت لا



مغر خاک و حلق کسے پیدوں  
 بجائے جسم اور کلیسا پیدوں  
 ٹھہرے بیکس وہ قرض کسے تاکے  
 میں اس کو تمام دین دیتا دیدوں

ہر خط تصویر میں یہ سستی کیسی  
 ہر وقت خموش بیت پرستی کیسی  
 اک جام اور اک شیشہ کا شیشہ  
 سنی انہوج میں یہ عروہ سستی کیسی

# حدیث بیہودی

(۱۹۳۱ء)

بیہودہ ہوئے ہی وفا کی بات  
 جاہو گئے مریض ہو پیر کی بات  
 جو بندہ موت تلخ وہ محو ملک  
 تو تو ہے گارے وہ دیو کی بات

درسیا غیرتؔ میرا بوجھیں  
 قتلوں سے ہزار بھر پیدا بوجھیں  
 درویش بہال بیچے کی پیاسی لہو  
 انقلاص میکہ سے ہویدا بوجھیں

ساقی توفیق ہی ہے میکہ جاتے علی  
 اور بیابان شراب رُسی افسانے علی  
 قانون بہال سے قہم کی عمر نثر  
 سرتاج شہنشاہ مرا پائے علی

# اشکِ میگزار

وہ طویرِ محبتِ دورِ عجبِ نذرِ ما  
 بہ صلی کیفِ کامِ صحرِ نذرِ ما  
 کہ کبیرِ دستانِ مہرِ سحرِ ما  
 غفلِ شہری ہاؤں و محفلِ نذرِ ما

وہ جلوہ وہ وہ گلستاں ساقی  
 وہ سانسے ایک گلِ بیباں ساقی  
 بہارِ گدول کہ عجب تازہ عجیب  
 ہر گام پہ ایک سا فرستال ساقی

ہر خم میں سہمیز تازے ساقی  
 بلی بھتی ہے سب بہائے ساقی  
 تمہرے در اوپر غنیمتِ سراغ  
 مینا کہ بوجہ بنائے ساقی

# تجدید کیف

سلی پر چھوڑ سہا بنی  
 پتلا سہا علی بہت ترانی  
 پتلا چھتا سہا اور چھتا پت  
 ہی کی پتلا سہا بنی

عالم کو خراب کیف دیتی کرے  
 غرت بے ناب غم کی بیجا کرے  
 جتنی پھرے کلانات تنگی کی حل  
 جتنی ممکن ہو اتنا کستی کرے

ماہ و قمر شیدان پیسے ایسے  
 رہا کہ صدوریہ کی دیہ میں لائیں  
 وہ عالم کیف دو جہاں کے سامنی  
 دے کر حق دانگے لگائیں

ہمدرد ہو مست اور ہمدرد ہو  
 حسرت نہ ہو اور کے جم ہو  
 نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو  
 نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو

بہ نالِ فصل ہو اور پیدار فصل  
 دنیا فصل ہو اور غیب فصل  
 اس حریف مست کوئی ایسا اختیار  
 ہوں جسکا اثر سے دین دنیا فصل



کولی کو دہوا اور ہمیں فصل  
 لگا کر فصل ہوا اور ہمنا فصل  
 ہاں ارش کی سیل پر نہ بنی  
 بہ طوری امت کی ارادہ فصل

میں کھمٹا اور یہ وقت نہ  
 سورن محو ہے نہ پختہ ہے یا  
 رات آتے تھے کہ چھوٹا ملافت  
 الجام جیوں میں تھی بندہ نواز

فقیہ دیرودم مہمان ہے مجھے  
 معبدِ اعلیٰ دنیا بچانا ہے مجھے  
 بھجن نہ سکا یہ آدمی بن کر اعلیٰ  
 انسان کو اتنا نبتا رہا ہے مجھے

اخلاص کو دنیا میں اُجالا کریں  
 انفت جاہلوں میں دُجالا کریں  
 جامِ زینِ بہت کرات ساقی  
 معدوم کو میسر ہے پیدا کریں

زمین بربط پرکشم بربط  
 مشربط به باطن جہم مشرب  
 استراشید کفر اور یہ ایسا  
 توبہ و تبتیم کہ ساقی کا شرب

جس رنگ کا چنگ ہے اُنی رنگ کی  
 پنا کا ہو رنگ ہے اُنی رنگ کی  
 کجا چنگ سے قیاس کی  
 مشربط کا ہو رنگ ہے اُنی رنگ کی

مجھ پر ہمارے ہر کسی کے لئے  
 ہر طرح کی سبب و ذریعہ ہر کسی کے لئے  
 ہر کسی کی فوج ہر کسی کے لئے  
 ہر کسی کی پیدائش ہر کسی کے لئے

ہر کسی کی زندگی ہر کسی کے لئے  
 ہر کسی کی شہرت ہر کسی کے لئے  
 ہر کسی کی شہرت ہر کسی کے لئے  
 ہر کسی کی شہرت ہر کسی کے لئے

نچا بالکل نئے نساؤں تجھا  
 سنا بالکل نئے پلاؤں تجھا  
 میخانے میں آ بیٹھ نک دیا جم تیرا  
 اب بونہریں ہو تیراں دکھاؤں تجھا

منہ را اُجالت مومن، ذوقِ بوی گلہاں  
 بہشتِ کدشتِ گم آسوی گلہاں  
 کہ بیتِ دلِ شایہ یوں آگے کہ دور  
 آوازِ مہرِ مہر تو آوازِ گلہاں

کہ مجھ پر تو ان پرست ہوئیں  
 جہاں ہے دوران پرست ہوئیں  
 تاتے کے قوموں میں یہی کم قوتی  
 اک جامِ ہلو اور ان پرست ہوئیں

میں سے حالات پر نہ جاساتی  
 ہاں پلا جامِ مجھے پلا ساتی  
 ارتقا کے جہاں تاتے زوال  
 ہے تنزل بھی ارتقا ساتی

## رندی و خردمندی

احساس کی آزادی اور اک کی پابندی      یہ سرخوشی و رندی اور پھر یہ خردمندی !  
 ہر شے میں ہیں جو ملے اک چشمِ تماشائی      یہ سن کی آزادی و عشق کی پابندی !  
 کھو دیتا ہوں مستی میں احساسِ غمِ ہستی      رندی بھی مری زاہد ہے عینِ خردمندی  
 خیام کے مسلک سے ارفع ہے ہر مسلک      ہے ہمارے مجھے وقت و ماحول کی پابندی  
 اے بے خبر منزل میری وہی منزل ہے      ہوتا ہے جہاں وصلِ رندی و خردمندی  
 کس وجہ عجب شے ہے یہ قیدِ محبت بھی      ہر وقت کی آزادی ہر وقت کی پابندی  
 پینا ترے ہاتھوں سے پھر تجھ کو پا دینا      وہ فلسفہ رندی یہ رازِ حسد و مندی  
 ہاتھوں میں ہیں پیانے آنکھوں میں ہیں میخانے  
 منہ نکلتی ہے ساغر کا رندی و خردمندی

# سلام اے نرم زنداں!

سلام اے نرم زنداں لٹ گئی میخانے کی دنیا  
 شکستِ غریبین دروِ دستِ باہی ہے  
 اڑی جاتی ہوؤں کر مرے پیمانے کی دنیا  
 عبارت تھی اسی دیوانے سے میخانے کی دنیا  
 مرے حرفِ وفا سے ہر ترسِ جفا باقی  
 اٹھے ہر قطرہ نے اپنے میکش کا کرے ماتم  
 اُڑتی ہے ہمیشہ کیلئے میخانے کی دنیا  
 نہ ہونگے سجدہ ہائے بنو دی میخانے کی دنیا  
 درِ ساقی پہ ہوگا اجتماعِ میکشاں لیکن  
 لگائی گا تری خاکِ قدم کا کون قبضہ  
 ابھی تو دجیاں اڑنے کو عرشِ لامکاہی ہے  
 کہ مصاویہاں ہی نہیں مویانے کی دنیا

حیات و موت دونوں میں تباہ نور اے ساغر

بڑا رنگین فروغِ شمع ہے پروانے کی دنیا







جرعہ آخری

# دشوال باب





# انقلاب

نہ وہ جوشِ موسمِ گلِ رہا نہ وہ فکرِ بخیہ گری رہی  
 نہ کمالِ دستِ جنوں رہا نہ مجالِ جامہ دری رہی  
 نہ وہ آنکھ ہے نہ وہ دلوں نے کلیم ہے نہ وہ وصلے  
 نہ وہ جذبہٴ آرزوی رہا نہ وہ رسمِ جلوہ گری رہی  
 ترا جلوہ برقِ نظر نہیں، وہ نظر نہیں، وہ اثر نہیں  
 نہ مری جوانِ نگہی رہی، نہ تری سناںِ نظری رہی  
 نہ حریمِ گلِ نہ شمیمِ گلِ نہ وہ بختیں ہیں نہ یمِ گلِ  
 نہ چمنِ رہا نہ وہ بلبُلوں کی ادائے نغمہ گری رہی

نہ وہ بکلیاں نہ وہ آشیاں نہ وہ فصلِ گل نہ وہ باغباں

نہ چین رہا نہ قفس رہا نہ صبا کی نامہ ببری رہی

نہ سہِ طوافِ نظر مجھے نہ عنبرِ طلوعِ سحرِ مجھ

نہ وہ میں رہا نہ وہ تو رہا نہ عبادتِ سحری رہی

جو تو چاہے بزم میں بیٹھنا تو مجھے اجازتِ عام ہے

نہ وہ چُسنِ پردہ در رہا نہ وہ ننگِ پردہ دری رہی

نہ وہ حادثات کا سامنا نہ وہ منزل اور نہ وہ قافلہ

نہ وہ رنگِ راہِ زنی رہا نہ وہ طرزِ راہِ بیری رہی

زہے کیفِ دعوتِ مرگ ہے مجھے آمد و شدِ ہر نفس

نہ دوا میں کم اثری رہی نہ دعا میں بے اثری رہی

نہ وہ نغمہٗ سحری رہا نہ دعائے نیم شبی رہی

نہ مری نوا عجی رہی نہ مری صدا عجبی رہی



نہ وہ کچھ گل نہ وہ دورِ مے نہ سرورِ مے نہ دُورِ مے  
 نہ وہ تیرے لب رہے چکاں نہ وہ میری تشنہ لبی ہی  
 نہ وہ ساقیہ کی شرارتیں نہ وہ محنت کی شکایتیں  
 نہ وہ مے کشی کا جنوں رہا نہ وہ دار وئے غمبہی ہی  
 نہ مزاجِ عظم میں جراتیں نہ دماغِ جہل کو ہیں ضدیں  
 نہ وہ آنِ حق طلبی رہی نہ وہ شانِ بولہبی رہی  
 نہ وہ دل رہا نہ وہ دل میں ظرفِ درودِ نور و ضیاء  
 نہ وہ آئینہ نہ وہ آئینہ میں نزاکتِ طلبی رہی

## شعاعِ اُمید

مگر آہ سا غوغا تہ جاں ابھی دل میں سوزِ کاہِ نشاں  
 کبھی گرم ہوگی حیاتِ پھر جو یونہی یہ آگِ دہلی رہی

# درپن ٹوٹ چکا

صبح سویرے درپن ٹوٹا      درپن ٹوٹا اور جگ چھوٹا  
 سانچے نے رازات نے ٹوٹا      سب کچھ کھوٹا سب کچھ جھوٹا  
 سانچا میرا ٹوٹا درپن  
 ٹوٹے میں دنیا لہرائے

## ٹوٹ چکا اے ساجن درپن ٹوٹ چکا

کون اب دیکھے کون کھائے      ٹوٹے کو اب کون اٹھائے  
 کس کی صورت اس میں آئے      کس کی صورت اس کو بھائے  
 ساجن میرے من کا درپن  
 ٹوٹ کے بھی جوہر دکھلائے

ٹوٹ چکا اے ساجن درپن ٹوٹ چکا

کس کو دکھاؤں من کٹھڑے      نیر میں ہیں ڈوبے ہوئے سارے  
دکھایا جیون کے یہ سہارے      ٹوٹے موتی، بکھرے تارے

تم جو دیکھو میرے ساجن

ٹوٹا درپن پھر جڑ جائے

ٹوٹ چکا اے ساجن درپن ٹوٹ چکا

دکھلا کر آٹھڑین توڑا ،      ہاتھ میں لیکر درپن توڑا  
آتم توڑی تن من توڑا      میرا جیون جیون توڑا

توڑا ، اور جو میرے ساجن؟

ٹوٹا ، کچھ ٹوٹا دے جائے !

## ٹوٹ چکا اے ساجن درپن ٹوٹ چکا

ٹوٹے درپن گھر میں آؤ درپن کے یہ ٹوک اٹھاؤ  
ہنس ہنس کر جی سی گراؤ اور ٹکڑوں میں آگ لگاؤ

بات تو جی ہے ازمین بن

درپن راکھ ابھی ہو جائے

## ٹوٹ چکا اے ساجن درپن ٹوٹ چکا

پریم بھی دھوکا پریت بھی دھوکا  
ہر بھی دھوکا جیت بھی دھوکا

جھوٹا بھاگن جھوٹا ساون

ٹوٹ میں سب جھوٹا کھلائے

ٹوٹ چکا اے ساجن درپن ٹوٹ چکا

من درپن بن ٹوٹے ساغور تھا اندھا اور چکیٹ پتھر  
 غم نے مارا من پر کسکر بہ نکلے جو ہر کے ساگر  
 ساگر ہے اور ٹوٹا درپن  
 بوند نہ گرنے پائے

ٹوٹ چکا اے ساجن درپن ٹوٹ چکا

---

گر می تسکیں سے انداز جنوں بڑھ جائے گا  
 دل پہ رکھا ہاتھ اگر دورانِ خوں بڑھ جائے گا

# شاعر

## (اپنے ماضی میں)

وہ عشق و جوانی کے عجیب رکھنے والے      اللہ کہاں ہیں وہ گئے وقت ہمارے  
وہ ایک شکستہ سامکال گاؤں کے باہر      وہ پاک زمین اور مقدس رہ سارے  
اک لُعبتِ بے باک کا وہ بام پر آنا      وہ نیند کی آغوش میں سوئے ہوتارے  
وہ نرگس پر بادہ کا برباد کرن انداز      جیسے ہو کنول صبح کو ندی کے کنارے  
وہ دوریِ اجسام وہ ادراک کی قربت      انگشتِ خانی سے مسلسل وہ اشارے  
وہ اُس کا تبسم وہ تبسم کا تو اثر      وہ مست نگاہوں میں محبت کے شرارے  
خاموش وہ اک گفتگوئے شوق مسلسل      وہ اُس کی نگاہوں کا یہ کہنا "میرے پیارے"

اللہ

اللہ! کہاں ہیں وہ گئے وقت ہمارے

وہ عشق و جوانی کے عجب کا نظائے

وہ صبح سویرے تراک گیت ساگنا خوابیدہ مجھے دیکھ کے تالی بھی بجانا

آواز وہ چلی کی وہ سیلابِ غم سارس کے نغمات کوئل کا ترانا

چھپ چھپ کے تری آہ وہ گلابِ زیہم وہ جان کے چادر میں مرا منہ کو چھپانا

کیونکر تھیں دل کو کہ ایسا بھی ہوا تھا وہ روٹھ کے جانا وہ تراشک بہانا

ہر طرح ہر اک طور ہر اک خاکِ ظلم وہ میرا نہ اٹھنا وہ ترا مجھ کو اٹھانا

پنگھٹ پہ ملاقات وہ تے میں لاشے سکھوں سے کنوئیں پر ترا پوجا کا بہانا

وہ صبح کے دامن پہ ترا سجدۃ الفت مندر میں محبت کے مکتے ہوئے آنا

وہ عشق و جوانی کے عجیب کا نظائے

اللہ! کہاں ہیں وہ گئے وقت ہمارے

برسات میں وہ ابرسیہ قام کے سائے وہ شام کو آنا ترا گنگا کے کنارے

کنگن وہ نہری وہ ترا دستِ منور      اور نیزہ نمِ ناک پہینڈوں کے وہ تیکے  
 وہ دورِ ٹھیری کی صدا کیفیتِ انگیز      وہ ہلکے سُروں میں تیرے احساس کے نغمے  
 وہ دل میں مرے آہ کے طوفان کا اٹھنا      وہ درد کے نغمے وہ کبھی یاس کے فوجے  
 وہ ہم سے بہت دور کانوں کی صدائیں      وہ ہم سے بہت پاس سرِ چرخِ ستارے  
 وہ جنبشِ آویزہ رنگیں کا تماشا      وہ بیٹھنا تیرا مرے بازو کے سہارے  
 سینہ پہ مرے وہ ترا بابا جاسا بجانا      آسودگیِ حسن و محبت کے وہ لمحے

اللہ! کہاں ہیں وہ گئے وقت ہمارے

وہ عشق و جوانی کے عجب کارِ نظامے



# خوناک تجربہ

مجنون مجھے میرے غم نے کیا اک ہوش سحاتی کام نہ لے  
 جوزہر سے بیچ بیچ خالی ہو اُس عالم کا مطلق نام نہ لے  
 تاریکی اُبلے ڈپ میں تھی انوار کی عصمت کھونے کو  
 ماعنی کی سنہری شاموں کا شہائے سییں نام نہ لے  
 کیسے موسیٰ کسکا جلوہ اک وہ بھی نظر کا دھوکا تھا  
 جو نقش خیالی تھا تیرا اُس طور کو ڈھانے نام نہ لے

---

کتے ہیں ”وفا“ سب آج جسے پکھیل ہوں کنبندوں کا  
 اس پاپ کی ماری دنیا میں بھولے سے وفا کا نام نہ لے

ہر بادہ سم آگیا ہے یہاں ہر دنیا مطلق زیرِ چپاں  
 یہی ہے تو اپنے ہاتھ سے پی ساقی کے ہاتھوں طام نہ لے  
 یہی تم ددل آگاہ جو ہر دم لٹتے اور لٹواتے ہیں  
 رہزن ہیں رہزن لے رہو! ان انہر نوں کے کام نہ لے  
 الفت کیسی ہے حرص ہو اکی ٹھوس تجارت دنیا میں  
 گرفت ملے تو بھی غافل بھولے سے جینِ خام نہ لے  
 مصروفِ طیلِ عشق ہے خود غرائے ہوس کی پوجا میں  
 قدغن ہے خدا کے گھر میں کباب کوئی بھی خدا کا نام نہ لے  
 تعمیر کے پڑے میں میں ہاں تخریب کے سوڈا کو پنہاں  
 لٹ جائیگا راہِ ہستی میں آرام نہ کر آرام نہ لے  
 ہے حُسن کا دھن ٹوٹ کر ملے ملعون ہوس کے ہاتھوں سے  
 شیطان کی خدائی ہے شاعرِ بشر خدا کا نام نہ لے

ظاہر جھوٹا پنہاں جھوٹا ایماں جھوٹا عصیاں جھوٹا  
 ہے سارا جگ جھوٹا غافل اس جھوٹے کا نام نہ لے  
 تعلیم ہے یہ تلیقن ہے یہ تجدد ہے یہ تحقیق ہے یہ  
 ہنس ہنس کے خداے منکر ہو رو کے خدا کا نام نہ لے  
 سنا ہوں محبت سال تک پہنچاتی ہے کشتی بن کر  
 غراب فنا ہوتا ہوں میں بڑھکرا بدمعاش نہ لے  
 سا غراب اٹھ بیٹھے تو پھر اٹھ کر محفل میں بیٹھیں کیوں؟  
 جب تک وہ چمکیلا دھوکا "خود بڑھکرا دامن تھام نہ لے

# ع

بقائے عارضی کی گود میں جلوہ نما ہو کر  
 شہدائیں آئینہ کی کثرتِ انوار سے چمکیں  
 ربابِ عشق کی آواز سے بزمِ ازل گونجی  
 تمہیم سے ترنم نے کیا عمدہ ہم آغوشی  
 ہوا دھندلا سوادِ خاموشی اکنافِ وحش میں  
 نمود ہستی انسانِ عجبی ساز و سامان سے  
 فلک چلائے کیا انسان بجز عیش و عشرت ہے  
 اٹھا انسان مجنوں سے زل کی آئینہ ہو کر  
 تجلیاتِ تازہ پردہ اسرار سے چمکیں  
 جمودِ عقل میں ایک نیا عمل گونجی  
 بڑھا ہنگامہ ہستی میں احساسِ کج ہستی  
 تکلم نے نوائے وح چھٹری ساز کثرت میں  
 مرتب اک کتابی ہوئی خلقت کے عنوان سے  
 فلک گھبرائے یارب کیا یہی معیارِ قسمت ہے

زمیں کو پائمالی سادگی دی آسمانوں کو  
 مہیا کر دیے سوعیش خاک آلود حبانوں کو

مساواتِ نزل میں ایک جوشِ ارتقا اُٹھا      فضاے عرش سے اک بلہریں تارا اُٹھا  
 دھواں سا بن کے پھیلا دھبے نیاے امکان      غبارِ صنہلیں کی طرح چھایا قلبِ انسان  
 رگین دل کی تڑپ کر ہو گئیں محو فوائے ہو      مسرت کا سر پر وہ بنا پردہ سر لے ہو  
 بردوت سے خوشی کی سنجہ جو قطرہ خوش تھا      گچھل کر روزِ فطرت اب گٹھانِ حیرت تھا  
 بنا گھر یوں تک باتے جاتے ہنسِ نالہ      جب تئی سانس باہر بڑ گیا نہ ٹوٹ تجالہ  
 دیا قلب سے اک میل تھی لرزشیں لے کر      جگر پہلو سے دوڑا در کی گنجائشیں لے کر  
 اُدا سی چھا گئی عشرت کے رومے ارغوانی پر      ہزاروں نفرتیں سیس مذاقِ زندگانی پر  
 ہوا مجردِ پندِ اعیانِ روح گمبھرائی      رواقِ گوش میں لہامِ خانے سے آئی

”یہ وہ نعمت ہے جو حالِ نقصانِ انساں کو ہوتی ہے  
 یہ بیداری ہے وہ جس میں کایا دوستی ہے

نویدِ عیش و شانِ کامرانی بے مزہ ہوتی      نہ تو ناغم تو حسِ شادمانی بے مزہ ہوتی  
 نہ اُٹھا پردہ غفلت کبھی تہمِ بصارت سے      نہ ہوتا آدمی فائزِ وقار آدمیت سے

نہ لذت سوز میں ہوتی نہ کچھ لطفِ گذر آتا      نہ ذوقِ عاشقی ہوتا نہ اندازِ نیاز آتا  
فلک کو کس طرح بیدار کرتے آہ کے نعرے      فرشتوں کو سنا تا کون یا اللہ کے نعرے  
حجابِ قدس میں رحمتِ مقوم رہ جاتی      صدائے ہو طوافِ عرشِ محمود و جاتی  
”تسلسل“ ناگوارِ فطرتِ انسانِ فانی ہے      ”تواتر“ طرح کا ہو دیالِ مذکافی ہے  
ستونِ مانگتی تھی روح کی اجسامِ آرائی      ملا عجبم ہوئی حسِ طرب کی عرشِ فرائی

مکمل قوتِ برداشت پہلے جان کو دیدی

پھر اک بالکل اچھوتی بیکلی انسان کو دیدی

یہی حالت ہے وہ جو وجد میں لاتی ہے لہذا کو      یہ دولت ہے جو مشکل سے دی جاتی ہے لہذا کو  
ایک پہ درجے میں اور کتنا ہم نہیں      ایک جلوہ ہے جس میں آرزو بیکریاں ہم ہیں  
یہ آتش ہے ہر شعلے میں جس کے ایک جہت ہے      یہ کاش ہے جو روحِ نسیمِ باغِ فطرت ہے  
یہ دھندل ہے جس کے خم پھولوں کے خزانے ہیں      یہ وہ ہے جس میں بسو آئینہ خانے ہیں  
یہ ہوت ہے جو انسان کو آگے بڑھاتی ہے      سہارے کے بامِ ارتقا تک کھولتی ہے

یہ وہ اکسیر ہے ہوتا ہے دل کا تزکیہ ہے      یہ وہ تفسیر ہے کھلتا ہے رنگِ مدعا ہے  
 یہ وہ دنیا ہے جسکی سیر کو قدسی ترستے ہیں      یہ وہ عالم ہے جس میں بند گاہِ عشق بستے ہیں  
 یہ ہے وہ سوز جس سے رقص میں میں لائیکے پڑے      یہ ہے وہ شور اُٹھ جاتے ہیں جس راز کے پڑے  
 یہ جذبہ ہے جو ہم دروہ کو مانوس کرتا ہے  
 یہ وہ لذت ہے تنہا دل جسے محسوس کرتا ہے

## وہ شب و روز ماہِ سال کہاں

یاد آیا مے کہ جب میرا تصور تھا جواں      جس طرف نظر لڑی ٹھاتا تھارتی تصویر تھی  
 یاد آیا مے کہ میں تھا بخود عیش و نشاط      زندگی اک سیرے لفظِ شوق کی تفسیر تھی  
 یاد آیا مے کہ دشتِ خادسہ تھی ہوش کی      خالِ ہر میدانِ غربت نسخہ اکسیر تھی  
 یاد آیا مے کہ تھا گوارہِ جنباں حُسنِ شمع      خندہ بے حد کی موجوں میں مری تصویر تھی

یاد آیا مے کہ تھا عیاذِ خود میرا شکار حُن کے پہلو میں خود داری مری اک تیر تھی  
 یاد آیا مے کہ خود تھا حُسنِ سیرِ دامِ عشق باغ میں سوتا تھا کوئی سینہ پر تصویر تھی  
 یاد آیا مے کہ میں بھی تھا امیرِ سیکرہ تھی ریاست میری تھی بخودی باگ تھی  
 یاد آیا مے کہ دنیا تھی گرفتِ غم میں کائناتِ احساس کی اک مختصر تصویر تھی

ایک دن پھر اس تلاطم سے اُبھرنا ہے مجھے  
 پھر حِبانِ آرزو کو مستح کرنا ہے مجھے

## میرادل

وہ اک ناسو جو ہر وقت سا اور بہتا ہے وہ اک خیم کُن جو ہر گھڑی شاداب رہتا ہے  
 وہ اک سازِ شکستہ اور اک مینائے بے بادہ وہ اک خمیڑ مرقِ لیکن بظاہر صفحہ سادہ  
 وہ اک چھلنی کہ جس میں کُنیں کتا کوئی آنسو کسی بیوہ حیسنہ کے لبوں کی بات تھی خوشبو



وہ اک پامال ٹھکرایا ہوا جبار قدرت کا وہ اک خنیں بہن انسان کی نسلی شرفیت کا  
کنول سے ملتا جلتا ہم شبیہِ باغ و لالہ وہ ہے اک شمعِ لرزاں دراکشِ علہ ہے جوالہ  
وہ اک پردانہ پُرجوش ہر شمعِ تبسم پر وہ اک قاصدہ خاموش ہر مرجِ ترنم پر  
حسینوں کا کھلونا جھنجھٹا طفلِ محبت کا  
وہ اک کھویا ہوا انگنِ عروسِ دمیت کا

## سردِ خودی

ز بسکہ اک گلِ افسردہ وفا ہوں یا مثالِ سبزہ چمن میں لگ پڑا ہوں میں  
نہ مجھ کو لالہ مجھے مطلب کا مازِ گس سے نہ نترن سے نہ بنبل آئے آشنا ہوں میں  
بہارِ باغ سے ہے میری ہر بہارِ جدا الگ اک پناہ گستاں بنا ہوا ہوں میں  
بائیں ہمہ مجھے سب جانتے ہیں بل چمن یہیں کی خاک سے آخر بنا ہوا ہوں میں

میں ہوں جسے تخلیق کو بجا نازش      شکر و فہم سے دنیا کے ماوراء ہوں میں  
 میں وہ ہوں جس نے نوا عندلیب کو کجشی      اگرچہ دیدہ ظاہر میں بے نوا ہوں میں  
 میں ہوں جس پر اس احسانِ نغمہ ہے      سرورِ کیف کی ترکیب جانتا ہوں میں  
 میں وہ ہوں جسے تیت ہے ناشِ عرفان کی      یہی سب کے کہ عرفانِ باسوا ہوں میں  
 مری نمود میں ہے کیف و کم محبت کا      کہ ایک سا غریخانہ وفا ہوں میں  
 میں سرگزشتِ وطن سے ہوں موبودِ وقف      ہر اک فسانہ کا آغاز جانتا ہوں میں  
 نہیبِ بطن سے لرزادیا ہے عالم کو      ابھی فضا کو یقین ہے کصاعقا ہوں میں

گداہوں انہیں فطرت میں میری خوشگوار

فقیر تو ہوں مگر فخرِ انتما ہوں میں

## آرزو ہے بخودی

ہے ایک بخودی شوقِ رائدِ طاری      خود اپنے کیفِ تقدے سے جھومتا ہوں میں  
 جو چاہتا ہوں لفظوں میں کہ نہیں سکتا      مرے خدا کو خبر ہے جو چاہتا ہوں میں

گھٹی ہوئی ہیں بہت آرزوئیں سینہ میں    حدیثِ فکر کا محلِ سائتر جاہوں میں  
جو سچو دی کی فضاؤں میں محلو گم کر دے  
وہ ایک بادۂ سرخوش مانگتا ہوں میں

تم وہ نہیں ہو ← اب نہیں ہو  
(ایک دکھیا کنواری کے تاثرات)

تھا ربط میرے سوزِ نہاں سے    تھا عشقِ میری ہر داستان سے  
مجھ پر نذا تھے دل اور جاں سے    لاتے تھے تائے ہفت آسمان سے  
چُن چُن کے کلیاں ہر گلستاں سے    کھوئے ہوئے کو پاؤں کہاں سے  
تم وہ نہیں ہو اب وہ نہیں ہو - اے میرے پیارے  
آنکھیں تھیں میری جامِ محبت    میرا تبسمِ دایم محبت

صُبحِ محبتِ شاہِ محبتِ عرشِ متناہامِ محبت  
 اب نا تو اں ہے گامِ محبت اب تم نہ لینا نامِ محبت  
 تم وہ نہیں ہو، اب وہ نہیں ہو۔ اے میرے پیارے  
 عہدِ محبت جس نے کیا تھا نامِ وفا پر جو مٹ گیا تھا  
 میری اداؤں پر جو فنا تھا میں جس کی دیوی جو دیوتا تھا  
 جو میرا بندہ ہو کر خدا تھا سُنا تھا یا رب دھوکا تھا کیا تھا  
 تم وہ نہیں ہو، اب وہ نہیں ہو۔ اے میرے پیارے  
 ساون کی وہ رُت وہ وقت چنچل لبریز جھیلیں گھسن گور بادل  
 دکھیا پیسا، بے تاب کُئل سائے گھٹا کے سنانِ جنگل  
 وہ ہم سے تم سے جنگل میں منگل دامن تمہارا اور میرا آخِ چل  
 تم وہ نہیں ہو، اب وہ نہیں ہو۔ اے میرے پیارے  
 اب وہ نہیں ہو تم میرے پیارے میں جی رہی تھی جس کے سہارے

جس نے ہمیشہ گیسو سوارے آکاش میں تھی تم تھے ستارے  
 چاند اور سورج سب تھے ہمارے سب بچ گئے وہ روشن شرارے  
 تم وہ نہیں ہو اب وہ نہیں ہو۔ اے میرے پیارے  
 جس کی ادائیں کا فراد اٹھیں جس کی نگاہیں کیف آشنا تھیں  
 جس کی صدائیں نفسہ با تھیں جس کی نوائیں سازِ فضا تھیں  
 جس کی دفائیں میٹھی حُسن تھیں جس کی جفائیں جان و ناس تھیں  
 تم وہ نہیں ہو اب وہ نہیں ہو۔ اے میرے پیارے  
 روشن وہ شامیں زریں وہ راتیں اور چاندنی میں گھنٹوں وہ باتیں  
 وہ بیت بازی وہ ہم کو مائیں اُلفت کی چالیں قسمت کی گھاتیں  
 مخلوط قالب مربوط ذاتیں سب بھونک ایں وہ کائناتیں  
 تم وہ نہیں ہو اب وہ نہیں ہو۔ اے میرے پیارے

# اَو

(ساون میں جدائی کی ایک ات)

اَو مری جان آ بھی جاؤ      ساون کی گھٹائیں چھپ کے آؤ  
یہ سرد ہوا یہ ست بارش      آؤ ورنہ ہمیں بلاؤ  
عالم جس سے لرز گیا تھا      ہاں پھر اُسی طرح مسکراؤ  
کاشانہ عِسم میں ہے اندھیرا      دریا انوار کے بہاؤ  
گوشے گوشے میں نور بھردو      ذرہ ذرہ کو جب لگاؤ

اَو مری جان آ بھی جاؤ

کالی کالی گھٹائیں تو بہ      دست رنگیں ادھر ٹہراؤ  
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں تو بہ      کچھ تم بیو کچھ نبھے بلاؤ  
بادل جو بچے کچھ مٹے ہیں      آؤ اور ساتھ انہیں بھی لاؤ

جھم جھم ساون برس رہا ہے جھم جھم کرتے چلے بھی آؤ  
 آؤ مری جان آ بھی جاؤ

چھیڑی ہے فضا نے رگنی سی تم بھی اپنا رباب اٹھاؤ  
 قدرت سو گیت گارہی ہے آؤ تم بھی ملسا رگاؤ  
 پژمردہ ہے فطرت ترنم پھر دُصن میں ہاری گنگناؤ  
 وہ نظم جو ہم نے کل کی تھی بوندوں کے ستار پر سناؤ  
 آؤ مری جان آ بھی جاؤ

تاریک ہے رُوح دل ہے تشنہ دیکھو مجھے اور مسکراؤ  
 دل کے خرمین پہ مسکرا کر بے آگ کی بجلیاں گراؤ  
 ہلکی سی لطیف سانس لیکر گہری فکروں میں ڈوباؤ  
 پھر دردِ نونِ جہاں سے جھک کھڑو آنسو آنکھوں سے کچھ گراؤ  
 راہِ عرشِ وفا کدھر ہے نرم ناک نگاہ سے بتاؤ

## آؤ مری جان آبھی جاؤ

پھر کعبہ عشق کر دو تعمیر    مندر پھر پریم کا بناؤ  
پھر جگہ ہوں بار بار ادیم    پھر تم رہ رہ کے روٹھ جاؤ  
پھر اپنے قدوم نازیں سے    گھبرا کے ہمارا سر اٹھاؤ

## آؤ مری جان آبھی جاؤ

قسمت سوتی ہے عاشقی کی    اس خفہ نصیب کو اٹھاؤ  
پھر چھیڑ دواپنا کوئی قصہ    راتیں باتوں میں پھر جگاؤ  
دوری نے کیا ہے نقص پیدا    کل کو پھر جزو میں ملاؤ  
آخر کب تک حجاب ظاہر    باقی پرے بھی سب اٹھاؤ

## آؤ مری جان آبھی جاؤ

ہر دم کیوں یاد آرہے ہو    بہتر ہے یہی کہ بھول جاؤ  
یہ شرم و حجاب اللہ اللہ    ہم سے بھی نہ تم نظر ملاؤ



اک رازِ بنائے ہر دو عالم    گو چھپ نہ سکے مگر چھپاؤ  
عجائزِ تصورات ہے یہ    آکر بھی ہمیں نظر نہ آؤ

### آؤ مری جان ابھی جاؤ

سادن کی اندھیری رات اوتھم    آئے ہو تو آ کے اب نہ جاؤ  
اس وقت کا تو یہ ہے تقاضا    ہم سو رہیں اور رتم جگاؤ  
ہلکی ہلکی یہ مست بوندیاں    کوثر کی پھوار میں نہساؤ  
ناگن سی گھٹاؤں میں یہ بسی    اللہ سنبھل کے مٹکراؤ

### آؤ مری جان ابھی جاؤ

جھینگڑ کیوں ساز چھیڑتے ہیں    اس ساز کا راز تو بتاؤ  
جلی کیوں مضطرب ہے ہم    اس کی بے چینیاں سٹاؤ  
بادل کیوں گہر کے رو رہے ہیں    ان کی حالت پر رحم کھاؤ  
چمپا دلہن بنی ہوئی ہے    آؤ اس کو گلے لگاؤ

ہستی کل انتظار میں ہے مقصودِ حیات بنے آؤ  
 سارا عالم ببارہا ہے لیکن تم میرے پاس آؤ  
 آؤ میری جان آ بھی جاؤ

## وہی کہو تو پھر ذرا

وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم بہت حسین ہو

حسین ہو لطیف ہو جمیل ہو مستین ہو

نگاہِ صبر آزمائے دل کو دیکھ جاں کہ سنجل کے اوکڑی دُلانی کو سنجال کر  
 نظر ملا کے اور مے گلے میں مل تھ ڈال کہ کلیجہ کھٹو دو ذرا اُسی طرح نکال کر  
 وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم بہت حسین ہو

کنول کے پھول کو نظر جانے خوب کھلو  
اک ہجر کے اور تھر تھر کے خوب لیکھ لو  
مجھے دکھاؤ دیکھ کر دکھا کے خوب کھلو  
وہی کہو ادا مئے کر کے خوب دیکھ لو

وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم بہت حسین ہو  
بنائے جاؤ عشق کو بنائے جاؤ عشق کو  
بنائے جاؤ عشق کو بنائے جاؤ عشق کو  
بنائے جاؤ عشق کو بنائے جاؤ عشق کو  
خودی کی تند و تیز مے پلائے جاؤ عشق کو  
سائے جاؤ عشق کو جلائے جاؤ عشق کو

وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم بہت حسین ہو  
وہ آسمان بکلیانہ بکلیانہ بدلیاں  
وہ جامِ ارغواں در اس میں عکسِ گلستاں  
وہ بدلیوں کے سائے میں جامِ ارغواں  
وہ گلستاں سر و دھیس میں سیاں وہاں  
وہ جامِ ارغواں در اس میں عکسِ گلستاں

وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم بہت حسین ہو  
مستروں کی روح ہو محبتوں کی جان ہو  
جمال و شباب کا رفیع اک نشان ہو  
امید کی زمین جسرتوں کا آسمان ہو  
خدائے عاشقی کی تم چڑھی ہوئی کمان ہو  
وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم بڑے جوان ہو

وہ سُنچ پھول تپوں کی گود میں کھلا ہوا      گز گیا تھا جس کے سارے باغ دیکھتا ہوا  
 کسی کو وہ نظر پڑا نہ تم تھیں اس آشنا      مگر مری نگاہ نے اُسے بھی توڑ ہی لیا  
 وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم بڑے بصیر ہو

وہ کھیت چاندنی کا اور سماں وہ کچلی اسکا      نقاب تار تار تھا دوشیزہ حیات کا  
 شابِ حجبِ ہا تھا جب عروسِ کائنات کا      مرے وجود پر نہیں گماں تھا اپنی ات کا  
 وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم ”مہِ سُنیر“ ہو

وہ رات کی خوشیوں میں لپٹا ہوا ہلکا سی      وہ بادلوں کی چادر پر پیدہ چاک چاک سی  
 وہ اک صدِ آئینہ دو رخِ فنا کی سی      وہ چوٹیوں پہ نورِ سادہ وا دیوں میں خال کی  
 وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم بہت عجیب ہو

وہ سایہ سے کہیں تھرا ڈکے چرخ مارنا      حریفِ واہمہ کو بڑھکے وہ مرا پکارنا  
 وہ پھر تھرا کچھ سمجھ کے خفتیں اُتارنا      وہ سیرِ بالِ بوسہ ہا گرم سے سنوارنا  
 وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم بڑے شجاع ہو

شجیع کہہ کے کام کا بنارہی ہو تم مجھے حسین کہہ کے دیوتا بنارہی ہو تم مجھے  
 میں سو رہا تھا آج تک جنگ کا گری ہو تم مجھے جہاد زندگی کی بے پلارہی ہو تم مجھے  
 وہی کہو تو پھر ذرا کہ ”تم بڑے شجیع ہو“

وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم اگر شجیع ہو تو اٹھو اپنے ساتھ نوجوان ایک فوج لو  
 تمام دیں اٹھ کھڑا ہو اس سجادے اٹھو وطن کی راہ میں بہاؤ اپنے گرم خون کو  
 وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم بڑے شجیع ہو

ہنسی ہنسی میں کیوں وطن کا ذکر تم نے کر دیا مری رگوں میں گرم گرم خون دوڑنے لگا  
 مری بہاوری میں ایک جذبہ جواں بڑھا جل اُٹھا پھر کھجا ہوا چراغِ سیری مروح کا  
 وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم بڑے شجیع ہو

زیستِ آسمان تک لنگی لگاؤنگا سپاہِ دشمنان کو کاہ کی طرح جلاؤنگا  
 فضا میں پرچموں کی غیبِ بھیاں اُڑاؤنگا وطن کو غاصبوں کے ہاتھ سے چھین لاؤنگا  
 وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم ”بڑے شجیع ہو“

فضا تمام میرے نورِ خوں سے جگمگائیگی نہ آیا میں تو میری لاش تو ضرور آئیگی  
 مہمے سامنے انہی لبوں سے مسکرائیگی یہی کہیگی بار بار اور تمہیں ملائیگی  
 وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم بڑے شجاع ہو  
 ہوئی جو مجھ کو فتح پھر تو سرفراز آؤنگا میں اپنی نصرتوں کے گیت ہو کے گاؤنگا  
 رہا بے شوق جھوم کر سرو میں بجاؤنگا بطور انتقامِ عشق تم کو میں بناؤنگا  
 وہی کہو تو پھر ذرا کہ تم بڑے حسین ہو  
 حسین ہو، لطیف ہو، جمیل ہو، متین ہو

# جوانی بی تہ

محمد علی نیا کی فرمائش پر

کب تک راہ دکھاؤ گی تم    آخر کب تک آؤ گی تم  
 یہ موسم یہ سُر ہوائیں    آؤ گی یا ترساؤ گی تم  
 سادون بھاؤں پر روکاٹے    کب تک یوں تڑپاؤ گی تم  
 جھوٹے وعدوں کے جھولوں میں    مجھے جھلائے جاؤ گی تم  
 برسوں گزریں اور جگ بیتے    کب تک یوں بہلاؤ گی تم  
 اپنے تبسم کے پھولوں کی    مالا کب پہناؤ گی تم

میں چنچوں اور مور پکاریں

دکھیا کوئل شور مچائے

بیٹی جائے پیاری بیٹی جائے جوانی بیٹی جائے  
 غم کی فطرت شاد نہ ہوگی نئی خوشی ایجاد نہ ہوگی  
 غم کی دولت لانا فی ہے مٹ کر بھی برباد نہ ہوگی  
 میں کیا تو بھی اپنے غم سے تا بہ ابد آزاد نہ ہوگی  
 میرے تیرے عشق کی دُنیا نذرِ برق و باد نہ ہوگی  
 دل کی دنیا وہ دنیا ہے اُجڑی تو آباد نہ ہوگی  
 جان پہ بنتی ہے بن جائے ہم سے تو فریاد نہ ہوگی  
 دیکھیں تیری بزم میں کب تک دیوانوں کی یاد نہ ہوگی  
 آنسو آنکھوں میں لہرائیں

ساغر دل کا چھلکا جائے

بیٹی جائے جوانی بیٹی جائے پیاری بیٹی جائے  
 میں دیوانہ ، تو دیوانی دونوں پگلے پن کے بانی



وہ پگلا بن جسکی پیاری دنیا نے کچھ ترنہ جانی  
 اک دن خط کے بدلے آجا کب تک یہ پیغام رسانی  
 آدل کو فردوس بناوے بن جا درد محل کی رانی  
 دنیا افسانوں کی بسائیں میں بھی قصہ تو بھی کہانی  
 وقت کسی کا یا نہیں ہے کر لیں دنیا میں من مانی  
 آہ کہاں ملتے ہیں کچھڑ کر بادہ و ساغر، عشق و جوانی  
 دل کی کلی جب مڑج جائے  
 کوئی بھونرا پاس نہ آئے

میتى جائے جوانى ميتى جائے پيارى ميتى جائے  
 آوہ نغمہ دل کر گائیں عرش پہ جائیں جسکی صدائیں  
 ساز وہ چھیڑیں جسکی لے پر سوچ ناچے، تاسے گائیں  
 چاند کے نورانی ہالے میں بوسوں کے سوچ چمکائیں

عشق کا جام رنگیں پی کر      مذہب سے اونچے ہو جائیں  
 عرش کی چوٹی جسکا کلس ہو      ایسا اک آشرم بنائیں  
 برسوں دنیا نے ٹھکرایا      آہم دنیا کو ٹھکرائیں  
 سگلا کا پیغام بھی سن لے      پھر نہیں آئینگی یہ صدائیں  
 نغمے سائے بکھرے جائیں

سازِ ہستی ٹوٹا جائے

بیتی جائے، جوانی بیتی جائے، پیاری بیتی جائے

## حسن کی تڑپ

پھر تو کہنا ہائے چپکے سے یہ تم نے کیا کہا  
 صبر تم پر بھی پڑے اے کاش اک بے صبر کا

# نقطہ

اک مختصر مربع توسیع و اختصار  
 آغاز ابتدا کا وہ اک نقشِ اولیں  
 خوارہ حیات کا خالِ فرغِ بار  
 انجامِ انتہا کا تتمہ آلِ کار  
 دیباچہٴ فسانہٴ مہوہومِ کائنات  
 سرنامہٴ صحیفہٴ منشاءِ کردگار  
 یک قطرہٴ چکیدہٴ ابرِ ازلِ محیط  
 صہبائے نابِ ساعِ کُنِ خمار  
 ٹپکا ہوا اک شکِ تمنائے بے پناہ  
 بھٹکا ہوا ساعِ عاشقِ تنہائے بے قرار  
 نابود اور مشرقِ خورشیدِ بہت و بود  
 محدود اور موجہٴ دریا ئے بے کنار  
 عکسِ سیاہِ مردِ یک چشمِ دو جہاں  
 صورتِ نگارِ کون و مکانِ دُشیا ہوا  
 قذیلِ عرشِ شمعِ حرمِ نجمِ بستکہ  
 ماہِ کُنشت، مہرِ کلیسا، گلِ بہار

تکوینِ کائنات کا نقش کہیں جسے

صدِ کتبہٴ در کنارِ نقطہ کہیں جسے

# السلام

جب کوکل دور ہوتا ہے اندھیری راتیں اور سو جاتے ہیں تائے چاند کے لمعات میں  
روح بیداری تڑپ ٹھکتی ہو چکیا میں شاعری لیتی ہے نگڑائی مے جذبات میں

عرش سے آتا ہے سامانِ نوا میرے لئے

درفلک کے کھول دیتا ہے خدا میرے لئے

میں فشتوں کی صد سننا ہوں گوشِ ہوش سے دل لرز جاتا ہوں میرا انتہائے جوش سے

خود اچھل پڑتا ہے کوثرِ قلب کی آغوش سے آبشارِ نطق بہتا ہے لبِ خاموش سے

زور دیتی ہے طبیعت پر وہ احساس پر

غیب سے گرتی ہیں بوندیں صفحہٴ قسطاس پر

بے حجاب آتا ہے کوئی منظرِ افلاک پر حیرتِ عجیبی ہیں طاری خامہٴ چالاک پر

گو تباہ ہے ذہن میرا سرحدِ ادراک پر ٹوٹ کر تالے سے گر پڑے ہیں شرخِ خاک پر

کا پتا ہے ہر نفس کیفیتِ آواز سے  
باہر آجاتے ہیں کچھ نغمے حجابِ ساز سے

# شفقِ اِطْنِ

(۱۹۲۹ء)

طلوعِ مہرِ گلستاں مئےِ وطن کی شفق سے      ظہورِ خونِ شہیداں مئےِ وطن کی شفق سے  
مئےِ وطن کی شفق سے نذرِ لالہ و سون      شہرِ دہلی و ریاں مئےِ وطن کی شفق سے  
مئےِ وطن کی شفق سے جمالِ نورِ نمایاں      چراغِ طورِ فردزاں مئےِ وطن کی شفق سے  
ہو انکاسِ و انجمِ و فلکِ کا زینِ پے      اک آئینہِ ہیماں مئےِ وطن کی شفق سے  
وہ چاند جو کہ تاسے بہارِ موہِ گلستاں      ہر ایک شے ہے فردزاں مئےِ وطن کی شفق سے

فلک پہ ماہِ منور کی روشنی پہ نہ جاؤ      یہ شمع بھی ہے فروزاں مٹے وطن کی شفت سے  
 ہزار میکہ دربر ہے برف زارِ ہمالہ      ہوا مچھلے چڑھاں مے وطن کی شفت سے  
 فضا تمام زلزلے کی لالہ زارِ بہی ہے  
 شفق کے رنگ اور نور سے بہا رہی ہے

یہ آرزو ہے شفق اک زمین پر بھی کھلا دو      وطن کی خاکِ تقدس اپنا خون بہا دوں  
 اٹھاؤں سینہ زخمی سے تار مار گریباں      میں پنے دہنِ خنیر کو فضا میں اڑا دوں  
 جو میر سینہ مجروح میں مانتِ غم ہے      کوئی کہے تو وہ خونِ نیرائینہ بھی کھا دوں  
 اگر عروسِ وطن کی حبیں تلک سے ہو خالی      تو دل کو چیر کے دریائے رنگِ نور بہا دوں  
 اگر شفق کا تخیل نہ اس پہ بھی ہو مکمل      تو اٹھکے شکر ہستی میں تیز آگ لگا دوں  
 شدید آگ روشن ہوں خمیہ ہائے غلامی      ہر ایک قطرہ زنجیر کو فتیلہ بنا دوں

اُدھر فلک پہ شفق ہو اُدھر زمیں پہ شفق ہو

نورِ خوں سے مرے چہرہ وہیں شفق ہو

# محسوسات

کعبہ کیا ہے تربیت گاہِ تانِ آذری      دیر کیا ہے برہمن کی منتقلِ جادوگری  
 الاماں سود و زیاں کاری علمِ اقتصاد      پردہ مذہب میں ہر کام پر سوداگری  
 صبحِ نعمِ شام سے کس کی ہوتی طلوع      مرگ کا عالم ہے آغازِ شبابِ قیصری  
 ہے یہ تیرا معجزہ لے خونِ مزدورِ غریب      ہے بہاروں پر جوتا لالہ ارقیصری  
 لامکاں ٹھکوریں مہبتِ آسمانِ کیمیں      اللہ اللہ یہ غرورِ انبساطِ سروری  
 نعمتِ مزدور میں تکمیل کے آئنا ہیں      کوئی دم میں ٹٹنے والا ہے سارِ قیصری  
 وہ مقدس دن بھی آنے کو ہے نجات پر      پائے دہقان میں ٹٹا ہوا شکوہِ سروری  
 مجھ میں تجھ میں تمازا خاص لے مولوی      بت پرستی میرا مذہب تیرا پیشہ بُستری

سُلاخِ خوش فکر کیا کہنے ہیں تیرے آفریں  
 فلسفہ تیری خموشی گفتگو افسوں گری

# روندا دھمپن

یہی اک مختصر حال ہر میری کلیریشن کا  
میں اپنے رنگ کے دو پھول چن لیا ہوں شبنم سے  
ہیں ان بکلیوں سے آئیاں میں شعلہ برپا ہیں  
ہیں ان بکلیوں کا لطف لیتے تھے نشیمن سے  
عجیبیت پر واز تھی آزاد تھے جب ہم  
بکھی آنا نشیمن پر کبھی اڑنا نشیمن سے  
قفس ان نگنائے مختصر وحت خیالوں میں  
ذرا کوئی مری آزادیاں لانا نشیمن سے

مجھے خاموش فضا کے گلستاں کی سیر کرنی تھی  
دھندلے میں سحر کے گر پڑا گلچیں کے دامن سے

کہیں جین کے شعلوں سے صحن باغ جلے  
یہ حجاب کہاں تم جلے چراغ جلے



# تجدیدِ نجات

صبح دم میری اسیری اور پھر ایشان سے      ذرے ذرے کو چمن کے ناز ہونا چاہئے  
 پھر مرے ٹوٹے پڑے یخِ ن لہرائے لگا      انتظامِ جلسہ پرواز ہونا چاہئے  
 پھر قفس اُڑتے ہوئے آئیں نظر جلوں طرف      پھر چمن میں محشر پرواز ہونا چاہئے  
 ستر شعلہ چمکان ہو اور گل دوزخ فشاں      آتشِ اک دور کا آفتاب ہونا چاہئے  
 ہاں بنادو مدفنِ سرمایہ داریِ چمن      منتظرِ انجیم کا آغاز ہونا چاہئے  
 لامکاں کو بچاؤ کریم سانس لینگے باغباں      کیا کہا اندازہ پرواز ہونا چاہئے  
 جس سے کانپ اٹھا تھا گلشنِ اوجِ اٹھے تھے پھول

پھر نجات کا وہی انداز ہونا چاہئے

# عِشَق

ہر لمحہ اک تبسم شیریں ادا فریب      ہر خطہ اک ترنم رنگیں نوا فریب  
 ہر وقت وہ قصیدہ عشق و وفا غلط      نغموں پر میرے حُسن کا وہ جھومنا فریب  
 وہ چاندنی میں رتے قمقمے فضول      تاریکیوں میں خندہ انجم نوا فریب  
 دھوکا مری نگاہ محبت کا حُسن شمع      عشوہ فریب غمرہ و ناز و ادا فریب  
 دھوکے میں عمر عشق و محبت بسر ہوئی      تو کیا کہ ہم نے دل کو دیے بار بار فریب  
 حسیب بہ حصول کی تھیں خاکاریاں      میری نوا فریب تھی تیری جفا فریب  
 ہستی تمام پر تو نورِ سرِ ہے      جلوہ فیبر و صورتِ جلوہ نوا فریب  
 حسیب بوجہ اہل حیرت اثر میں ہے      آئینہ ساز و عکس غلط آئینا فریب

سنگِ صحر و منزل الفت سے بھی گزر

اے بیوقوف یہ بھی ہے احاسن کا فریب

# رُوح کا سوال

## پٹ مندر کے کھول

پریم نگرے آئی میں اسی پٹ مندر کے کھول

ہیرے موتی لائی میں اسی پٹ مندر کے کھول

وہ موتی ہیں تیج سے جنکی چندرماں چھپ جائے

وہ ہیرے ہیں جوت جنہوں کی سوج کو شرمائے

نینن کا کانٹا ہے ان کو اس کانٹے میں قتل

## پٹ مندر کے کھول

صبح سویرے چھٹراکس نے منی کا یہ راگ

آنکھ کھلی ایسے میں میری یہ بھی میرے بھاگ

کوئل تو رہیہا شاما سب سوویں نرناری  
 گہرے سُنے میں ڈوبی ہے سُنے کی متواری  
 سارا جگ مُردہ ہے بھاری ہیر کوتی رول  
 پٹ مند کے کھول  
 دو رکھیں اک جھڑنا گاٹے سُنے کے سے راگ  
 لٹنے کو ہے دن کے ہاتھوں تاروں کا سُہاگ  
 سکھیاں اپنے ہٹ میں لیٹیں کریں دلوں کی کھوڑ  
 جمنادُھندلا درپن ہے اوپر نگھٹ سونی گود  
 پنکھٹ پر ہر کوئی چپے، گہری، گہری، ڈول  
 پٹ مند کے کھول  
 دونین میں سو آنسو ہیں دیوانی کی بھینٹ  
 نین مے ماٹی ہیں کیول بھینٹ ہے یان مہیٹ

اُس مندر کے کھول ذرا پٹ جس میں ہیں گردھاری  
 وہ گردھاری جن پر ساری دنیا ہے بھاری  
 کب سے میں جیخوں بیچاری سُن تو میرے بول  
 پٹ مندر کے کھول  
 جیون میرا روپ بدل کر بن جائے اک ہار  
 اُن کے گلے کا ہار پُجاری میرا من سنگھار  
 مجھ کو گلے یوں پڑتے دیکھیں دیویں وہ من ہار  
 گندھ جاویں اک ہار میں دُنوں سنار اور ساکا  
 تجھ کو کیوں ہے عار پُجاری کچھ تو مُنھ سے بول  
 پٹ مندر کے کھول  
 جیون کیا ہے ایک رسیلا اور امر سنگیت  
 پریم نگر میں نہیں پُجاری مر جانے کی ریت

جھانجھ کی لے پر دھرتی ناچے اور جھومے آکاس  
 تال پہ میرے گھنڈے کی ترلوک میں ہو داس  
 میرے مد کے آگے پجاری دُنیا کا کیا مول  
 پٹ مندر کے کھول  
 میں گلی اب جاؤں کدھر کو پھوٹے منھ لے ل  
 پٹ مندر کے کھول پجاری پٹ مندر کے کھول  
 جو بن اور جو بن کی مستی سب کچھ بھینٹ چڑھاؤں  
 جگ ڈھونڈے ہر ٹیک میں مجھ کو میں اس میں کھو جاؤں  
 پاگل، کامی، چنیل، پانی مت ہو ڈانواں دل  
 پٹ مندر کے کھول

# نغمہ سبجالِ حمینؔ

## مصطفیٰ کمال

اے کہ انسانیتِ کبریٰ کا اِک نظر ہے تو      عہدِ موجودہ کا انسانِ ملکِ پیکر ہے تو  
 تیری تابش سے منور شمعِ ایوانِ وطن      سر زمینِ ترکیہ کا بے بہا گوہر ہے تو  
 قیصریت کے بتوں کو جس نے غارت کر دیا      سوماتِ ترک کا وہ بُتِ شکنِ قیصر ہے تو  
 اضطرابِ انگیزِ محشرِ خیر اور افسانہ خیر      انقلابِ شرقِ مغرب کا اِک فسر ہے تو  
 کی تجھے مقسمِ مَدَنی حیاتِ جاوداں      چشمہٴ جاویدِ پیرِ سیرابِ سکندر ہے تو  
 ترک کو جس نے دکھایا ارتقا کا راستہ      وہ جواں قائد ہے تو وہ رہبرِ کبر ہے تو  
 ہے سکارِ یہ کاہرِ اک قطرہٴ غنیمتِ گواہ      ذوالفقارِ حیدری کا بہترین جوہر ہے تو

ترک پر چھوٹکا ہے تو نے اکیلے سنِ حیات مغربِ شرق کا حیرناکجا دگر ہے تو  
 وہ سحرنا ہو کہ انگور ہے تجھ سے نور یا آسمانِ ترکیہ پر امن کا خاور ہے تو  
 تجھ سے حریت کا مینخانہ بہارا نیگہ ہے  
 تیری بیداری کا سارا فلسفہ بر خیز ہے

## کمالیت

”اشتراکیت“ کا لفظ بہت سنا ہے مگر  
 کر دیا دونوں کا تیری قوتوں نے اندام  
 اے کہ تو نے وہ نظام معتدل پیدا کیا  
 امنِ انسانی کے اے سلجھے ہوئے پیغامبر  
 اے قلبِ شرق میں ترانہٴ محبت جلوہ ریز  
 اے مقررِ اے مقررِ اے مقررِ اے کمال  
 ”قیصریت“ جسکا ہر انداز فتنہ کار ہے  
 ترکیہ میں صرف اب جمہوریت بیدار ہے  
 جو مساوات و محبت کا علم بردار ہے  
 حریت کا جسم ہے تو سیدالاحرار ہے  
 دوشِ مغرب پر ترا گزِ سیاست بار ہے  
 ہر دسیسہ کا تیرے سامنے بیکار ہے



اتحادِ ایشیا کے لئے علم بردارِ خاص تیرے دم سے ترکیہ اک مضبوط انوار ہے  
مطلقاً تو روحِ ایوبی جلاں میں ہے اک نئے پیکر میں تو اسلام کی تلوار ہے  
چارہ ساز و دل نواز قوم کے نیا قوم! ”طبِ مغرب“ تیری ہی تجویز سے بیمار ہے

غازیانِ رفتہ کا محبوب ہے، مہدوح ہے

عسکریت تیرے سنگیں بازوؤں کی روح ہے

کاش نہ ہوتا بھی تجھ سا کھنچ ایسا کہ یہ زمین بھی حریت کا آسمان پیدا کرے  
ریت کے ٹیلوں پر تک اصلِ نعمت کا گلا وسعتِ صحرا کوئی کوہِ گراں پیدا کرے  
زندگی جہدِ عمل کی بجلیوں کا نام ہے جسمِ بے جاں اپنے اندر نو جان پیدا کرے  
جادۂ تاریک ہستی سوز سے معمور ہے کوئی ذرہ پھر چمک کر بجلیاں پیدا کرے  
فرض ہے نشتر گہہ ہستی میں تجدیدِ حیات دل کا نہ ختم کہن خونِ جواں پیدا کرے  
لے اسی رباعِ تعریفِ اسیری ہی ہی بے پردہ بالیٰ قفس میں آشیاں پیدا کرے  
گردشِ دریاں سے گلشنِ بادِ یمنے کو ہی خیر سی میں ہے کہ صحراِ اوتار پیدا کرے

خاک کے آوارہ دُروں ہی میں اک فنا کارواں کاش سے میر کارواں سدا کیے  
 کب تک آخر موت کی خفا منشی اور انجمن انجمن کی خامشی پھر داستان سدا کیے  
 نورِ آزادی سے روشن ہو چراغِ ہند بھی  
 طرہ فرق نہ رہا ہو دماغِ ہند بھی

## محمد بن عبدلکریم خطابی

اٹھی اک مہج بھر روم کے خاموش ساحلؑ ملیکہ کی مقید ارک ویران منزل سے  
 وہ مہجِ حریت جو جزو ہے بحرِ شرافت کا وہ مہجِ قومیت جو ہر جوان کی نظر کا  
 کبھی نکالی کیفیت میں امانِ غمارؑ سے کبھی بڑھ گئے لائی امواجِ ربیعہ سے  
 کبھی سیلاب کی صورت نکھار فیہ پہ چھاؑ کنارِ آبائے طارق اکبر کو چھو آئی

۱۔ بحیرہ روم۔ ۲۔ بحیرہ روم کے ساحلی مقامات میں سے ایک مقام۔

۳۔ ربیع کا ایک پہاڑ۔ ۴۔ ام الربیعہ۔ سرحد مراکش کے قریب ایک ندی۔

جو بڑھکر مغربِ اقصیٰ کے بامِ دُور ٹکرائی عبید و زیر کی خوابیدہ موجوں کو جگا آئی

جو دوڑی لہتِ کسار میں جانِ عمل بن کر

بلاؤ مغربی پر چھالی طوفانِ عمل بن کر

نئے پیکر میں قدرت نے کیا پھر اک "صقرِ پیدا" ہوا پھر طارقِ اعظم بہ اندازِ درگِ پیدا

لرز اٹھا تمام اسپین جسکے تندرھلوں سے نیستانِ جلالت میں ہوا وہ شیرِ پیدا

وہ عمارِ وطن وہ حریت کا ایک جادوگر کہ ویرانوں میں جس نے کھڑے سو بامِ پیدا

نفس میں جس نے اک تاریخِ آزادی مرتب کی نظر سے کھڑے چاروں طرف شاہیں جگرِ پیدا

ہو انا بیت تری تنویر سے لئے شعلِ صحرا کہ خاکستری کرتی ہے بالآخر اک شرِ پیدا

کماں اجدیر پر کیا بربر و سامنے سنبھالی تھی

جو نقشہ تھا ہلالی تھا جو صورت تھی ہلالی تھی

۱۷ و ۱۸ مراکش کے قریب دو ندیاں ۱۹ عبدالرحمن داخل بادشاہ اندلس کا لقب - ۱۲

۲۰ رین کا محاذ جنگ ۲۱ خیر الدین پاشا بروس - ۱۲

یکایک اُمتِ صیاد نے آزاد کو گھیرا      تمام اہلِ قنس نے اک چمن آباد کو گھیرا  
 جو لیتا تھا کبھی دادِ شجاعت فاسطیٰ طنجہ پر      وہ اب نظریاں ٹھاسکتا نہ تھا اک فنِ بجا پر  
 مگر موتا ہے زنداں میں تو یایمانِ آزادی      اسیریِ صل میں ہے حاصلِ عرفانِ آزادی  
 صداقت اور آزادی کے جلوے یاد تھے ہیں      مجاہدِ قید میں بھی شاد اور آزاد رہتے ہیں  
 زمانہ آئیگا جب ختم یہ جلادیاں ہونگی      وطن آزاد ہوگا ہر طرف آزادیان ہونگی  
 نہ ہوگا وہ تو اُسکی خاک کو افرادِ لائینگے

امیر کاروانِ مغرب اقصیٰ بناؤں گے

جنہیں روکے ہوئے ایک عرب نے اپنی غفلت سے      شمالی ساحلوں وہ ہمند پھوٹ کیلئے  
 کنارِ ریف سے ہوگا طلوعِ صبحِ آزادی      بجیگا عشق توں کی گود میں یں بطِ شادی  
 کہ رُوحِ طائرِ ق و دخل کی سستِ منگی ہوگی      سرِ کرمیابی سے فضا ئیں جھنپتی ہونگی  
 غرورِ اسلام کے نقشِ قدم پر سر جھکائیگا      پھر اسپین اپنے نورِ اولیں سے جگمگائیگا

پھر لکن خندہ زن شمعِ حرم ہوگی کلیسا پر  
 شعا عین آفتابِ امن کی پھیلینگی دنیا پر  
 عجب ہنگامہ انوار ہوگا بزمِ انساں میں  
 بہارِ رفتہ پھر آجائیں گی اُجڑے گلستاں میں

## گاندھی

تو نے مغرب پر محقق کر دیا حقِ وطن  
 باغباں سے کھول کر مکہِ حجازِ یمن  
 کامگارِ حریت اے شہرِ بارِ حریت  
 لے لے رہیں حریت لے تاجدارِ حریت  
 ہندیوں کے جذبہِ قومی کی اک صورت تو  
 چلتا پھرتا پرِ جسمِ ننگینِ حریت ہے تو  
 رکھ دیا قدرت نے گاندھے پر ترے بارِ وطن  
 کر لیا تسلیم تجھ کو سب نے سردارِ وطن  
 لے دماغِ ظلم پر اک ضربِ باریِ شدید  
 مستبدِ دنیا کے سر پر زلہِ باریِ شدید  
 کس قدر آزا د ہے کتنا بہادر دل ہے تو  
 خود دھڑل میں ساعیِ آزادیِ کامل ہے تو

محفلِ غیار تیرے ذکر سے آباد ہے    نرم دشمن میں بھی تو آزاد سا آزاد ہے  
 خوبِ اقباقِ حقیقت ہیں یوانے تھے    بادۂ فطرت سے ہیں لبریز پیمانے تھے  
 وہ تاثیر ہے تھے اک نعرۂ آزاد میں    زلزلہ آیا ہوا ہے قصرِ استبداد میں  
 دیکھئے مشرق کو کیا ملتا ہے مغربِ خراج  
 کوئی زنجیرِ غلامی یا کوئی کانٹوں کا تاج

## اِسْمُ الْمَدِائِنِ وَالْکَلَامِ اَزَاد

وہ اک برجِ چینِ افروز جانِ سونِ لالا    وہ بلبلِ حسنِ سارِ ابغِ نعموں سے ہلاڈالا  
 چینِ الوں کو حُرمت ہے پیامِ نو بہارِ سکا    تخیلِ عرشِ بوسِ اسکا تصورِ لالہ کارِ سکا  
 وہ اک کوہِ وقار و کمکت اک بطلِ حریت    وہ سازِ پیکرِ انسان میں اک آوازۂ قدرت  
 طلاقت جسکی خاموشی غفلت جسکی بیداری    عیاں جسکے تکلم سے خطابت کی فسونِ کاری

محکم جس پہ صدقے ہے ترجمہ جس پہ قرباں ہے      ستاروں اور پچھلے کلیم جس پہ قرباں ہے  
 نزاکت جس کی فطرت ہے لطافت جس کی فطرت ہے      مقدس ہر نفس جس کا نسیم باغِ جنت ہے  
 وہ سید جس نے تعمیرِ سیادت کی بنا ڈالی      وہ قائد جس نے توفیرِ قیادت کی بنا ڈالی  
 مفکر جس کی فکری قوتیں جانِ سیاست ہیں      مدبر جس کے محسوسات ایمانِ سیاست ہیں  
 زمانے میں وہ قربانی کی اک تصویرِ زندہ      وہ چرخِ حریت کا اک ستارہ ہے درخشندہ  
 وہ مشہورِ حقیقت اور آزادی کا شاہد ہے      مفسر ہے، مقرر ہے، مدبر ہے، مجاہد ہے  
 وہ اک ذاتِ مقدس جو مجسمِ علم و عرفاں ہے      حریمِ روح میں جسے منورِ شمعِ ایماں ہے  
 وہ جس کا سینہ اقدس امینِ رازِ زندانی      وہ اک موجِ بحرِ بیکرانِ علمِ کونی  
 وہ نائبِ حقیقی علم کے افرادِ عالی کا      وہ اصلی جانشین ہے آجِ رازی و تغاکی  
 سیاست اور تاریخ و ادب کی ایک نیا ہے      عطار جس کے کلبِ گہریں کو بوسہ دیتا ہے  
 وہ آزادِ حقیقی جس کو نفرت ہے نمائش سے      وہ لوحِ معنوی جو دور ہے دنیا کی کاوش سے  
 وہ نبیاںِ حقیقی قوم کے امراضِ کہنہ کا      وہ اصلی رازداں حالات و احساساتِ نیا کا

وہ ارضِ ہند میں اہد امام قومِ مسلم ہے قوی ہاتھوں میں آج اس کے زمامِ قومِ مسلم ہے  
 نگہبانِ حقوقِ اُمتِ اسلامیہ ہے وہ  
 امیرِ کاروانِ ملتِ اسلامیہ ہے وہ

## سید محمود

انے نگہبانِ وطن اے مردِ میدانِ وطن تیرے دم سے ہے بہاروں پر گلستانِ وطن  
 تو نے ثابت کر دیا ایمانِ مسلم کا جلال تیرا انتقالِ سیرتِ لاکھام و لا زوال  
 صاحبِ احساس ہے اک جیمِ حریت ہے تو ہم تھی مایانِ ملت کی بڑی دولت ہے تو  
 خفیہ بختوں کیلئے سامانِ بیداری ہے تو خوابِ سرسید کا اک عنوانِ بیداری ہے تو  
 دل ترا ہندوستان کے عشق سے لبریز ہے روح میں اک لگ ہے اسلام کی اوتیر ہے  
 تجھ پہ جان و دل فدا ہستی قدمتی فدا تجھ پہ ہم ہمیں غلامی کی یہ گلِ بستی فدا



آہ تیری اجمندی کو پہنچ سکتا ہے کون؟ تیری روحانی بلندی کو پہنچ سکتا ہے کون؟  
 تیرا پیکر راہ آزادی میں خاکستر ہوا پھٹک پھٹکا کر مادہ آئینہ جو ہر ہوا  
 عندلیبانِ چمن میں تپ ہے وہ بلبلِ خموش جسکے دل میں ازل سے جزنِ فانِ جوش  
 بار بار کھ رکھ دیا ہے جس نے سینہ خار پر خونِ ل سے نگ دوڑایا ہے برگِ بار پر  
 ہاں گر لب تک نہ آیا ادوائے عشقِ گل گورہی سر میں جنوں فرا ہوئے عشقِ گل

اقضائے سوزِ بلبلِ نغمہ سامانی نہیں  
 ذکر جس کا لب تک آجائے وہ قربانی نہیں

## جواہر لال

اے جواہر! اے بہارِ گلستانِ آریہ ہے ترے پیکر میں کیا ریحِ دروِنا چاریہ  
 لے لے کہ تو ہے گوہرِ حبیبِ گریبانِ وطن نور سے تیرے منور ہے شبستانِ وطن

بازوئےِ ارجن کی شکستِ تھیم کی طاقت ہے تو  
 ابھینو کے دل خوددار کی غیرت ہے تو  
 ساکمی کی طرح تو ہے مرد میدانِ وفا  
 تو نے رکھی ابھینو کی طرح شانِ وفا  
 سینہ ہندی میں پھر تجدیدِ ساز و نو ہے  
 سومرت کیا تیرے پیکر میں حیاتِ افروز ہے  
 جس طرح ارجنِ وفا میں گر گزایا تھا کبھی  
 جس طرح سہدیو نے پشپک بجایا تھا کبھی  
 تو بھی ہے ہندوستان میں نغمہ خوانِ حُریت  
 زندہ باد اے شانِ آزادِ جی جانِ حُریت  
 بحرِ بر لڑے ہیں کون کون کمال لڑے ہیں  
 تیرے نغمے گرم کرتے ہیں محبت کا لہو  
 شاہکا صنعتِ تجناؤ آذر ہے تو  
 جس کے دم سے ہے بہاروں پر شبابِ بگبگ  
 تیرے ہاتھوں میں کوئی دیکھ جا ارجن کی کمال  
 ہند میں وہ عندلیبِ باغِ آزادی ہے تو  
 پھر مدھو سودھن ساہادی ہو ہدایت کیلئے  
 زندہ ہو جائے مہابھارت کی خونیں داستان  
 اے سراسر جوشِ آزادیِ مجسمِ انقلاب  
 پھر زمانہ ہو کربتہ شہادت کے لئے  
 زندگی تیری ہی اک سنگین لغات کا شباب

سانس لیتا ہے تہے پکیریں طوفانِ شباب      آندھیوں کی نوجوانی رزلزلوں کا پیچ و تاب  
 بے حقیقت ہے تہی دنیا میں غم کا ماجرا      موت ہے سورجِ تبسمِ زندگی اک تہقما  
 قید و بندِ ظاہری ہے تیری فطرت تیری خو      خود اسیری جسکی جُہنوں ہے وہ زندانی ہے تو  
 آئینہ میرے تصویر میں ہے مستقبلِ ترا      لے اُڑیگا تجھ کو آخر جذبہٴ کاملِ ترا  
 کیفِ موسم سے فضا کے گلستاں جوں ہے      جذبہٴ آزادی ہندوستان موجود ہے  
 تیری ہستی اک نئے احساس کی تمہید ہے      یاس کے عالم میں تو اک مرکزِ اُمید ہے  
 جن قدر قطرے ہیں قطروں کو پھر دریا کریں  
 آ کہ میخانے میں پھر ماحولِ نو پیدا کریں

## عبدالغفار خان

نہ کیوں روباہ خانوں میں پیہم شور و شر پیدا      کشمیرِ ستانِ افغان میں ہوا اک شیرِ نر پیدا

بہشت انقلابِ نو سرگنج شہیدان ہے      تبسم غازیانِ رفتہ کے ہونٹھوں پر قصائے  
 معطر پونے نو سے ہو گیا گلخانہِ حشر      نئی مے ہے نیا ساقی، نیا میخانہِ حشر  
 حیات و حریت کی روح دوڑی کوہِ اردن میں      وہ آتشِ لگا دی گئی جس نے برفِ اردن میں  
 سراپائے رضا ہے وہ مجسمِ پیکرِ خوبی      ادائیں سب کی تجا دی ہیں تیور جسکے ایوانی  
 حسینؑ ابنِ علیؑ کی شاہراہِ عشق کا رہی      ہے جسکے فقر کے ایوان کی لونڈی شہنشاہی  
 امیری جسکی آزادی ہے آزادیِ امیری ہے      امیری ہے فقیری اور فقیری جسکی امیری ہے  
 جلالِ عکس ہے اک جسکے اجلالِ فرداں کا      حکومت ایک سقفی آئینہ ہے جسکے ایوان کا  
 وہ روحِ شانِ زادی اور شایانِ آزادی      ہے اسکی مٹھیوں میں نقشہٴ میدانِ آزادی  
 ندیمِ دپاسانِ سرحدِ ہندوستان ہے وہ      خدا رکھے مدبرِ پاسان و رازداس ہے وہ

عدم میں کرو میں لیتی ہے روحِ انقلاب بھی  
 یہ عالم ہے تو آسکتا ہے خیرِ برِ شباب کبھی!

# یا ادرک فیکان

## محمد علی

حبلہ قدس بنا گوشہ آرام ترا      تیرے آغاز سے بہتر ہوا انجام ترا  
 بن گئی مشرق جاویدی صبح حیات      طنطنہ پھیل گیا ہند سے تاشام ترا  
 زندگی کرنے لگی رشک سے مرنے پر      یوں ہوا عرصہ کونین میں کہرام ترا  
 نازش کبر و سمان سے ہر مشربِ فاضل      حرم و در میں ستمند اسلام ترا  
 امتداد سے مٹانے کو کبھی مٹ نہ سکے      نقش یوں صفحہ گیتی پہ ہوانام ترا  
 کجروی بھی تری آؤ نہ نزل نکلی      کچھ زیاں کرنے سکی گردشِ ایام ترا  
 ہمیشہ طائرِ سدا کی ہوئی روح لطیف      قصہ کسریٰ سے سرفرازندہ ایام ترا

جسمِ پاکت کہ از آلودگی خاک گزشت  
دفن شد زیرِ زمیں و ز سرِ افلاک گزشت

## عبدالقادر گرامی

مجھے زمانے کی کشمکش سے ترقیوں کا کھلا نہیں ہے، مجھے تمدن کی کاوشوں سے سکون کی التجا نہیں ہے  
فوجِ نسرینِ ناستر کی عاینِ بون اور کسے مانگو میں جانتا ہوں کہ ایچن کو دماغ نشوونما نہیں ہے  
نہ جام میں شربتِ حبی یا دہ صغما ہے یا قی میں اپنی حالت کو دیکھتا ہوں کہ کیف بڑا ہوا نہیں ہے  
جنہیں درتِ قیام کی ہے منتِ فضا کھینچتی ہے پہلے یہ عجزِ ندریتی ہے یہاں کسی کو بقا نہیں ہے  
کہاؤ نغمے کہ جن سے تمہیں تشنہ کا پی وچ کو ہو کہاں ملیں مسرتوں کی؟ جن کے دل آتشا نہیں ہے  
میں دیکھتا ہوں کہ جبرِ کس طرح انسان سے ہر طاری میں جانتا ہوں فناقیِ قطراتِ جمعی کیل ہو نہیں ہے  
لہر کی ذرہ سے جلوہ کیفِ دوش ہوتا ہے لے ہوں خیالِ پڑا نہ خمتا ہے نسخہ کیسیا نہیں ہے

رہیگا کچھ روز دور چرخ اور گردشِ صبح و شام باقی  
کہ ہے ابھی میسے ہاتھ میں بھی شکستہ سا ایک عالم باقی

وہ واقفِ سبزِ زندگانی وہ عالمِ ہستی و عدم تھا وہ ساتیِ یادِ معانی وہ قائمِ کیفِ عالمِ جم تھا  
وہ ماہرِ قدرتِ تکلم وہ شاعرِ محفلِ محبت جو اپنی ہستی کے سامنے خود عزیز تھا اور محترم تھا  
وہ پردہِ غیبِ کا مفتی وہ عرش کی سیر کرنے والا وہ طائرِ گلشنِ ثریا جسے فلکِ یک ہی قدم تھا  
مٹی بہن کے سبھی اسکی بارِ غیولوں کا تھانہ بھی کبھی پرستارِ تکبر تھا کبھی خرابِ غمِ حرم تھا  
وہ اُس تخیل میں گم ہوا ہے جو اسکو واپس لایا آ۔ اُسے تھی خود بھی یہی تھا کہ آتشائے مذاقِ رم تھا  
رسالہٴ فکر کیلئے ڈھونڈ لھیں صبرِ ختم ہونے والی وہ ایک قطرہ تھا مضطر جسے بسانے اک سو ادیم تھا  
نہ فکر اسکو تھی زندگی کی نہ موت کی اور نہ سبکدوشی کی وہ ایک سب سے اعلیٰ اور بلند از ہر نشاط و غم تھا

کلیم کو خدائے فنا کیا اگر ہے اس کا کلام باقی  
کہ شعریتِ زندگی کی بن کر رہیگا شاعر کا نام باقی



# موتی لال نہرو

کل کوئی کہتا تھا باہد نالہ وآہ و فغاں  
 دور ہے ہم سے بہت آزادی ہندوستان  
 صید کیا صیاد کیا ہے باغیاں بیل فروش  
 بلیں ہیں اس چمن کی لالہ سوز گل فروش  
 بھول اس گلشن کے ہیں پابند و رتائے غلام  
 چاند قیدی، آسمان قیدی ہے سیاسے غلام  
 باد باں کو کیا کہوں، موج ہوا کو کیا کہوں؟  
 ناخدا دشمن سہی، لیکن خدا کو کیا کہوں؟  
 ”صبح“ ہے روشن جنازہ ہندی، بیمار کا  
 رات کی تاریکیاں تابوت ہیں انوار کا  
 مندروں کو بھونک دے کیا پرار تمنا کیا آرتی  
 زندگی ناخوش ہے تجھ سے دیکھ ادھر ابھارتی  
 اس پتیش کے غلوہی نے مٹایا ہے تجھے  
 آسمانوں سے بلندی کے گرایا ہے تجھے  
 راتم تو خود کیوں نہ بن اور خود کھنٹیا کیوں نہ بنو  
 زندگی کے بتکدے میں تیری پوجا کیوں نہ بنو  
 اے مسلمان! اے مجاہد! اے حقیقت کے ہیں!  
 کب تک آخر سجدہ بے روح اور تیری جہیں  
 ”کیف“ امر لازمی ہے عشق کے آداب میں  
 ”حریت“ ہے شرطِ اول زندگی کے باب میں



اب کہاں وہ سالکِ فتنہ وہ جذباتی کہاں      میکہ سے میل اب وہ گلے سے خراباتی کہاں  
 داس ہے البتہ نہ جوہر ہے نہ موتی لال ہے      میکشانِ حریت کا میکہ میں کال ہے  
 آہ وہ موتی اکس کی ضوئے شبن تھا وطن      جس کی ہستی تھی صداقت کی شعاعوں کا چین  
 فطرتِ تدبیر کی ہر ادا پر لوٹ تھی      عشرتِ تقدیر کی ہر ادا پر لوٹ تھی  
 جس کے سینہ میں امانت تھی بلند اخلاق کی      جسکے دل میں تھی سمائی وسعتِ آفاق کی  
 وہ جواں جو خوش تھا قصرِ نوجوانی پھونک کر      مسکراتا تھا متاعِ زندگی گانی پھونک کر  
 غم گدائے آستان تھا عیشِ مہربانِ حیات      مہرِ حیرتِ بریں تھا جس کا ایوانِ حیات  
 روح جس کی جذبہ آزاد سے سرشار تھی      زندگی میخانہٴ احرار کی مے خوار تھی  
 خاک ہونے، خاک کرنے کیلئے تیار تھا      آدمی کے بھیس میں برقِ سرسُرا تھا  
 ہے وطنِ شانوں پہ جسکے مثلِ طلّس آج بھی      رہبری کرتی ہے جسکی روحِ اقدس آج بھی  
 گرم تھا دل جذبہٴ عشقِ وطن کی آگ سے      ساز و بپا میں تھا سوزِ وفا کے راگ سے  
 جس نے اپنے صبرِ محکم سے یہ ثابت کر دیا      مرنے مرتے بھی نہیں جھکتا ہے سرِ آزاد کا

زندگی بازی ہے دنیا ایک بازی گاہے  
 موت بھی آزاد کی منزل نہیں ہے، راہ ہے  
 ہے جو آہر جس کے مجرہ کا اک سوزِ تمام  
 صبح جس آتشِ افکن ہے تو سوزِ آگیں سے شام  
 اک نوائے شعلہ ہے صد شعلہ آواز ہے  
 جس کا ”دل“ آتش زدہ ہے ”روح“ مجرہ ساز ہے  
 ذوقِ بربادی ملا آفاق ایجادِ دی ملی  
 دستِ قدرت سے جسے تو یثِ آزادی ملی  
 مرکزِ صد آرزو، گہوارہٴ اُتمید ہے  
 اسکی ہر موجِ تہمت، ہندیوں کی عید ہے  
 آئیگا اے دوست! اک وہ بھی زمانہ آئیگا  
 یہ سیہ دارِ اسلامی خود بخود گر جائیگا  
 چرخ کو چومے گا آزادی کا مندرائیکدن  
 دیوتاؤں کے بھی یاں جھک جائیں گے سر لیکدن  
 بُت نئے ہونگے، نیابتِ خانہ بُتگر بھی نئے  
 آستان ہو گا نیا، سجدے نئے، سر بھی نئے  
 عظمت و اقبال ہونگے خاکِ روئے بستاں  
 وقت ہو گا مجرئی دیگا سلامی آسماں  
 پھر صبا لیکر پیامِ زرنگار آجائیں گی  
 ایشیہ کے گلستاں میں پھر بہار آجائیں گی  
 بادیہ صدرِ شکِ صحنِ بوستاں ہو جائیگا  
 نوجوان ہندوستان بالکل جوان ہو جائیگا  
 دبدبہ اپنا جہاں کو تھر تھرا دیگا کبھی  
 طغٹنہ اپنا زمانے کو ہلا دے گا کبھی

# تصدق احمد خان شيراني

افتخارِ بہند اور لے فخرِ شہر و اہائے لئے  
 ذرہ ذرہ ہے تری فرقت میں گریاں کیا ہے  
 عشق ہے نالہ کنانِ حسن گریاں لئے لئے  
 دیکھ اٹھ کر یہ ہمارے برق و باراں کیا ہے  
 پھوٹ کر روتی ہے ہر دیوارِ زنداں کیا ہے  
 کون آئیگا یہاں اب یا بجولاں کیا ہے  
 نعمتِ آزادی ہندوستان کا سیکا کون؟  
 کون ہوگا میری خلوت میں غلجھاں کیا ہے  
 طوطی باغِ محبتِ بلبلِ بستانِ شوق  
 گلِ فشانِ گلِ چکانِ گلِ بدماں کیا ہے  
 پختہ جاں پختہ نظر پختہ اثر پختہ خیال  
 پختہ دل پختہ جنون و پختہ ساماں کیا ہے  
 یوں بھی ہوتی ہے شہادتِ مردِ مومن کو نصیب  
 ہے جلدیں ہر قدم پر کفر و ایماں کیا ہے  
 زندگی تیری جہادِ مستقل تھی اے شہید!  
 موت ہے عظمتِ گنجِ شہیدان کیا ہے  
 زخمِ ابھی جو ہر کا تازہ تھا کہ لے جانِ وطن  
 ہو گیا ہندوستان پر تو بھی قرباں کیا ہے

مادرِ ہندوستان کی بے کسی تو دیکھئے! ایک سینہ اور ستودارِ عزیزاں ہے ہاں  
 تجھ کو آزادی نے آزادِ دو عالم کر دیا اے بعد از گوشتِ ملکِ غلاماں ہے ہاں  
 مرتے مرتے تیرے لب پر تھا پیامِ اتحاد ہائے اے دیوانہ توحیدِ انساں ہے ہاں  
 آہ! تیرے مذہبِ آزاد کو سمجھے گا کون؟ تیرا مذہب تھا بلند از کفر و ایماں ہے ہاں  
 اٹھ کے پھر دستِ جنوں کو نصرتِ اعجازِ منتظر ہے اب بھی ظالم کا گریباں ہے ہاں  
 اے تصدق ہے اسی تھی سے میرا بھی خمیر جس نے بخشا تھا تجھے اک بے حیواں ہے ہاں

مجھ میں بھی ہے اک جنونِ فتنہ سا ماں غم نہ کر

چاک کر ڈالوں گا ظالم کا گریباں غم نہ کر

غم نہ کر اے نو بہارِ باغِ رضواں غم نہ کر ایک دن آزاد ہو جائیگا بُتاں غم نہ کر  
 ہے تھن اپنے تجھ کی کاسنگیں سو منات ہے دلِ محمودِ پر یہ رازِ عیاں غم نہ کر  
 میرے حصے میں بھی آئی ہے وہ میراثِ جنوں جو سرِ بازار لٹو ایسی داماں غم نہ کر  
 فطرتِ سودا میں ہیں ذوقِ نو کی بجلیاں دھجیاں ہو جائیگا خود ہی گریباں غم نہ کر

رُخِ کمندِ عشق کا بے لاگ ہونا چاہیے      صید ہو جائینگے اکدن کفر و ایمانِ غم نہ کر  
 گرمیِ خونِ دل دیا نہ ہے مانیِ مزاج      کھل اُٹھیں گی خود بخود دیوارِ زنداں غم نہ کر  
 وہ بھی دن آنے کو ہیں اہمِ طبیبِ قیاس      مین جاؤنگا مگر چیخِ گناہِ زنداں غم نہ کر  
 آج میں ہوں اور زلیخاؑ غلامی لے عزیزؑ!      کل یہ ہوگا اور مجھ پر یوسفؑ کا دامنِ غم نہ کر  
 خود بخود چھلکیگا فرطِ شوق سے تیرا لہو!      جب کبھی پہنچی گئی تصویرِ زنداں غم نہ کر

ظالموں کے قلب ہونگے اور پیکانِ وطن  
 کھل اُٹھیں گے خون کے پھینٹوں نے امانِ وطن

---

# محمد صادقؑ

عمر بھر ذوقِ ولّاسے جو فنا کوں ہو      آج وہ فرضِ محبت سے سبکدوش ہو  
غالبِ حال تھا جذبہ جو فدائیت کا      آخر کار شہادت سے ہم آغوش ہو  
زندگیِ دلِ ریاضت میں گزاری لیکن      حجلہ گور میں جب آئے تو گل پوش ہو

”داد خوا ہے یہاں حسرتِ بیل باقیست“

”قطرہ خوں بسر دامنِ تاتل باقیست“









ساعتیان

غزلیات

(..... سے ۱۹۳۳ء تک)

گیارہواں باب





## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سنا مفتی مجھے وہ نغمہ کہ جھوم جائے شباب تیرا  
 اگر ذرا بھی کیا تکلف تو چھین لو نگار باب تیرا  
 غور کر نغمہ ریزیوں پر مگر محنتی یقین نہ رہا  
 وہیں بنا ہے یہ سازِ دل بھی جہاں بنا ہر باب تیرا  
 صبح کیوں میں میں نے سو گئی ترے تبسم کی بوئے نازک  
 عین چشموں سے میں نے دیکھا اُبل رہا ہے شباب تیرا  
 بلند ہر بند و بست سے تھی حدود میں تیری خواہ گم کی  
 وہ اک نگاہ خیال میری جو لوٹ لائی حجاب تیرا  
 نہ میری آنکھیں سکوں تماشائے تیرے جلوے قرار فرما  
 ہیں ایک سی کشمکش میں دونوں نگاہ میری شباب تیرا

”جنون ہنگامہ میری آہیں ”فسادِ عیاں“ تری نگاہیں  
 تباہی کائنات ہیری مری جوانی شباب تیرا  
 — لبوں سے مس کر کے تو نے ساقی کیا تھا لبریزِ جوازل میں  
 نظر میں اب تک چھلک رہا ہے وہ ایک جامِ شراب تیرا  
 حساب کی فرصتیں کسے ہیں مگر یہ دنیا کا فیصلہ ہے  
 وفا جو ہو بے حساب میری ستم جو ہو بے حساب تیرا  
 یہ تیری روشن نگاہیاں ہیں کہ رات بکلی بنی ہوئی ہے  
 لطیف پر دوں میں سونے والے چمک رہے شباب تیرا  
 پہاڑِ تمکین کے کھڑے ہیں حیا کے چشمے چھلک رہے ہیں  
 عجیب و گھپ منظروں سے گزر رہا ہے شباب تیرا  
 کچھ اس مسامت سے جھوم کر چل کہ ٹوٹ جائے نظامِ کائنات  
 شگفتگی بن کے چھوٹ نکلے کلی کلی سے شباب تیرا

یہ تیری ساغر سیاہ مستی جیسن کیشی یہ مے پرستی

کہیں نہ دنیا تباہ کر دے مذاق خانہ خراب تیرا

دینے مجھے پیغام تری جلوہ گری کا جھونکا ابھی آیا ہے نسیم سحری کا

آوارگی عشق کی حسرت کا بھلا ہو مقصد ہی نہیں کچھ مری در یوزہ گری کا

ہر ذرہ بے قدر تری راہ گزریں ہے نقطہ آخر مری عالی نظری کا

کہتے ہیں جسے موت سب اس ہر میں ساغر

دھندلا سا تھیل ہے مری بے خبری کا

دل میں اے روح بیتاب اک شہر آوار اٹھا عشق کا کوئی سوز سنا دومتوالی ساز اٹھا

اول و آخر کی پڑ عشق میں پور فی حشر ہے یا فکر انجام نہ کر یا قید آغاز اٹھا

روح سے گویا دل ساغر سوز آباد تر تم تھا

آتش محفل سرد ہوئی جب محفل سے ساز اٹھا

عشق ہنگامہ فروش حسن ہنگامہ نواز رنگ محفل مانع نظارہ محفل ہوا

نصف قطرہ خونِ حسرت کا بنا دنیا کو شق      قطرہ باقی سوادِ جلوہ گاہِ دل ہوا  
 ڈوب کر اُبھری پھر آئی لاشِ دُشِ معوج پر      ناخدا مژدہ کہ میں آسودہ ساحل ہوا  
 سامنے آتے ہی اُنکے آنکھ پر غم ہو گئی      جانے کیا دیکھا کہ ضبطِ آرزو مشکل ہوا

یہ محفل میں کس نے مدِ مرگیت گایا      سنبھالو سنبھالو مجھے وجد آیا  
 سیہ خانہ غم میں یہ کون آیا      زمین مُسکرائی فلک — جگمگایا  
 بڑی بھول کی حُسن سے دل لگایا      دوانے یہ ہے ایک سپنے کی مایا  
 مجھے دیکھے دعوت اُنہیں بھی بلایا      الٰہی جہن پر گمناؤں کا سایا  
 محبت میں ہم پر یہ کیا وقت آیا      نظر بھی پرانی ہے دل بھی پرایا  
 محبت میں سودوزیاں کی نہ پوچھو      بہت ہم نے کھویا بہت ہم نے پایا  
 ادائیں تری کوئی سمجھا نہ سمجھے      ہنسا کر رُلایا، رُل کر ہنسا یا  
 نہ میں ہوں نہ وہ ہیں نہ دین اوڑنیا      جنونِ محبت کہاں یہ کھینچ لایا



غزل میری ساغر وہ نغمہ ہے جسکو  
جوانی نے لکھا محبت نے گایا

جو تیرے لب پہ باندا نہ مٹتا نہ ملا      زبانِ طائرِ سدرہ پہ وہ ترانہ ملا  
ہر ایک سانس پہ کرنے پڑے مجھے سجدہ      قدم قدم پہ تمہارا ہی آستانہ ملا  
فقس کے بعد ہم آزاد ہست بوردی      نہ آشیانے کو ڈھونڈا نہ آشیانہ ملا  
جو ساری رات مرتب کیا ستاروں نے  
دم سحر و ورقِ گل پہ وہ فسانہ ملا

بُری طرح مری تردہنی ہوئی محبوب      نظر اٹھا کے جو دیکھا تو آفتاب تھا  
جہاں پڑی وہیں اکوٹ کھلے بیٹھ گئی      مری نگاہ کو اندازہ شباب نہ تھا  
ترے فراق کے جاگے ہوئے تھے کیا سوتے      ہماری قبر کا سبزہ بھی موجِ خواب تھا  
حس آب و رنگ میں چاہا اُسی میں دیکھ لیا!  
اک اعتبار نظر تھا تر است شباب نہ تھا

میں نے کبھی دل سے اک سجدہ کیا ہوتا      کعبہ مری عظمت پر سجدے میں گرا ہوتا  
 کیوں وکن یا تم نے آنکھوں کے اشاروں سے      دلچسپ افسانہ کہنے تو دیا ہوتا  
 یہ آنسوؤں کی بارش و جوشِ تصویر میں      اے دُوبی ہوئی آنکھو! میں ڈو گیا ہوتا  
 تو نے جسے ظالم تلواروں سے لٹالا      شاید یہی اک آنسو تاجِ وفا ہوتا  
 مارا مجھے اے ساغرِ فطرت کی عنایت نے

یا وہ نہ ملے ہوتے یا دل نہ میلا ہوتا

انتخابِ جمال نے مارا      جلوہ خال خال نے مارا  
 قربتِ حُسن کو ترستا ہوں      دُور کی دیکھ بھال نے مارا  
 پُرسشِ حال کا گلہ معلوم      کوششِ عرضِ حال نے مارا  
 رہ گزریں کہاں کہاں بچے      ہستی پائال نے مارا  
 کیا ہو عزمِ گستاہ اے ساغر  
 روز کے انفعال نے مارا

زینتِ دستِ حسینِ دُنیٰ محفل ہوتا      تم نے جس پھول کو توڑا وہ مراد مل ہوتا  
 کثرتِ کشمکشِ شوق نے رو کا مجھ کو      ورنہ اب تک میں کبھی کا سر منزل ہوتا  
 نہ تم اٹھکر مری آغوش سے رسوا ہوتے      نہ مرتب یہ فسانہ سرِ محفل ہوتا  
 ناخدا کی روشِ منکر نے مارا ورنہ      غرق ہوتا میں جہاں پر وہیں اصل ہوتا  
 کھل گئے بزمِ پراسرارِ محبتِ ساغر

اور کیا محویتِ دید سے حاصل ہوتا

کیوں گرفتار مجھے لے مے صیاد کیا      اور بھی فطرتِ آزاد کو آزاد کیا  
 یہ تری بزم کا اندازِ یہ نظروں کا قریب      ہر غم اندوز یہ سمجھا کہ مجھے شاد کیا  
 اللہ اللہ رے تری بزم کی عاشقِ طلبی      ہنس پڑیں یہ سمجھا کہ مجھے یاد کیا  
 دل کی بربادی کا غم کیوں جو حقیقتِ یہاں      غم نے آباد کیا غم ہی نے برباد کیا  
 میں کہ تھارِ وحِ نفسِ جاںِ نفسِ ناقص      کس کمی پر مجھے صیاد نے آزاد کیا  
 غنچے نے نہکتِ شبنم نے شمیمِ وگل نے      سا گلشن نے تجھے وقتِ سحر یاد کیا

میری پروازِ بہاریں جو چمن میں دیکھی      باغباں چرخ اٹھایوں اسے آزاد کیا  
نہ ملا نام کو ایجادِ محبت کا جواب      عمر بھر تجزیۂ عالم ایجاد کیا

قیدِ ہستی بھی ہے فطرت کی غلامی ساعز  
کاش یہ حکم سنوں جا بچھے آزاد کیا

جلوۂ ماہتاب نے لوٹا      تیرے اندازِ خواب نے لوٹا  
روئے سیمین نقاب نے لوٹا      ملحدانہ کتاب نے لوٹا  
عشق خانہ خراب نے مارا      حُسنِ رنگین نقاب نے لوٹا  
بے حجابی کے سب شکار ہوئے      ہم کو تیرے حجاب نے لوٹا  
عافیت تیرے احترام میں تھی      عدمِ اجتناب نے لوٹا  
زہد اُن پر ٹٹا دیا ساعز

جو بچا وہ شراب نے لوٹا

اُن کے ہونٹوں پر تسمیۂ نہایت بے حجاب      ہو گیا شاید مرا حالِ تباہی کامیاب

یہ مری مایوسیاں اور اس قدر تنگنا کہ خیز  
 یہ مری ناکامیاں یارب! دلتنی کامیاں۔  
 میں اُس اک لمحہ کو عمرِ جاوداں سمجھا گیا  
 جس میں آیا اور خست ہو گیا عہدِ شباب۔

پتہ منزل کا اک بڑھو نہاؤ آسمان ہو کر  
 میں پھر انحرائی لیتا ہوں غبارِ کاروان ہو کر  
 ابھی سے تنگدل ہی کیوں ماند بگمان ہو کر  
 مجھے تو پھیلنا ہے زندگی کی داستان ہو کر  
 مجھے اٹھنا ہے اس تشکد سے سرگردان ہو کر  
 حادث نے بچھایا بھی تو پھیلتا گدا ہواں ہو کر  
 غمِ امروز پر کیوں نذر کروں عشرتِ فردا  
 بہاؤں کا مٹا دوں کیفِ منعمِ خزان ہو کر  
 مزہ ملتا تھا مجھ کو زندگی میں درالفت کا  
 ہے تھے کچھ دنوں نہ شاملِ لگ ہا جان ہو کر  
 اسی شیرازہِ برہم سے پھر تعمیر نو ہوگی  
 ہی دڑے کبھی سورج بنینگے رائگان ہو کر  
 وہ معراجِ ترقی کیا جو فستِ میسر ہو  
 ابھرتا تو اسی کا ہے جو ابھرتے نشان ہو کر  
 بیسے کے لئے کیا نخلِ طوبے بل نہیں کتا  
 نظر کیوں گئی محد و دشاخِ آشیان ہو کر  
 زلمے میں ہے کچھ یادگارے فطرتِ فانی  
 اگر ملنا مقصد ہے تو مرٹ جا آسمان ہو کر

مری مٹی میں وہی شرفِ ہے مگر ساغی

لڑوں کیوں آسماں سے خانہ زادِ آسمان کو

کہاں جاتے ہیں لے سارِ ڈاٹلے جُدا کو <sup>ق</sup> مرے حیرت کدیں گئے ہیں آئینا ہو کر

لبوں پُر کراہٹ آنکھڑیوں میں ق کی مستی جوانی اور محبت کا مجسمِ میکدہ ہو کر

نگاہوں سے ہویدا نوگزاری کی کچھ نشانیں محبت کے مصائب میں یکا یک مبتلا ہو کر

نظر سے مجھے پھٹ جانے کی لاکھوں حسیں سراپا آرزو بن کر مجسمِ التجا ہو کر

جس میں پینچ ٹیکادوش پیکر بے ہوئے گیسو شہرت کا چاند بن کر اور سادوں کی گھٹا ہو کر

کہاں ہے عشق، ظالم عشق، کس عشق بے پروا؟

ظلم ناروا، اور حُسن پر اک دیتا ہو کر!

چھینکے وہ کہاں تک مجھ سے محبوبِ حیا ہو کر کسی دن سامنے آجاؤنگا میں آئینا ہو کر

ملایا ان کے جلووں پر فدا ہو کر فنا ہو کر نظر میں بکلیوں کا ساما شاہ گیا ہو کر

خود اپنا رہنما ہو کر خود اپنا ناخدا ہو کر میں جا پہنچا سر منزلِ غبارِ زیرِ پا ہو کر

مری پابندیِ اُلفت پیوں نہ دے مجھ کو      تمام آزادیاں حاصل ہوئیں میں مبتلا ہو کر  
 فراقِ اکنام ہے اُلفت کی تعبیرِ خیالی کا      وہ جاتے ہیں مگدول نہیں جاتے جدا ہو کر  
 نگاہیں تو اٹھاؤ کب تک خریہ جیا کو شہی      مجھے بالکل ہی کھو دو گے پشیمانِ جفا ہو کر  
 عدم کے گوشہٴ محفوظ سے بھی کھینچ لاؤنگا      کہاں جا کر چھپو گے میری نیا سے جدا ہو کر  
 فقس ہی میں اٹھلاؤ گلستانِ دشمن کو      یہیں آخر ہمیں اکدن پھڑانا ہے رہا ہو کر  
 مری مچیں، مری کشتی، مرادیا، مر اٹوٹا      پہنچ جاؤں گا سہل تک داپنا ناخدا ہو کر  
 مکاں سے لا مکاں پھر اور اُکلا مکاں پہنچا      زمیں پر کیوں ٹھرتا ہیں تیری خاکِ پا ہو کر  
 خدا حافظ ہو اب ہو جو کلا دریا کا طلاطم کا      کہ میں غل ہوں کشتی میں مزاجِ ناخدا ہو کر

ہمارا نعمتہ جانِ حزیں کچھ بھی نہ تھا سا غور

مگر گونجا ہی اک عمر تک بانگِ دراہو کر

حُسنِ صبیح ہے ترا یا سمن و سمنِ فروز      آتشِ گلستاں ہے تو تیری ضیا جہنِ فروز  
 آپ کا پر تو جہاں شعلہٴ بزمِ حُسن ہے      آپ فروغِ شمع ہیں، شمع ہے انجمنِ فروز

سوزشِ عشق نے دیا خوب چرائے تیرگی      داغِ دلِ حزیں ہوا زبردِ کفنِ فروز  
رنگ لے صبا چلی آتشِ گلِ مہرُک بھی      آگ بہا سے لگی پھول ہوئے چمنِ فروز

تیری نگاہِ ناز ہے بزم میں نشترِ فروش      آئینے ہیں شکستہ دل اور ہے شمعِ فروش  
ختم ہوئی متاعِ نور آئیں کلیم کیا ضرور      بند ہوئی دکانِ طور کوئی نہیں شترِ فروش  
لطفِ غلش ہو ختم کیوں ختم جگر کو چھیدوں      نشترِ غم خرید لوں ہے کوئی نشترِ فروش  
مول لیا ہے دردِ دلِ ذوقِ نگاہِ سچ کر      جلوہ سرائے حُسن میں ہیں تہی ہوں نظرِ فروش  
سب کو نہیں خصمتیں سپرد بارگہ بہار میں      مہج صبا ہے گلِ فروش ابرِ چمنِ گہرِ فروش  
نقدِ دعا کے زعم میں جانے لگی فغاں کہاں      کھدو کہ بامِ عرش پر کوئی نہیں اثرِ فروش  
تیرا شبابِ خودِ ناخالقِ صبحِ شام ہے      زلف تری شبِ آفریں تیری جبینِ حُرِ فروش

ساغرِ کشتہ جفا خلق میں نام کر گئی

معرکہِ وفائیں پھر کوئی ہوا نہ سہرِ فروش



مجھے ذوقِ تماشا وِحد وِیچ وِحران تک  
 مری سیرِ نظر محدود ہے خواب پریشان تک  
 نہ پوچھو وسعتِ جذباتِ وحشتِ مختصر یہ ہے  
 ہزاروں کوں کا چکر ہے من گریبان تک  
 ہجومِ جلوہ سے پیدا تھے لاکھوں شہرستے میں  
 نگاہیں کیا پہنچیں ان کی زمِ قنہ سماں تک  
 کوئی ایسا بھی کانٹا ہی مری قبرِ شکستہ پر  
 سلامِ شوق لے جائے بہارِ گلِ بدایاں تک  
 ابھی ٹھہر کر ہے نظارہٴ دامنِ ترباتی  
 ابھی تو چار آنسو آئے ہیں چاکِ گریبان تک  
 محبت کس کو لے آئی خرابِ بادِ عبرت میں  
 لرز اٹھے مری تہمت کے ذرا پریشان تک  
 فضا نے سے نغمے پھونکے گئے محبت کے  
 ربابِ دل کی آوازیں پہنچے دوستان تک  
 مری تنہائیوں کی خوفِ سامانی اے توبہ  
 کہ پرانے نہیں آتے چراغِ شامِ حیران تک  
 چمن سے تہہٴ تم ریزا دایں ساتھ لائے ہیں  
 کھلی کلیوں کا عالم ہے مگر گھر گلستان تک  
 مرے مٹتے ہی مٹا بیٹنگی ثنائیں حسنِ بہم کی  
 تری لہروں کے چہرے میں مہراںِ شیاں تک

ہُشیار ہوئے فطرتِ برباد رہوں کتبک  
 آخرِ دلِ آوارہ مالِ جن جنوں کب تک

سیلابِ تبسم سے دریاںِ جراحت کر      بکھڑے لہلہاں کے آلودہ خوں کب تک  
 ہر سانس سے پیدا ہے اک عالمِ نودل میں      دنیا میری حسرت کی یوں بوقلموں کب تک  
 دمِ وقت پہ نیکے کا عشرت ہو کہ فرقت ہو      جینا تو بجا لیکن ہر مر کے جیوں کب تک  
 فریاد کو سب ل کی تسکین تو کہتے ہیں      یہ کوئی نہیں کہتا فریاد کروں کب تک  
 ساغرِ مری مینوشی مجبورِ تفسر ہے!

آخر نہ پیوں کب تک پھر یہ کیوں کب تک!

میں تری یاد میں صبحِ ازل سے بیکل      مختصر نہ کہ غم بھی ہوا اک طولِ عمل  
 نہ ترود نہ تفسر نہ جہنم نہ عذاب      کس فضا میں لے پھرتا ہے مرا حسنِ عمل  
 رنگ ہے جزو غلطِ عالم بے رنگی کا      اُسے کیا کہئے جو سمجھا مجھے نقشِ مہل  
 میری خود داریِ احساسِ الٰہی تو بہ      خود ہی رنگِ شربِ تار ہوئی وہی مشعل

جانِ ہر کا شانہ ہم سامانِ ہر بریانہ ہم      ہم میں نیم آرا ہے سہتی لے دلِ دیوانہ ہم!

توڑ دیں گرینِ بدستی میں اک پیمانہ ہم      از سر نو ڈالیں بنیا و صدیخانہ ہم  
 ہو نہیں سکتے اسیرِ کعبہ و تہخانہ ہم      ہیں براہِ راست مجھ جلوہ جاناں ہم  
 مری جائیں گے زخیر پائیں کہ تو آنے کو      خون سے اپنے کریں روشن چراغِ خانہ ہم  
 شمع بھی سنتی رہی پروانے بھی سنتے رہے      اور وہ سوتے رہے کہتے رہے افسانہ ہم  
 اپنی محفل میں نہ طعنِ بے زبانی دے ہیں      وقت آئے گا تو کہدینگے ترا افسانہ ہم  
 کب تک آخرِ جبرِ جبرِ قطرہ قطرہ سا قیا      لا الہ الہیں آج پیمانے میں کلِ میخانہ ہم  
 عینِ مستی میں اے ساتی اگر انگرہ الی لیں      عرش پر رکھ دیں اٹھا کر ساغر و بیخانہ ہم  
 رہنمائی اٹھتا ہے ساغری پائے ساتی سے کبھی

پھر بھی ہیں ناقابلِ یک سجدہ میخانہ ہم

لوٹ کر نیند لے گیا میری      نرگسِ نیم خواب کا عالم  
 کھلے پھولوں میں صبح کا منظر      بند کلیوں کا خواب کا عالم  
 وہ تبسم کی چاندنی ساغری      وہ شبِ مہتاب کا عالم

شوق بیکار و جذبِ لُنا کام      میں نے خود اپنے عشق کا انجام  
 آہ وہ صبح اور ہائے وہ شام      جب تر عشق تھا نشاطِ انجام  
 اُس کو کیا بھجئے کوئی پیغام      دل میں بھی لے سکیں جس کا نام  
 شعلہ اٹھ اٹھ کے نغمہ گاتا ہے      زندگی سرسبز ہے سوزِ تمام  
 عصمتِ حُسن اے معاذ اللہ      بھولنا چاہتا ہوں تیرا نام  
 تیری نظروں نے کر دیا کامل

ورنہ ساغی تھا ایک شاعرِ خام

اللہ اللہ یہ سیکھ کے کا نظام      مقتدی ہے کوئی نہ کوئی امام  
 جامِ پر لب ہے لب پہ تیرا نام      روز و شب، شام و صبح و شام  
 ہے یہ دنیا عاشقی کا نظام      مرگِ آعن ز زندگی انجام  
 دلِ نازک امینِ سوزِ تمام      عشقِ فطرت کا آتشیں پیغام  
 ہے مآلِ جفا و وفا انجام      عشقِ آزاد اور حُسنِ غلام

ماسوا کا بھلا یہاں کیا کام      کعبہ عشق میں ہے حُسنِ اہام  
 ان کا جلوہ نشاطِ مستی و کیف      موج در موج 'اور جام بہ جام  
 گردشِ روزگار بھی ہے شہید      صرف میں ہی نہیں قسبِ خرام  
 جس پہ قربانِ کُل جہانِ نیاز      ہاں ذرا سُکرا کے پھر وہ سلام  
 میں خود اپنے خیال سے آزاد      تو اسیرِ نسیمِ حلالِ حرام  
 اب کہاں نو قشتقہ رگیں      اب کہاں جلوہ ہائے ما و تمام  
 زندہ رہنا ہے اک جہادِ عظیم      خود کشی ہجریں ہے جذبہٴ خام  
 مر کے بھی ہم دکھائے دیتے ہیں      پھر نہ دینا ہمیں کوئی الزام

مر گیا بتکدے میں ساغی کج

وہ مریدِ تبسمِ اصنام

جلوہٴ صبحِ ریزہ ہے شامِ چمنِ طرازیں      جاگ ہی ہیں نکلتیں پھول ہیں خوابِ نازیں  
 لغزشِ شوق دیکھے حُسن کی بزمِ نازیں      غیر کے پاؤں پڑ گیا بخود ہی نیازیں

وضع کی پاسداریاں شوق کی غم گساریاں  
عشرت غزنوی کہاں غم کدہ ایا ز میں  
حسرت دید چھوڑ دوں میں بھی کوئی کلمہ ہو  
جان پھیل جاؤ نگہاں معرکہ نیاز میں  
درو کی برق پاشیاں مایں کی دل خراشیاں  
ہونے لگیں تلاشیانِ دہ سہرا ز میں  
رہبانے بونے گل کے ساتھ کھینچ لی روحِ عنیدہ  
چونک پڑی کلمی کلی دہنِ عطر ساز میں  
اے مرے ذوقِ بخودی اتنی بات نہ گئی  
بے خبروں کی مانگ ہو شبتِ جنوں ز میں  
تیری نگاہ مست و دعوتِ جذب ہوشِ دی  
جب تری نظر لگی جی نہ لگانا ز میں

مست سر و عشق ہو سرخوش کیفِ حُسن ہے

جذبہ مے کشی کہاں ساعی پاکباز میں!

کشتگانِ نگہِ ناز کو رسوا نہ کریں  
دیکھنے والوں سے کھدو کہ تماشا نہ کریں  
حشر والے مے جذبات کا چرچا نہ کریں  
حُسن کو منقعلِ وعدہ فردا نہ کریں  
حُسنِ آمادہ پریش ہے باندازہِ عنم  
کاش ہم آج بھی اظہارِ تمت نہ کریں  
ہجر ہلک ہی سہی دل کی راحت معلوم  
کاش ہم یہ بھی محبت میں گوارا نہ کریں

آنکھ نے سیکھ لیا، عملِ جذبِ جمال      آپِ طبعِ رِپڑانے کا ارادہ نہ کریں  
 پنچی نظروں سے گزرجائیں گئے والے      دل کی ٹھہری ہوئی دنیا تو بالانہ کریں  
 قدرتِ حسن میں ہے جزر و سکونِ جذبات      آپِ مہم سے ڈرتے ہیں تو پیدا نہ کریں  
 کیوں خموشی میں کٹے لمحہ بُرا دئی دل      اتنی فرصت میں مرتب نہی دُنیانہ کریں

عہدِ ساغی میں یہ فرمان ہے تقدیرِ سرور

لوگ بے حرمتی ساغ و مینا نہ کریں!

نغمہ حسن نہیں درد کی آواز نہیں      کیا قیامت میں کوئی انجمنِ ناز نہیں؟  
 رقص میں برقِ ہمتِ سنہ پڑے ہیں      کیا تری شوخ نظر صاعقہ پدا نہیں؟  
 وسعتِ ذوقِ تماشا نے جسے دیکھا ہے      ہاں میں کہتا ہوں تجھ میں بھی انداز نہیں  
 میری تخلیقِ تبارش ہے مقدّر کو مے      باوجودیکہ مقدّر پہ مجھے ناز نہیں  
 تیرے نعروں کی گنگ میں ترم پدا      عشرتِ وحی ظالم تری آواز نہیں  
 فیصلہ یہ کہ جو چاہے اسے لے جائے      واقعہ یہ کہ ابل بہ پہن ناز نہیں

عشق تکمیل دو عالم ہے مگر نقص یہ ہے اس کے انجام میں کیفیتِ غار نہیں

کرتا ہوں یوں وسیعِ فریبِ نظر کو میں      ذرتوں میں ڈھونڈتا ہوں تری رہگزر کو میں  
 رسوا کرونگا سوزِشِ داغِ جگر کو میں      اٹھا ہوں لیکے حشر میں امانِ ترکو میں  
 مقسومِ دل کرو غلشِ نیستہ ترکو میں      اب تری نظر سے لڑا دوس نظر کو میں  
 میرا مذاقِ عشقِ زمانے پہ کھل گیا      مجبور بھٹا چھپا نہ سکا چشمِ ترکو میں  
 دل مستی نگاہ سے اک چیز ہو گیا      سرشار دیکھتا ہوں خرابِ نظر کو میں  
 خاموشیِ جمود میں پھونکو نگا صوِشر      تیری خبر سنا کے دلِ بے خبر کو میں  
 یا آرزو نے عمرِ محبتِ سنوا دی      یادِ ستِ آرزو سے گیا عمرِ بھر کو میں!  
 کتنی گداز بخش ہے صبحِ تجلیات      پاتا ہوں ہفتن میں نیمِ سچم ترکو میں  
 گریہِ نشاطِ چشم ہے اے بیخودی مگر      کس دھوپ میں سکھاؤنگا دامنِ ترکو میں  
 کس وسیع غم کی موت میں ہیجانِ یاس ہے      اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہوں رنجِ نوحہ ترکو میں



ساغرِ یہ شباب میں معیارِ مے کشی!

آنکھوں سے کھینچتا ہوں شرابِ نظر کو میں!

یاد ہیں خوب یاد میں بلی ہوئی کمانیاں عشق کی جہائیاں حُسن کی لائیاں

حسن اور اس گداز کا عشوہ اور تاندلِ ربا ایک تھے شباب پر مٹ گئیں جوانیاں

ذوقِ نظر وصال میں سرِ خوشِ کیف ہو گئیں شامِ فراق کی ابھی یاد میں خونچکانیاں

حسرتِ قتل ہو گئی شوقِ نیا میں فنا دامنِ ناز پر ترے چھوڑ گئی نائیاں

ساغرِ مستِ عشق کو درگاہِ حُسن سے ملیں

فلک کی یہ بلندیاں نظم کی یہ روایاں

بغنے ہوئے چھٹے فطرت کی باہریں پیدا ہوئیں بانیں جنگل کی خاموشی میں

اس وقت کی اُداسی ہے دیکھنے کے قابل جب کوئی رد رہا ہوا فسرہ چاندنی میں

کچھ تو لطیف ہوتیں گھڑیاں مصیبتوں کی تم ایک ن تو ملتے دو دن کی زندگی میں

ہنگامہ تبسم ہے ہیری ہر خموشی تم مسکرا رہے ہو دل کی شکفتگی میں

خالی پڑے ہوئے ہیں بھولوں کے صحیفے رازِ چینِ نہاں ہے کیلوں کی خاموشی میں

کس درجہ عبرت افزا ساغر کی نئے کشتی ہے

لرزے پڑے ہوئے ہیں دنیا کے بے خودی میں

تھی سرِ مہر جوئے میحانہ کہن میں اب وہ چھلکے ہی ہیں پناے انجمن میں

خاموشی فضا سے تیری سُنی ہیں باتیں کائی ہیں میں نے راتیں تاؤں کی انجمن میں

میرے شگفتگی میں دیریاں نہاں ہیں کھوئے ہوئے ہیں لاکھوں صحرا کے چین میں

سرگشتہ حرم کی ہو تبکدے میں دعوت بھر دو اذانِ کعبہ ماقوس برہمن میں

کعبہ بھی تبکدہ بھی خلوت بھی انجمن بھی دل اک عجیبے ہے پڑے سرائے تن میں

کس ہستی سے حجابِ عالم ایجاد ہوں جانے کب اس جہانِ خواب میں آباد ہوں

ہم صغیریں پر قیامت ہے مری گم گشتگی اور میں آسودہ طوفانِ ابرو آباد ہوں

ہلنس کے ساتھ ہیں ہستی کو میری سوگد از گھلنے والی ایک شمعِ محفلِ ایجاد ہوں

دیکھئے کیا آفتیں لائے فریبِ انبساط      آج میں کچھ بھر ضرورت زیادہ شاد ہوں

داستانِ کیف میں سنا عمری بے کیفیاں

بزمِ ہستی میں نشاطِ دوش کی روداد ہوں

سازِ پروانہ نہیں شمعِ محفل نہیں      میرے سوزِ عاشقی کا کوئی حاصل نہیں

اب حقیقت سے کسی ادراک کا سائل نہیں      میں اُس منزلِ باطل بھی جاں باطل نہیں

وہ سوالِ لطف پر پتھر نہ برسائیں تو کیوں؟      اُن کو پروائے شکست کا سائل نہیں

خونچکاں غرقِ تنہا زار سا، بیمار سا      آپس کو کیا بنا لائے یہ میرا دل نہیں

میرے آنسوؤں کے دامن پر تارے بن گئے      کون کہتا ہے کہ یوں رونے سے کچھ حاصل نہیں

شمع ہے فانوس میں بجلی کنارِ ابر میں      سینہ گرم محبت میں نمودِ دل نہیں

تجھ کو کیا معلوم انجامِ شکستِ آرزو      تو خدا رکھے ابھی فطرت شناسِ دل نہیں

تم بلاؤ بھی تو کسے حالِ آتا ہے کون      اب نیازِ عشقِ بزمِ ناز کے قابل نہیں

ناخدا ابھیگی ساحل پر نہ کشتی کیا کہا؟      ناخدا ہے تو خدا کے کشتی دساحل نہیں

بے رہا تہ تعین سے مری فکرِ عبو اے زہے قیمت کہ میرے سحر کا سہل نہیں  
 یہ مری توہین پر دازا در یہ ناکامیاں اُرکے منزل تک جو پہنچا ہوں تو منزل نہیں  
 شمع کو خاموشی اور پڑاؤں کو خست و جس محفل ہے عبارت وہ سرِ محفل نہیں  
 ختم ہو جائے نہ گویائی کی قوت دیکھنا

یہ حدیثِ حسن ہے ساغرِ حدیثِ دل نہیں

وہ زندگی کے منے ایک گلستاں میں نہیں کوئی بہار سے کدے ہم آشاں میں نہیں  
 کبھی وہ دن آئے کہ ہر سانس تھا سرورِ نشاط اب ایک نغمے کی قوتِ باطن میں نہیں  
 روانہ ہیں ہے تراہمتِ آزا ہوتا کہ تابِ صبر مری جانِ ناتواں میں نہیں  
 سکوتِ صبحِ اسیری اے معاذ اللہ کہ ایک پھول بھی بیدار گلستاں میں نہیں  
 پتہ ہی منزلِ مقصود کا نہیں ملتا چھپی ہوئی تو کیسے گردِ کارواں میں نہیں  
 میں کیا بتاؤں وفا کا مال کیا ہوگا؟ وہ تیرے علم میں جو مجھے گماں میں نہیں  
 یہ کد و برق سے تکلیفِ آشاں کیسے بہارِ باغ میں ہو میرے آشاں میں نہیں

جو سوچتا ہوئے ہی تجھ سے کہہ نہیں سکتا مرے خیال کی قوت مری زباں میں نہیں  
 ہے رنگ و بو کے حجابوں کے نیلے نظر وہ پھول دیکھ رہا ہوں گلستاں میں نہیں  
 بدل گئی ہیں فغاں میں جس کی آوازیں کوئی خوابِ محبت تو کارِ داں میں نہیں  
 مذاقِ دہر ہے لبِ لہو سکوں ساغر

مگر شرابِ سکوں ساغرِ جہاں میں نہیں!

اب رو رہا ہوں عصمتِ از نہاں کو میں پہلے ہی کیوں سمجھ نہ گیا رازِ داں کو میں  
 سجدوں میں کر کے جذبِ آستان کو میں کعبہ بناؤں گا سرِ سودا نشاں کو میں  
 کس طرح دوں پیامِ غمِ جاودا کو میں قابو میں ہو تو روک لے عمرِ رواں کو میں  
 رُکے ہوئے ہو قوتِ آہ و فغاں کو میں! جب پاپوں میں مومیں میں دو جہاں کو میں  
 سمجھا ہوں تھے پاسِ دلِ نیماں کو میں خود آ رہا ہوں سپشِ دردِ نہاں کو میں  
 سجدے مری جبین کے نہیں اس قدرِ حقیر کچھ تو سمجھ رہا ہوں تھے آستان کو میں  
 شکوہ ترا ہے شرکِ محبت مے لئے جنبش بھی ہو تو کاٹ کے رکھ دوں باں کو میں

اب پوچھتے ہیں کیا تجھے میری تلاش ہے      جب ساری عمر جھان چکا خدا کو میں  
 باقی ابا متحانِ وفا میں ہے اور کیا      لے ضبط کر گیا تھے دردِ نہاں کو میں  
 اک عالم عجیب ہیں آخر پہنچ گیا      طے کر کے منزلِ قفسِ و آسیاں کو میں  
 ہے اسکے بعد عالم بیدار عظیم      سمجھا لحد میں حکمتِ خواب گاہ کو میں

محفلِ خموش صبح کے آثار جلوہ گر

اب حکم ہو تو ختم کروں استاں کو میں  
 خیال میں مسکرا رہے ہیں دماغ میں جگمگا رہے ہیں  
 میں اُن کو دل سے بھلا رہا ہوں وہ اور بھی یاد آ رہے ہیں  
 میں ردِ روحانیت کی معن میں عمل کی دنیا بنا ہوا ہوں  
 وہ ہیں کہ ساری لطافتوں سے دماغ پر چھائے جا رہے ہیں  
 سحر ہے پُر نور راتِ روشن حیاتِ روشن ماتِ روشن  
 اثر ہے کائناتِ روشن وہ اس طرح مسکرا رہے ہیں

دشت میں قسین نہیں کوہ پہ فرما دہنیں      ہے وہی عشق کی دنیا گمراہ دہنیں  
 رسمِ الفت میں روا شکوہ بیدادہنیں      یہ تو کمظرفی جذبات ہے فریادہنیں  
 وہ مری خاک نشینی کے مڑے کیا جانے      جو مری طرح تری راہ میں بربادہنیں  
 ڈھونڈنے کو تجھے اوسیر: ملنے والے      وہ چلا ہے جسے اپنا بھی پتہ یادہنیں  
 ایک زنجیرِ حقیقت میں بندھے ہیں نفلوں      عشق پابند سہی حُسن بھی آزادہنیں  
 عرش والے نے نینسا ریِ خدائی سُن لے      اس قدر پست مذاقِ لبِ فریادہنیں  
 رُوحِ بلبل نے خزاں بن اُجارا کُشن      پھول کہتے رہے ہم پھول ہیں صیادہنیں  
 حُسن سے چوک ہوئی اسکی ہے مایعِ گواہ      عشق سے بھول ہوئی ہو یہ مجھے یادہنیں  
 بریطاہ پہ مضاربِ فغاں رکھ دی تھی      میں نے اک نغمہ سنا یا تھا تہیں یادہنیں  
 قفسِ بلبل دگل سب ہیں یہ فانونِ خیال      تیری ہستی سے زیادہ کوئی صیادہنیں  
 کھول قاموسِ محبتِ ورقِ عشق اُلٹ      حُسن کو معنی یک لفظِ وفا یادہنیں

لاؤ اک سجدہ کروں عالمِ بدستی میں

لوگ کہتے ہیں کہ ساغور کو خدا یاد نہیں

شکستِ باقی لوحِ سہرزار ہوں میں      نشانِ ہستی فانی کی یادگار ہوں میں  
جوان جس سے بہاریں تھیں بہا ہوں میں      کہ اپنے عہدِ جوانی کی یادگار ہوں میں  
مری نگاہ سے تقسیم ہوتی ہے      کسی کی آنکھ کا چڑھتا ہوا رخا ہوں میں  
خزاں کا خون نہ اندیشہٴ فنا بمحکو      نگاہِ حُسن سے برسی تہی بہار ہوں میں  
جو عمر بھر رہے شاداب وہ جہنم ہو      جو آئے اور گزر جائے وہ بہار ہوں میں  
تصویرات سے دوشیرگی نمایاں ہے      یہ کس دس حقیقت کا انتظار ہوں میں  
سوادِ عالم مکاں ہے جامِ میرے لئے      کہ مے ستانِ حقیقت کا بادہ خوار ہوں میں  
قدمِ قدم یہ ہوں آزاد اور بھرِ محبور      اسیرِ کشمکشِ جبر و اختیار ہوں میں

بہار مجھ سے، چمن مجھ سے، رنگِ بو مجھ سے

جہانِ کیف میں اک مرکزِ بہار ہوں میں

اک آنسو کی گہرائی سے بھر آہم حیران میں      سمندر ہو گئے پیدا خیالاتِ پریشاں میں



محبت جھللاتی ہے سوادِ حُسنِ جاہاں میں      یہ کس نے بجلیاں بھر دیں اِقِ چشمِ حیراں میں  
 تیرے حجب ہوا مجھ کو ضیائے تاباں پر      تبسمِ ان کا بول اُٹھا کہ میں تعینِ تاباں میں  
 شبابِ فتنہ زائِمینہ دارِ فال و فتنہ کلا      تری اُٹھتی جوانی میں تھے حُسنِ فرِواں میں  
 مذاقِ درد کو جو بے نیازِ جستجو کر دے      کوئی ایسی غلش ہویت ہو جاگِ جاں میں  
 محبتِ بن کے پھوٹا آنکھ کے رنگینِ دوس      وہ اکِ جذبہ جو مجھ سے رہا تھا ذوقِ نہاں میں  
 مجھے پامال کر کے باغباں چاہے جہاں پھینکے      میں سبزہ بن کے پھر گم آؤں گھرِ گلستاں میں  
 جو یکہ دل تو ہوں اور سنِ جنِ شبیں پیدا      تمہیں کہتے ہیں جو کچھ اصطلاحِ اہلِ ایماں میں

مرا بحرِ تصورِ اصل میں پایاب ہے ساغر

بہت دشوار ہے تمیزِ آسوا و طوفاں میں

مجھ سا بے تاب کوئی طالبِ پیدائش نہیں      تم ابھی میری تمنا سے خبردار نہیں  
 حُسن نے دستِ کرم کھینچ لیا خوب کیا      اب مجھے بھی ہو بس لذتِ آزار نہیں  
 کلِ چمن جاگ اُٹھا نغمہ بلبلس سے مگر      ہائے وہ غنچہ خوابیدہ جو بیدار نہیں

نقشہ دوری منزل میں اٹھانے کر دو      کہ مرے پاؤں کے چھالے ابھی گل کا نہیں  
مستی وینچودی و جذب و سلوک ہستی      تیرے آزاد کسی عنصم میں گرفتار نہیں  
جلوہ ہے جزو نظر اور نظر جزو جمال      اب مجھے تیری قسم حسرت دیدار نہیں  
کس پیر سی متاعِ غم الفت تو یہ      خود میں اپنے دل غمگین کا خریدار نہیں  
پھول ہیں جامِ بکف تائے ہیں ہیما نہ بد      اب تو ایمان کو بھی جرأتِ انکار نہیں  
اللہ اللہ سے مانوسی ار بابِ قفس !      اب تو دامنِ تختیل میں بھی گلزار نہیں  
سر ہے اور پائے بتاں آج یہ کیا ہے ساغر

کیا تم سے ساتھ تری فطرت خود دار نہیں؟

بنالیکلستان ل کو نظر کو باغباں کر لیں      ہمارے بس میں تو اپنی دنیا جاوداں کر لیں  
تعیق و تہیکیں ہے تحب و زوجہ بر باد ی      قفس کو کیوں خیالوں میں حریفِ آشیان کر لیں  
ہوا طوفانِ نگ بوکا سا ماں لیکے آئی ہے      چین و الے ابھی سے انتظامِ گلستان کر لیں  
جنہیں نظر ہو متحان معیارِ حُشمت کا      وہ پہلے اپنے معیارِ نظر کا آئینہ کر لیں

مینا واقف سہی منزل سے منزل سچہ واقف ہے مجھے بھی قافلے والے شریکِ کار واک لیں  
 چمن میں جانے کل کس بقہ کی حکمرانی ہو ابھی سے غنڈیہ گل کو اپنا راز داک لیں  
 ہمارا حق دے لے صیاد ہر غنچہ پہ ہر گل پر جو ہم جاہل ہر شلخِ چمن پر آشیاں کیں  
 گل اپنے غنچے اپنے گلستاں اپنا بہار اپنی گوارا کیوں چمن میں کے ظلم باغیاں کیں  
 اسی خاکِ چمن سے ابرو نہیں بنکے اٹھونگا وہ میرے خون سے رنگیں قباہِ گلستاں کیں  
 یہ اک بجلی کہ قصاں ہے یہ اک شعلہ کہ عیاں ہے جو مل جاتے تو ہم رڈن چراغِ آشیاں کیں  
 ہمارے سجدوں میں عنایت ہے تیرے جلوہ کی جہیں جزبے پر کھدیں مرتبہ آستان کیں  
 نیا نوہ لکھیکا کون مرگِ نوجوانی کا مرا اک شعرِ غم ہی یاد میرے فخرِ خزان کیں

نہ دے پھر کوئی غربت میں ثبوتِ آبلہ پائی

وہ ساخڑ کاش کانٹوں کو بھی اپنا ہم زباں لیں

زہے نصیب جو دیوانہ و فہول میں یہ ہوش ہے کہ بڑا کام کر رہا ہوں میں  
 ہلاکِ نعمہ گری، کشتہٴ صدا ہوں میں کسی نے آہ بھی کی تو ہٹ گیا ہوں میں

تری طرف جو محبت نے یکجہا ہوں میں      نصیبِ ذوقِ نظر آزار ہا ہوں میں  
 یہ آنسوؤں کی جھڑی یہ سکونِ محبت      ترے خیال کو جھولا جھلار ہا ہوں میں  
 نظرِ کرم کی فراوانیوں پہ پڑتی ہے      پھر اپنے دہنِ خالی کو دیکھتا ہوں میں  
 مجھے قیودِ دُعاِ عالم سے جو رہا کرے      تری نگاہ نے وہ کیف چاہتا ہوں میں  
 تعلقاتِ محبتِ تیری ذات سے ہیں      کسی نے نام لیا ہی ٹرپ گیا ہوں میں  
 تو میرے سامنے دہن اٹھا اٹھا کے نہ چل      خرامِ ناز کی ترکیب جانتا ہوں میں

ہے برہمی میں نظامِ حیات اے غلغلہ

کہ ایک جزر و مدِ عالمِ فنا ہوں میں

وہ تصور میں گائے جاتے ہیں      لغتِ غم سناٹے جاتے ہیں  
 مستقل سُکراٹے جاتے ہیں      روح کو جگمگاٹے جاتے ہیں  
 روح و دل میں سُکا جاتے ہیں      وہ تو ہستی چھپائے جاتے ہیں  
 مجھ سے دہن جھپٹائے جاتے ہیں      شوق کو آزارے جاتے ہیں

سازِ راز و نیاز چھیڑ کے وہ مست بیخود بنائے جاتے ہیں  
 حُصّت لے کاڑاں ہن کہ وہ مجھ سے نظریں ملائے جاتے ہیں  
 جانِ دل خاک ہو چکے کب کے اور وہ مسکرائے جاتے ہیں  
 میری سُنّتے نہیں کوئی دیکھے مجھ کو اپنی سُنّاے جاتے ہیں  
 ہوشیارے فریبِ گم شدگی آج وہ مجھ کو پائے جاتے ہیں  
 میں بسمِ رسیدگی ہوں مگر وہ مسلسل بُلائے جاتے ہیں  
 پیکرِ کُفرین کے وہ ساغرِ

دین و دُنیا پھچّائے جاتے ہیں

دل سے دل کو ملائے جاتے ہیں ہم اُنہیں آزماے جاتے ہیں  
 ہوشِ حُصّت ہوئے کبھی کے مگر آنکھ سے وہ پلائے جاتے ہیں  
 اُن کی سانی گری معاذ اللہ چُپکے چُپکے پلائے جاتے ہیں  
 یہ جہاں جہیں یہ قسّہ سُرخ روح و دل تھر تھرائے جاتے ہیں

عشق مجھ کو دُشمن لا محدود ہم سے آگے وہ پائے جاتے ہیں  
 شکستہ کر میری خشک آنکھوں پر یوں بھی آنسو بہائے جاتے ہیں  
 پر وہ شعر میں انہیں ساغر  
 دل کے قصے سنائے جاتے ہیں

حُسنِ لا محدود کی رومیں بہا جاتا ہوں میں  
 جب تصویریں بغیر علم آجاتے ہو تم ایک نامعلوم عالم میں چلا جاتا ہوں میں  
 برہمچی حسنِ برحقِ دل کی ناراضی بجایا اکثر اس مغل میں بچو چھے چلا جاتا ہوں میں  
 شوق کی پرواز ہے اور سُن رنگیں کا خیال  
 اپنے مرکز سے فضاؤں میں اُڑا جاتا ہوں میں

وہ ستاروں میں جکڑ گاتے ہیں چاند میں روز آتے جاتے ہیں  
 خود بھی سوتے نہیں گھڑی بھر کو رات بھر مجھ کو بھی جگاتے ہیں  
 دل کا افسانہ بھول جاتا ہوں اپنی باتیں وہ جب سناتے ہیں

یہ سراسر اموش کاریاں تو بہ مجھے رہ رہ کے بھولے جاتے ہیں  
 بڑی ڈل ہیں کہ چشم و گوش خیال ہر مکاں میں وہ پا جاتے ہیں  
 وہ بھی ہوتی ہے اک گھڑی سنگھما  
 ہم خود اپنے کو بھول جاتے ہیں

جرعہ جامِ مے ہوشِ بالیتا ہوں اور ہر گھونٹ میں نامِ خدا لیتا ہوں  
 تم نے اک شام جو گایا تھا نظر سے اپنی میں شبِ غم وہی نغمہ بھی گالیتا ہوں  
 نہیں ہوتا جو میسر تر اگلے رنگِ رباب نئے میں چاند کا ربط ہی بجالیتا ہوں  
 جب سلاتے ہیں طربناک ہوا کے جھونکے میں نہیں اپنے خیالوں میں جگالیتا ہوں  
 جب تصور میں تم آتے ہو قیامت بن کر اپنی آغوشِ محبت میں چھپالیتا ہوں  
 جذبہ وصل پریشان جو کرتا ہے مجھے شمع کی لو کو کلیجے سے لگالیتا ہوں  
 اپنے کوچہ میں مرا جذبہ تحریم تو دیکھ ایک اک ذرہ کو آنکھوں سے اٹھالیتا ہوں  
 جب کبھی تشنگی ذوق ستاتی ہے مجھے تیری تصویر کو میخانہ بنا لیتا ہوں

خواب میں روزوہ آتے ہیں تو میں بھی ساغر

روز سوئی ہوئی قسمت کو جگا لیتا ہوں

لڑتے ہاتھ میں جن وقت جا لیتا ہوں غم حیات سے اک انتقام لیتا ہوں  
جو دیکھتا ہوں کبھی پائے شوق میں لغزش خیال میں ترے دہن کو تھا لیتا ہوں

نظر میں 'روح میں' دل میں آئے جاتے ہیں ہر ایک عالم امکان پہ چھپائے جاتے ہیں  
ہر اک دم کو وہ منزل بنائے جاتے ہیں تعینات کی وسعت بڑھائے جاتے ہیں  
ننگا مست ہے اور مسکرائے جاتے ہیں دو آتشہ مجھے بھبھ کر پلائے جاتے ہیں  
نشانِ بتکدہ دل مٹائے جاتے ہیں وہ اپنے کعبہ دیریں کو دکھائے جاتے ہیں  
جواڑے سکے تھے نہ خود جن کے اٹھائے سے وہ پردہ ہائے دوئی اب اٹھائے جاتے ہیں  
جو گرسکے تھے نہ خود عشق کے گرائے سے وہ سب حجابِ محبت گرائے جاتے ہیں  
چھپا چھپا کے نہیں مصلحت نے رکھا تھا وہ جلوے اب محفل دکھائے جاتے ہیں



سنبھل کر لے نگہ شوق بزم دوست، یہ  
 یہاں خراب نظر آزمائے جاتے ہیں  
 نہ پوچھ کا رگہ عشق کا طلسم نہ پوچھ  
 قدم قدم پہ تماشے دکھائے جاتے ہیں  
 پتہ نہیں کہیں ان کا اور ان کے دیوانے  
 تصورات کی محفل سجائے جاتے ہیں  
 کہاں کی لغزشِ پایاب یہ حال ہوساتی  
 کہ سر سے تا قدم ڈگمگائے جاتے ہیں  
 یہ میکہ ہے ترا در سہ نہیں واعظ  
 یہاں شراب سے انسان بنائے جاتے ہیں  
 اٹھارہا ہوں میں گرمی شوق بٹکے نفا  
 وہ اپنے سر کو مسلسل جھکائے جاتے ہیں  
 جگر بھی شق ہے یہاں شدتِ تجلی سے  
 وہ دیکھتے ہیں مگر مسکرائے جاتے ہیں  
 حجابِ جس پھر اس پر حجابِ شرم و شبا  
 جو پردے اٹھتے ہیں گویا گرائے جاتے ہیں  
 یہ قصرِ حسن ہے آتشکدہ محبت کا  
 بجائے شمع یہاں دل جلائے جاتے ہیں  
 تمام عالمِ محسوس کا نپ اٹھتا ہے  
 جب آنکھ سے کہیں انسو بجائے جاتے ہیں  
 ہمارا حال تو دیکھا ہمارا ظن بھی دیکھ  
 نگاہ اٹھتی نہیں غم اٹھائے جاتے ہیں  
 تلاشِ لازمہ عاشقی نہیں ساغور  
 نہ ڈھونڈنے پہ بھی وہ ہمیں غائب جاتے ہیں

بلبل کہاں، بہار کہاں، گلستان کہاں      سااں، نغمہ ختم ہوا نغمہ خواں کہاں  
 پرواز کا وہ شوق وہ آزادیاں کہاں      یارب ہی میری زندگی گلستاں کہاں  
 غم کی غلش ہے دل میں مگر جاوداں کہاں      تیری طرح ہے میری محبت جواں کہاں  
 کاشانہ حیات پہ جو شعلہ بار تھیں      تیرے تبسموں کی مہنہ بجلیاں کہاں  
 آغوش میں کہاں ہی کوئی قفقہ برجیں      میرے لبوں پہ قطرہ مے کاشناں کہاں  
 جاں دیکے بھی ملے تو سمجھیں کس مُفت ہی      اس بھاؤ ہے متاعِ محبت گراں کہاں  
 وہ بھی تھا ایک وہ محبت کے سوز کا      خانہ خراب الٹا اٹھا تھا دھواں کہاں  
 تسکین بن گئی ہیں مے دل کی دھڑکنیں      دہرائی جا رہی ہمری داستاں کہاں  
 اک سردا گدل میں جہنم فروز ہے      آنشکدے میں عشق کے چنگاریاں کہاں  
 تاریک ہی فراق میں دیا تے بنسیر      اباغیر شراب میں عکسِ جہاں کہاں  
 ٹھکانہ یوں حسین محبت کو جسم کر      لے جائینگے اٹھا کے تر آستاں کہاں  
 لیلے ہی اور اک بدی گفتگوئے شوق      مجنوں کو فکرِ برہی ساریاں کہاں

ساغرِ غمِ حیات سہی گرمیِ حیات    لیکن غمِ حیات بھی ہو جاوداں کہاں؟

ساغرِ یہ مہبئیِ یسٹم زارِ زندگی

تم اور بہ این جوانیِ دوستی یہاں کہاں

جو یہ ہو تو شمع کے سوز میں عجب اک حسین گداز ہو

مرا شعرِ غم ہو سردی میں ترے دستِ ناز میں ساز ہو

نہ زبانِ شکوہ کھلے کبھی نہ صدائے نالہ دراز ہو

یہ ہیں احتیاط کی کوششیں کہ وہ نہ صیغہ راز ہو

تری ایک بندشِ زلفت میں ہیں ہزار عقدہ پُرشکن

یہ گھٹا جو کھل کے برس پڑے تو جہاں پہ بارشِ آرزو ہو

ہو مہتیں لطافتِ گلِ کدہ نہ کرے طوافِ نسیم کیوں

تمہیں پھولِ سجدے نہ کیوں کریں کہ بہارِ خلوتِ ناز ہو

جو تو ہم سفر ہو مرا تو میں سحرِ بہشت بھی دیکھ لوں

کسی سبزہ زار کی رات میں ترا حسن صبح طراز ہو  
 تو فردغِ حسن میں بھر کے آشبِ بارِ بھر میں پھیل جا  
 ترے بال اور حسین ہوں تری زلف اور دراز ہو  
 مجھے شرع سے کوئی ضد نہیں پھر اس اتفاق کو کیا کروں  
 کہ جو وقت بادہ کشی کا ہو وہی عین وقتِ نماز ہو  
 مرے ہاتھ میں ہو اگر جہاں تو یہ حالتیں ہوں جہان کی  
 کہیں رنگ ہو کہیں چنگ ہو کہیں نغمہ ہو کہیں ساز ہو

---

جو سہے دفا کی صعوبتیں وہ کرے دلوں پہ حکومتیں  
 یہ طلسمِ ربط نہ ہو تو کیوں ل غزنوی میں آیا زہو  
 اس ادا سے ساغرِ بادہ کش میں طوافِ صبحِ حرم کروں  
 مرے ساتھ محوِ خرامِ شب کوئی مستِ ارضِ حجاز ہو

کسی پہ کھل جائے رازِ دل کیوں کوئی طبیعت شناس کیوں ہو  
 اثر سے بھیگنا ہوا پسینہ کسی کی ٹپکوں کے پاس کیوں ہو  
 خموشیوں میں ہراس کیوں ہو چراغِ تصویرِ یاس کیوں ہو  
 جو ہو مجھے اعتبارِ وعدہ تو شام اتنی اُداس کیوں ہو  
 میں گل کی ہر سنکھڑی میں چھپ کر خزانِ انجام دکھتا ہوں  
 خراب رنگینیِ دورِ روزہ نگاہِ فطرت شناس کیوں ہو  
 پلائے جاتے دتیز ساقی کہاں کا شکر اور سلام کیسا؟  
 جو ہو سزاوارِ بے نیازی نیازِ مستِ سپاس کیوں ہو  
 سبکِ دُانِ بباطِ فطرت سبکِ سرِ بارِ رگدِ رہیں  
 لطیف موجوں کے آئینوں میں جا بجا انعکاس کیوں ہو  
 بشارتیں کون موت کو دے مجھے طلوعِ سحر سے پہلے  
 کہ جو مرا رازِ دارِ شب ہو وہی ستارہ شناس کیوں ہو

زبانِ خاموش و چشمِ حیران طلبِ کبے ہیں دو ہی طریقے  
 جسے یقین پہ تجلیوں کا وہ خستہ التماس کیوں ہے  
 حسینِ چہرہ سنا ہوا ہے کھلے ہوئے بال میں پریشاں  
 شگفتگی اس ادا پہ صدقے اِدھر تو آؤ اُداس کیوں ہے  
 لطافتیں میری داستاں کی اگر انہوں نے نہ بہت صحافت  
 تو میرے جذباتِ دل کا سا غرِ جگہ جگہ اقتباس کیوں ہے

خود حسن جس کی شانِ وفا پر فدا نہ ہو      وہ عشق کیا جو صائل ہر دوسرا نہ ہو  
 شرارِ مہوئیوں کی نگاہوں سے نفع میں      گھبراہٹ ہوں یہ بھی فریبِ وفا نہ ہو  
 قیشتِ جمیل تبسمِ یہ موجِ موج      تو بہ کہیں تصادمِ برق و ہوا نہ ہو  
 مٹنے دے اپنے جلوہ رنگیں پر آج ہی      کیا جانے کیا ہو کل تری محفل میں کیا نہ ہو  
 اک شعلہ تابناک ہو ہر وقتِ روح میں      اے کاش آرزو کا کبھی خاتمہ نہ ہو

آئینے لوٹ کر اثرِ بے وفا کے ساتھ ہم ایک خود ہی جائینگے اپنی دعا کے ساتھ  
 کس درجہ سادہ لوح ہے تیرا گناہ گنا ہے اعترافِ جرم امیدِ عطا کے ساتھ  
 اے حشر میرے جوش کی دنیا سنبھالنا اٹھتا ہوں آج جذبہ بے انتہا کے ساتھ  
 کیا جانے عینِ یاس میں کیا یاد آگیا آنسو نکل پڑے قلمِ مدعا کے ساتھ  
 وہ میری منتیں وہ تری شوخ برہمی سو عشرتیں ہیں یک نگاہِ خفا کے ساتھ

ساعتِ سب اپنی راہ لیں امید و آرزو

اب کیوں یہ چھپڑ ہے دل بے مدعا کے ساتھ

میں بھی کیا محفلِ ساقی کا ثنا ورنکلا ڈوب کر ساغرِ مے میں لبِ کوثر نکلا  
 مرکزِ ناز سے تیرے نہ مرا سر نکلا سجدہ جس در پہ کیا میں نے ترا در نکلا  
 محنتِ عشق و محبت کبھی ضائع نہ گئی خونِ فرہاد محبت کا پیسہ نہ نکلا  
 اس پہ مرتے ہیں کہ جب اہ میں بچاں گیا اور بھی ہم سے وہ دہن کو بچا کر نکلا  
 بجلیاں کوند گئیں روح میں لڑن آئی کون آغوشِ محبت سے تر پ کر نکلا

دردِ دل میں ہوئی اکٹیں سی پیدا سا غر  
 مسکراتا ہوا جب چاند فلک پر نکلا  
 دل کی آنکھیں کھلتی ہیں چشمِ ظاہر سوتی ہے  
 بے ہوشی کے پردے میں سیرِ عالم ہوتی ہے  
 - کا فر گیسو والوں کی رات بسر لیں ہوتی ہے  
 حُسنِ حفاظت کرتا ہے اور جانی سوتی ہے  
 - مجھ میں تجھ میں فرق نہیں، مجھ میں تجھ میں فرق ہے یہ  
 تو دنیا پر بنتا ہے، دُنیا مجھ پر روتی ہے  
 اس معمورِ خزانے سے ضبط ذرا ہٹتا رہے  
 دل کی ہر گہرائی میں ایک اچھوتا موتی ہے  
 سبز و سکوں دو دریا ہیں، بھرتے بھرتے ہیں  
 تسکینِ دل کی بارش ہے ہوتے ہوتے ہوتی ہے



جینے میں کیا راحت تھی مرنے میں تکلیف ہو گیا  
 جب دُنیا کیوں مہنتی تھی؟ اب دُنیا کیوں دتی ہے؟  
 دل کی تو تشخیص ہوئی چہ راہ گردوں سے پوچھوں گا  
 دل جب دھک دھک کرتا ہے وہ حالت کیا ہوتی ہے  
 ساون آئے پھول کھلے، اک افسردہ بول اٹھا  
 جس میں دل کھل جاتے ہیں وہ برکھا کب ہوتی ہے  
 ذرتے اور تارے مل کر جادو روزِ جگتا لے میں  
 فطرت کی بیداری میں ساری دنیا سوتی ہے  
 رات کے آنسو اے ساغرِ پھولوں میں بھر جاتے ہیں  
 صبحِ چمن اس پانی سے کلیوں کا مُنہ دھوتی ہے

شمع بھی سارِ محفل ہے زینت ہے پروانہ بھی      حُسن کی شانیں دیکھ ذرا راز بھی ہر افنا بھی  
 آنکھ تہاری مست بھی ہستی کا پیمانہ بھی      ایک چھلکے سا غریں مے بھی ہے میخانہ بھی  
 بخود ہی دل کیا کہنا سب کچھ ہو اور کچھ بھی نہیں      ہستی سے مانوس بھی ہوں ہستی سے بیگانہ بھی  
 حُسن نے تیرے دنیا میں کسی لگ لگا دی ہے      برق بھی شعلہ برپا ہے قوس میں ہے پروانہ بھی  
 وسعتِ وحشت تنگ تنگی بجز اگھر دیوانوں کا      نجد کے اک سودائی نے لوٹ لیا دیرانہ بھی  
 آج محبت سوا ہو ہاتھوں ہمشیاروں کے      عشق کی پہلی دُنیا میں تھا کوئی دیوانہ بھی  
 دل کی دنیا ملتی ہے دکو اپنی نظروں کو      کا فر لوٹے لیتی ہیں آج تجسلی خانہ بھی

گردشِ مست نگاہوں کی آخر وجد انگیز ہوئی

چکر میں سا غریب بھی ہے دور میں ہے پیمانہ بھی

راتوں کو تصور ہے اُن کا اور چُپکے چُپکے رونا ہے

اے صبح کے تارے تو ہی بتا انجہام مرا کیا ہونا ہے

ان نورس آنکھوں والوں کا کیا ہنسنا ہے کیا رونا ہے

برسے ہوئے سچے موتی ہیں بہتا ہوا خالص سونا ہے  
 دل کو کھویا خود بھی کھوئے دنیا کھوئی دین بھی کھو یا  
 یہ گم شدگی ہے تو اکدن اے دوست تجھے بھی کھونا ہے  
 تمیزِ کمال و نقص اٹھایا تو روشن ہے دنیا پر  
 میں چندن ہوں تو گنڈن ہے میں مٹی ہوں تو سونا ہے  
 ہر آنسو بھر گواہ ہے، ہر موجِ تبسم اک آنسو  
 رونا بھی تمہارا ہنسنا ہے، ہنسنا بھی ہمارا رونا ہے  
 تو یہ نہ سمجھ لے کہ ہے تسکین ترے دیوانوں کو!  
 وحشت میں ہمارا ہنس پڑنا اصل ہمارا رونا ہے

ماتم ہے مری آواز شکست سازِ دلِ صد پارہ کا  
 ساغرِ میرا نعمہ گویا دیپک کے سروں میں رونا ہے  
 اگر تو اپنی تجلیوں کو حیا نشینِ حجاب کرے

تو پھر مجھے وہ پسند جس کو تری نظر انتخاب کر دے  
 ہر ایک ذرے کو چھٹاتا ہوں کہ ہو محبت اسی میں شاید  
 خدا کرے کاوشِ حقیقت مجاز کو بے نقاب کر دے  
 سحر کی معصوم طلعتوں میں نقاب برچہ سونے والے  
 نظر کو دے اک خفیف جنبش بنو صد آفتاب کر دے  
 تمہاری آنکھوں کی گردشوں سے اُس ایک گردش کی التجا  
 جو میری دنیا سے آرزو میں نیا کوئی انقلاب کر دے  
 یہ میری مینابی مسلسل کہ صبح ہے اور ترپ ہا ہوں  
 خموشی مرگ تو ہی آکر تلافی اضطراب کر دے  
 یہ چاہتا ہوں کہ وسعتِ غمِ شمس کے رہ جائے میری دل میں  
 نہ جانے دنیا کا حال کیا ہو اگر خدا کا میاب کر دے  
 نظر کی جولانیاں نہ پوچھو نظر حقیقت میں وہ نظر ہے

اُٹھے تو بجلی پنہا مانگے جھکے تو دنیا خراب کر دے  
 تکلفاتِ حیات کیسے نہ سوچ کچھ حُسنِ فتنہ ساماں  
 خرابیوں میں عجب مزہ ہے خراب کرے خراب کرے  
 خرابیاں باعثِ بنائے دو عالم آرزو ہیں ساغر  
 نویدِ تعمیر ہے اُسی کو جو اپنی ہستی خراب کرے  
 یہ عذرِ ساقی، یہ سُست دستی، یہ ذوقِ مُمکشِ ظُلمِ مستی  
 اگر ہو کچھ اختیارِ ساغر تو خون کو بھی شراب کر دے  
 لذتِ آگیں کدِ قدرِ قاتل تری تغذیر ہے ہر گنگارِ وفا کو نازِ ششِ تقصیر ہے  
 مہمتِ دل فتح کر سکتی ہے سار کائنات ہاں مگر اک حُسنِ جو ناقابلِ تسخیر ہے  
 ہے عجب اک چیزِ ساغرِ کیفِ گاہِ میکہ  
 مے پرستوں کو یہاں کی خاک بھی اکسیر ہے

صہبا کفِ ساقی میں اکسیر نظر آئی      شیشہ میں جوانی کی تصویر نظر آئی  
 تدبیر سے وحشت کی دھماکا طلبی کی تھی      تقدیر سے ہاتھوں میں زنجیر نظر آئی  
 جب تبصرہ پر کھانچوں کی کہانی کو      اک لفظِ تمنا کی تفسیر نظر آئی  
 طاری ہوئے حشر کے آثارِ شمیم پر      بل کھائی ہوئی ڈالی زنجیر نظر آئی  
 عالم تھے جلووں سے معمور اثر نکلا      دنیا تری محفل میں دلگیر نظر آئی  
 ویرانِ تمنا کی مایوس نگاہوں میں      برباد دو عالم کی تعمیر نظر آئی  
 آغنیہ افسرِ پہلو میں تجھے رکھ لوں!      تجھ میں دلِ مانی کی تصویر نظر آئی

خلوت میں چپ ہوں سرِ محفلِ کمانہ جا      ان کی خوشی یہ ہے کہ غمِ دل کمانہ جائے  
 دلبر کہوں انہیں تو خیالِ دواغِ دل      قاتل کہوں تو خون سے قاتل کمانہ جائے  
 بیدارِ عہدِ جن میں اس درجہ عام ہے      دنیا میں کون رحم کے قابل کمانہ جائے  
 اب جس دل کی قدر نہیں عہدِ عشق میں      اُس دل کی آرزو ہے جسے دل کمانہ جائے

تضحیکِ دوست ہے شنائیِ اہلِ بزم      اے کاش قصہٴ دلِ بے ل کمانہ جائے  
 آمینہ بھی حسیں ہے حقیقتِ مہجول بھی      کیا کیجے جو تیرے مقابل کمانہ جائے  
 چمکے نہ ادریشِ ترنازشِ جمال      یوسف سے حالِ قطعِ نال کمانہ جائے  
 غارتگریِ حُسنِ کرے شکریہ قبول      اب لے مرا وہ دل ہے جسے ل کمانہ جائے  
 محفل کو کر رہی ہے وہ کافرِ نظر خراب      صرنا سلے کہ زینتِ محفل کمانہ جائے  
 ساعز لبوں پہ جان ہے پلکوں پہ انگِ یاس  
 کیوں کارواں کو اب سہ منزل کمانہ جائے

ہم بھی کھڑے ہیں تیری تمنا لئے ہوئے      او طلعتوں میں حشرِ سراپا لئے ہوئے  
 آئی ہیں کچھ ہوائیں تری بزمِ ناز سے      دل کے لئے پیامِ تمنا لئے ہوئے  
 میرے تاثرات کی دنیا سنبھالنا      اٹھتا ہوں حسرتوں کا جبار لئے ہوئے  
 ہے کوئی اہلِ درد کہ لے آنسوؤں کی بھیک      بیٹھا ہوا ہوں دل کا جبار لئے ہوئے  
 ساغرِ خیالِ یار ہوا عشرتِ بہار      مونٹھوں میں اک لے دئے نگہ لے لئے ہوئے

پریشاں ہو کے سوزِ حُسنِ خود دیوانہ ہو جائے  
 رواں گِ گِیاں کی کیفیتِ مستانہ ہو جائے  
 مرتب جب ہماری خاک سے پیانہ ہو جائے  
 کچھ اس کیسے ترویجِ بادہ چاہتا ہوں  
 خراب کُن ہے سارا دورِ عالم جانا ہوں  
 دلِ بربادِ قسمت کا ورنہ غم کی خاطر کہ  
 وہ لفظِ آرزو دل میں گھٹے تو کیا قیامت  
 پھر اتنی ملقت ہوں یا نہوںِ حُسنِ فروشِ آنکھیں  
 ہمارے دل کی بادی سے ہر تخلیقِ ویرانہ  
 تری کا فرِ نظر کی مست سامانی اسے توبہ!  
 اُٹھے اُنکی نظر تو آسماں پر میکدے چھو میں  
 فلک کی گردِ شبنمِ غمِ مستِ نگِ کیفِ ہنسِ ساغر

تماشاً ہو جو ساری انجمنِ پروانہ ہو جائے  
 وہ جوں لڑنگا ہوں الدیں پیانہ ہو جائے  
 تو بنے ہی خرابِ لغزشِ مستانہ ہو جائے  
 کہ مذہبِ خدشہ شریکِ شربِ اندانہ ہو جائے  
 جسے دیوانہ کہہ دو تم ابھی دیوانہ ہو جائے  
 کمیلِ یسائے ہو خالی مسافر خانہ ہو جائے  
 جوں لبِ تلک تے آتے محشرِ انسانہ ہو جائے  
 جسے دیوانہ ہونا ہو ابھی دیوانہ ہو جائے  
 جہاں سٹ جائیں ہم پیدا ہوں لڑنے ہو جائے  
 ہے خاموش اور نگائے میخانہ ہو جائے  
 جھکے تو انجمن میں بارشِ پیانہ ہو جائے  
 مقدّر کیوں خلافِ ساغر و پیانہ ہو جائے



پہنچا ہوں جلوہ گمہ تک سنِ تبتِ نظر سے      سو طور بھوٹ نکلے ہر رنگ رہ گزر سے  
 آجائے گا سمجھ میں رازِ قیامِ ہستی      جس روز تو نے دکھا اُلجھی ہوئی نظر سے  
 شاید تری سمجھ میں رودادِ غم نہ آئے      ڈرتا ہوں آرزو کی تشریحِ مختصر سے  
 مانا کہ فتنہ گر ہو بجلی سے شوخ تر ہوا      بکھر نکل تو جاؤ ہنگامِ نظر سے  
 وہ سامعہ نوازی وہ زمزمہ چکانی      ساغر برس رہے تھے ہر جنبشِ نظر سے  
 بھولے نہ مرتے مرتے آداب کوئے جاں      جب نے ساتھ چھوڑا سجدے کے نظر سے  
 خانہ خرابِ قسمتِ آخر مٹا کے مانی      اس کو بھی تھا گزرا تیری ہی رہ گزر سے  
 ساغرِ حبس نے چاہی تشکیلِ حُسنِ کا سر

لی شام سے ملاحِ رنگینیاں سحر سے

محبت میں شکایت ہو رہی ہے      یہ کیوں تو بینِ الفت ہو رہی ہے  
 بس اب شکوہ کی صلیت نہ پوچھو      مجھے خود بھی ندامت ہو رہی ہے  
 زمانے میں بہت کافر ہیں ساغر      مجھی کو کیوں نصیحت ہو رہی ہے

جس قدر دل دوز سازِ آشکارِ نغمہ ہے      اتنی ہی جانسوز صوتِ پردہ دارِ نغمہ ہے  
 رازِ گوئے بخودی ہر گم گارِ نغمہ ہے      موجِ بادہ آج شاید ہمکسارِ نغمہ ہے  
 اکِ ظنِ غم کی سبب سے صد نواؤں رنگ کا      ایک خارِ دردِ حلاقی ہمارِ نغمہ ہے  
 ہر نظر کا نوں میگا جاتی ہے اکِ دواؤں      تیری آنکھوں کے رواں اکِ بشاِ نغمہ ہے  
 ہے جو موسیقیِ فطرت کا رواں در کاواں      ہر ساعتِ اہل میں اکِ رگزارِ نغمہ ہے  
 چھڑے مطربِ باغِ ہوش کی پروانہ کر      میرے ہر تارِ نفس کو اعتبارِ نغمہ ہے  
 حسنِ کافر میں لبِ نگین میں چشمِ مست میں      ہے ہم جس جگہ پروردگارِ نغمہ ہے  
 رنگ اڑا یا تھا ازل میں طربانِ جن نے      آج تک چھایا ہوا دل پر غبارِ نغمہ ہے  
 آج پھر ہیں وہ کسی کے ساتھ سرگرم ہر      پھر مرانا لہ فضا میں ہمکسارِ نغمہ ہے  
 تیرے ہر انداز سے پیدا ہے سامانِ دل      تو مجھ تک ایک نظمِ خوشگوارِ نغمہ ہے  
 طاہرِ سدرہ سے سیکھی ہے نوائے وحی خیز  
 میرا جو نغمہ ہے ساغرِ کردگارِ نغمہ ہے

تو آئینِ گاشبِ غم کون اعتبار کرے جسے یقین ہو تیرا وہ انتظار کرے  
 ہمیں تو آپ کھادیں ہیں جمال اپنا جو کر کے وہ قیامت کا انتظار کرے  
 مزاجِ عرش پہ ہے آج دادِ خواہی کا وہ اور پرسشِ حالِ گناہگار کرے  
 ہمیں تو کیفِ نمونے بنا دیا بخود جو ہوش میں ہو وہ اندازہ بہار کرے  
 یہ سبزہ زار یہ کلیوں کا منظرِ عریاں کسے ہے تاب کہ نظارۂ بہار کرے  
 میں آپ کی نگہِ شرکیں سے ڈرتا ہوں کہیں یہ روزِ قیامت نہ شرمسار کرے

نہ کرے گلہ تو جفا سے، جو گلہ کرے تو سزا ملے  
 جسے یوں ستم کا ہو سامنا اُسے خاکِ دادِ وفا ملے  
 یہ ہیں شہرِ عشق کے قاعدے یہ دیارِ حُسن کی رسم ہے  
 نہ تجھے جفا کا عوض ملے نہ مجھے وفا کا صلہ ملے  
 ترا ظلم چاہتے ہیں جو ہم نہیں لطفِ خیز ترا کرم

ہمیں کیوں رہے ہوں ستم جو تے کرم میں مزا ملے  
 نہ ملا کسی سے ترا پستہ نہ حرمِ جن کا راستہ  
 ہمیں راہِ عشق میں جا بجا کئی ایک آبلہ پالے

بغیرِ قتل کسی کو نہ چھوڑنا باقی رہے نہ آج کوئی درد آشنا باقی  
 ستائے گاتے داماں ناز کو قاتل جو میری خاک کا ذرہ بھی رگیا باقی  
 خدا کے سامنے دینے ہیں دل کو کچھ ظلم ابھی ہے ایک قیامت کا ماجرا باقی  
 میں خود ہی مٹ گیا رہم و فاسٹانہ کا یہ کام مجھ سے محبت میں رہ گیا باقی  
 وہ اپنا دامنِ الفت سمیٹ کر رکھ لیں سہرِ نیاز پہ ہے سایہ خدا باقی  
 ملالِ دل نہیں مجھ کو یہی غنیمت ہے کہ یادگارِ ترادرد رہ گیا باقی  
 الہی میں نہیں مایوسِ فرطِ حواں سے کہ دل کو ہے تری رحمتِ کلاہرا باقی  
 نفس سے ہوں نہ اسیرانِ ہم نوا آزاد ابھی ہے میری اسیری کا فیصلہ باقی  
 فنا کے گورِ غریباں میں کھیں ہیں ساعذ ہر ایک قبر پہ لکھا ہوا ہے ”یا باقی“

طنائیں دُجھاں کی باندھ لی ہیں ہر گِل سے  
 تجھے صدِ تہم بھی اب کہاں اُٹھے ہیں محفل سے  
 اَلْاَنسو کینچ کے آیا آنکھ میں کی قطرِ خونِ دل سے  
 کہ کھلا آخری نغمہ شکست سا ز محفل سے  
 نزاعِ کفر و ایمان کیا، برہمن کیا مسلمان کیا  
 بہت آگے ہوں ابیں کارزارِ حق و باطل سے  
 اہانت ہو حقارت ہو مگر پھر بھی یہ حسرت سے  
 بطورِ خاص وہ اک اُن اُٹھائے اپنی محفل سے  
 ہِشَب نگیں مسخر نگیں ہو ہیں بام و درنگیں  
 زمانہ رنگ پر ہے اک مری رنگینی دل سے  
 کہیں تی ہیں نور و نار وابستہ نہ ہو جائیں  
 اُٹھانا اپنے دامن کو بچا نا شمعِ محفل سے  
 مری فطرت ہو طوفان اور میں آشوبِ فطرت ہو  
 تصور کا بھی دامن تر نہیں کرتا میں ساحل سے  
 پرستش ہو جہاں ہر وقت اک شمعِ محبت کی  
 کبھی مرکزِ پہ ہوں پئے کبھی آگے ہوں منزل سے  
 عجب اک چیز ہے غریب میں پروازِ تخیل بھی  
 اُٹھا تو رخ سے پردہ میں اُٹھا و خلوتِ دل سے  
 مسکن مژدہ ہو، اور لا مسکن معمور ہو جا  
 نہ پوچھو اب باغِ آرزو کس آسماں پر ہے  
 اُڑا لایا ہوں اک کیفِ تماشا کی محفل سے  
 مسافر کا تخیل کیا، تصور کیا، تعین کیا  
 پھر آغازِ سفر ہو انتہائے حدِ منزل سے

نہ ہن بربادی پر دانہ پر لے سُن بے پڑا جنازہ شمع کا بھی صبح تک نکیل کا محفل سے  
تبسمِ مستقلِ جلی، تر تم شعلہ کبیر کہیں لے غارتِ کونین لولٹتے ہیں محفل سے

مرے ہونٹوں پہ جو نغمات بن بن کر چھلکتی ہے

یہ ساغرِ کھنچ کے آئی ہے ابھی عے خانہ دل سے

جب چینِ ریزہ نظر ان کی گل افشاں ہو جائے کیوں نہ اندیشہ کو تا ہی داماں ہو جائے

محفلِ سوز میں اس دل کی نموداری کیا جو بھڑکتے ہی چراغِ تہہ داماں ہو جائے

کیا ممکن نہیں اے گردشِ بزمِ فطرت عشقِ پردے میں ہے حُسنِ نمایاں ہو جائے

بار بار آئے تصورِ تراغصیر کے ساتھ کم سے کم ایک ہی تصویرِ کلاساں ہو جائے

اُس پہ قربان ہے آسودگی ہر دو جہاں جو تری یاد میں کچھ دیر پریشاں ہو جائے

یہی رہبرِ ہی منزل ہے ہی جادہ ہے آدمی دل پہ کرے غور تو انساں ہو جائے

نہ سہی شمع مری خلوتِ غم میں نہ سہی کوئی دُوبا ہوا تار ہی فردزاں ہو جائے

کثرتِ اشکِ سلس کی ہوس کون کرے ایک قطرہ مجھے کافی ہے کٹوفاں ہو جائے

آج گل خانے میں تقسیم سکون سے ساغر  
دل کو لازم ہے کہ اس وقت پریشان ہو جائے

حیاتِ ناگماں میری نہ مرگِ ناگماں میری	مرتب ہو گئی ہے خود بخود اک داستان میری
نشاطِ جاوداں میری حیاتِ جاوداں میری	مبارک ہمت سے ہنسنا سا انیاں میری
بٹے جذبوں کا حال ہی شبِ بیداریاں میری	سحر ہو گئی وہیں آواز پہنچے گی جہاں میری
یتیر آستانِ ناز، یہ نقاشیاں میری	مجھے مانی بنا دیگی جبینِ خوفناں میری
فقط ہے کارفرما کشتِ طوفانِ باطل کی	نہ موجوں میں اُنی ہے نہ کشتی ہو اں میری
جنانے ہیں مہپوئیں کے شرابے پیتا ہے ہیں	بسائی جا رہی ہے آج دُنیا نئے نغماں میری
اندھیری ات اور امنِ بدلتوں کی درخشاں	ساروں نے تو کچھ ہے باطلِ کمکشاں میری
میں جانِ ندگی ٹھیلرِ نشانِ زندگی ٹھیرا	جہاں کل ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے داستان میری
مقتد دیکھ کر جھکو چمن پر واز کرتا ہے	یہ دار و گیرِ صفا و اور یہ آزادیاں میری!
کلیم و طور کی تلخِ نچر زندہ نہ ہو جائے	یتیرِ استقلال ہنسنا یہ جانِ ناتواں میری

داغ آزاد دل آزاد رُوحِ ناتواں آزاد جو ہمت ہو تو کوئی چھین لے آزادیاں میری  
 تمہاری رُوحِ احساسِ فاسے تھر تھریگی ادھر آؤ مرے کہنے سے سُن لے داستانِ میری  
 زبانِ حُسْن اور ذکرِ محبت کیا مقدّر ہے  
 وہ خود دہرا رہے ہیں آج غلّہ داستانِ میری

نالاں حبیبِ شوق سے کچھ آستان بھی ہے اور کچھ مراقبہٴ اِساں بھی ہے  
 رنگین بھی ہے شرحِ وفا، خوشچکاں بھی ہے یہ میری داستانِ نری داستان بھی ہے  
 ساری فضائے باغِ گل پوشِ ضرور ہے اس وقت برق بھی ہے مرا آشیاں بھی ہے  
 اندر سے معنویتِ یک حرفِ آرزو! خود داستانِ حاشیہ داستان بھی ہے  
 کہہ دو کہ ہوشیار رہے محشرِ بہار طوفانِ رنگِ بو میں مرا آشیاں بھی ہے  
 ہو کاش مستقل کہ یہ طوفانِ ابر و باد جانِ بہار و زندگی آشیاں بھی ہے  
 اک نالہ و فاکہی ہمہ گیر یاں نہ پوچھ بانگِ اذان بھی ہے جس کی رواں بھی ہے  
 اندر سے نگاہِ تخیل کی وسعتیں! کجِ نفس ہی میرے لے آشیاں بھی ہے



آغوشِ خاک ہو کہ وہ ہو دوشِ جبریل اک کائنات ہے مری ہستی جہاں بھی ہے

نشہ میں چور چور ہے ساغر کو دیکھنا

کعبتِ اُسکے ساتھ ہی کچھ سرگراں بھی ہے

میرے ایوانِ تصویریں کوئی آنے کو ہے ساری موجودات اک آغوش بن جانے کو ہے

تازہ ترغیوں میری فوج گرانے کو ہے رات کو پھیلے پہر کوئی غزل گانے کو ہے

جلوہِ مُفتِ نظر بھی رائیگاں جانے کو ہے باشِ اے ذوقِ تماشا حُسنِ شرمانے کو ہے

شکریہ اے فطرتِ صنّاعِ تیرا شکریہ

دل کے ہر پرچے پہ اک تصویر کھینچ جانے کو ہے

کیف نہ مجھ تک آسکا بادہ چکاں نگاہ سے

جلووں نے جان تو رُدی دوریِ جلوہ گاہ سے

دیر سے کچھ ہوئے شروع کچھ درِ خلافتِ اہ سے

مل گئے سب یہ راستے عشق کی شاہراہ سے

عشق نے لیں ہر میتیں، حُسن نے کیں حکومتیں  
 عشوہ بے دریغ سے، غمزدہ بے پناہ سے  
 حُسن بھی تھا لطیف تر رنگ بھی عنازہ سحر  
 پھر بھی تجلیوں کا بار اٹھ نہ سکا نگاہ سے  
 بعد فنا بڑھاؤنگا شامِ لوح کی مستیاں!  
 لوٹ کے لے چلا ہوں ”کچھ“ آپ کی جلوہ گاہ سے  
 خانہ خرابیوں میں اک رنگِ سادوڑنے لگا  
 کس کی نگاہ لڑ گئی میرے دلِ تباہ سے  
 کر لی جہن میں منضبط ایک کتابِ معرفت  
 چُن لئے میں نے کچھ حروفِ ہر ورقِ گیاہ سے  
 ان کے ستم جاتے کیوں بسنے طیب آئے کیوں  
 درد کچھ اور بڑھ گیا پرسش دردِ خواہ سے

دیوانہ بنا دے کبھی فرزانہ بنا دے      ہنس ہنس کے مجھے عشق کا ہر از بنا دے  
 تو اپنی نگاہیں جہنم سے جھکا دے      خاکِ دلِ مرحوم کا ہر ذرہ دعا دے  
 ہو جاؤں پشیمان شکایاتِ محبت      ہاں پھر اُسی انداز سے سراپنا جھکا دے  
 خودِ سن کی فطرت میں ہے دردِ نگہِ شوق      مین کیچ لوں اُسکو تو ہر اک جلوہ دعا دے  
 ہے گم شدگی لازمہ رہبریِ شوق      کھوتا ہو جسے وہ تری محفل کا پتا دے  
 اک لشکِ وفا ہوں سہرِ دامنِ محبت      ہے کوئی جو دنیا سے مرا نام مٹا دے  
 نازک ہے بہت روح کی پروازِ کالمحہ      اس وقت وہ اللہ نہ دامن کی ہوا دے  
 اللہ سے یہ نغمہ گری تیری نظر کی      پڑ جائے زمیں پر تو ہر اک رہ صدا دے  
 دزدیدہ نگاہی سے مجھے دیکھ رہے ہو      ایسا نہ ہو دل مجھکو گنہگار بنا دے  
 وہ چاہتے ہیں اپنی تجلی کا تماشا      کوئی مجھے آئینہ دیو اربنا دے  
 اللہ سے اُس جلوہ گہ ناز کے آئین      سو پڑے گریں عشق جو اک پہاڑ اٹھا دے  
 ہوتا ہوں یونہی بارگاہِ حسن میں اقل      اس بخود ہی شوق میں کین صدا دے

ہے میکہ دور اور فضا مستِ محبت ساغے نہیں آج تو ہونٹوں کے پلائے  
ذوقِ طلبِ لہے غرض ہی نہیں کچھ اور دنیا اُسے یوں جو مجھے لکپتا دے

اب قیدِ مراتب نہ رہی عشق میں باقی  
وہ چلے جہاں بزم میں ساغر کو بٹھا دے

دے ہوش کا پیغام کہ دیوانہ بنا دے جو چاہے تری نرگسِ مستانہ بنا دے  
ہلکا سا تبسم وہی ہلکا سا تبسم ہر ذرہ ہستی کو جو دیوانہ بنا دے  
مینوارِ محبت ہوں مجھے جام سے کیا کام اپنے لبِ گلزننگ کا پیمانہ بنا دے  
تشنہ ہے بلانوشِ ازل دیر سے ساقی اٹھ عالمِ موجود کو پیمانہ بنا دے  
پھر باغِ بیا بیاں کی فضا ہے تری تشنہ آدوسری دنیا کو بھی دیوانہ بنا دے  
تاروں کے برسے کو ہے بادہِ شبِ عدو ایسے میں کوئی چاند کو پیمانہ بنا دے  
پھر دیکھِ طربِ خیزی رنگینیِ محفل بھر بھر کے نظر میں مجھے پیمانہ بنا دے  
رکھتا ہوں نہاںِ فطرتِ دل میں وہ کرشمہ جو تیرے طربِ خانے کو غمِ خانہ بنا دے

پامالِ محبتِ یہی معراجِ بے تہ ہے ہستی کو غبارِ درِ جانانہ بنا دے  
 لاسایہ طوبے میں رُستائے آج تو ساقی ہاں رحمتِ مقسوم کو پیمانہ بنا دے  
 اعجاز نہ پوچھ اُس نگہِ مست کا سکنر  
 چاہے تو فرشتوں کو بھی دیوانہ بنا دے

دورِ ترادراک سے تیرا حرمِ ناز ہے یہ تو سنگِ آستان کا فرشِ پابنداز ہے  
 دل تری خلوتِ سرا ہے اسلئے ممتانے ورنہ ہر ذرہ کے دل میں کج جانِ از ہے  
 ککشاں کیا ہے تراکِ فرشِ پابنداز ہے لامکاں اکِ تنگ میدانِ خرامِ مانہ ہے  
 کیا شریکِ صورتیری آہِ محشر ساز ہے آج تو ساریِ خدائی گوشِ برآوا نہ ہے  
 راز اندر راز ہے یہ زندگی انسان کی ہیں بہت سے راز دل میں دلِ خودِ از ہے  
 جن کو ہے اپنی تجلّی پر غورِ ناروا ان سے کمدِ دل کا ہر گوشہ تجلّی سا نہ ہے  
 ہے فناءِ عاشقی دیا چہ معراجِ عشق تو جسے انجامِ سمجھا ہے وہی آغا نہ ہے  
 کیا کہوں لبیک میں دعوتِ پہنچلِ مگر کی جانتا ہوں مجھ میں جتنی قوتِ پروانہ ہے

پر پھلنے تک یہاں کتنی گزریں دیکھئے اور میرا رنگ بھی سے مائل پرواز ہے  
 منزلِ دل کی صدائیں سن لے کیا نہیں میرا پیغام وفا اک دور کی آواز ہے  
 ہر قدم پر بجلیاں ہیں سن کی نظارہ سونے اک مرنے ل کے لئے اتنا ہجوم ناز ہے  
 جانبِ دل کوئی آتا ہے باندازِ لطیف کہتیں سکتا یہ تو ہے یا تری آواز ہے  
 اللہ اللہ میرے نعماتِ خودی کی دستیں ہر طرف اب ہیں ہی ہوں مری آواز ہے  
 ختم ہوتی ہے جہاں سرحدِ خودی ہوش کی اُس سے کچھ آگے ٹھکر جلوہ گاہِ نات ہے  
 نالہ کہتے ہیں جسے صراطِ صلاحِ عشق میں ساری دنیا کے وفا کی مستعد آواز ہے  
 چھتِ قفس کی پستیِ تقدیر سے کچھ ملے بد بیکسی مژدہ ابھی گنجائش سے پوان ہے  
 آؤ سن جاؤ وہ غم ہے جو چکی موت کی شکست سازِ دل کی آخری آواز ہے

اسکے آگے بزم میں ذکرِ وفا ہوتا نہیں  
 جانتے ہیں وہ کہ غلغلہ آشنائے راز ہے

سادن کی رُت آپہنچی ، کالے بادل چھائیں گے  
 کلیاں رنگ میں بھگینگی ، پھولوں میں رس آئیں گے  
 سامنے اُن کے آتے ہی سب شکوے مٹ جائیں گے  
 کچھ میں بھی شراؤں گا ، کچھ وہ بھی شرمائیں گے  
 ہاں وہ ملنے آئیں گے ، رحم بھی کچھ فرمائیں گے  
 حسن مگر چٹکی لیگا ، پھرتا تل بن جائیں گے  
 سرد ہوائیں آتی ہیں ، تیری یاد دلاتی ہیں  
 جس دن تو خود آئے گا وہ ساون کب آئیں گے  
 شام خزاں ہے پھولوں کو دیکھ کے نالے کیا کھینچوں  
 میرے لب سے نکلیں گے ابرِ حین بن جائیں گے  
 نالے کھوئے دھندلکے میں شام ہوئی رات آپہنچی  
 پریم کے سونے سندر میں آخر وہ کب آئیں گے

ہستی کی بدستی کیا، ہستی خود اکستی ہے  
 موت اُسی دن آئیگی ہوش میں جس دن آئیں گے  
 میری آنکھیں کچھ بھی نہیں تیرے جلوے جلوے ہیں  
 توجہ سامنے آئیگا، پردے سے پڑ جائیں گے  
 تائے کتنے ہی چھٹکیں، جگنو کتنے ہی چمکیں  
 شمع کی زردی کہتی ہے، رات گئے وہ آئیں گے  
 تم اپنے دروازے سے کیوں للکارے دیتے ہو؟  
 ایسی بھی کیا جلدی ہے جاتے جاتے جائیں گے  
 حُسن کی موجیں اے سگلر اٹھیں جوشِ تصوّر سے  
 آغوشِ نظارہ میں پھر کوثر لہرائیں گے  
 برسات کی کالی راتوں میں جب کوئی نالے کرتا ہے  
 ڈوبا ہوا تارہ بادل میں کیا ٹھنڈی سانسیں بھرتا ہے



بجلی کے حسنِ تبسم میں بادل کے شورِ تحنیل میں  
 اک صورت سامنے ہوتی ہے اک شخص محبت کرتا ہے

جھلکتا ہے مے ہر نگینِ عنواںِ بادی وہ جامِ عیش میں جس کا ہر قطرہ ہے فریادی  
 فضا کو عرشِ اعظم میں فرشتے محوِ صاکت ہیں مے پیکر میں جھبلا جھولتی ہے روحِ آزادِ بادی  
 رضا و صبر کی منزل میں ٹھوکرِ غیرت ہے اسے اور اہر و ہشیار یہ جادہ کے سجادِ بادی  
 جہاں طوفِ حرمِ جلوں کے آگے قصہ کرتے ہیں یہ غائبانہ محفلِ اکِ پتھر ہے بنیادی  
 اگر گنجائشیں ہوں نہ میرا زِ خلقت میں کہاں نگرِ ایالِ لیتی تمہاری عالمِ بادی

قصہ آ باد ہوتے ہیں جن پر باد ہوتا ہے یہ سب کچھ بر بنائے خاطرِ صیاد ہوتا ہے  
 گل کے غنچے اسکے گلستاں کی ہمارا سکی جو قانونِ گلستاں کی رُکڑ آزاد ہوتا ہے  
 بہاد و خونِ دل کچھ غم نہیں لیکن قلق یہ ہے کہ میرا حائلِ عیروں پر باد ہوتا ہے  
 تجھے پروا نہیں جب پنے آرزوِ نصیب کی ترا غم کیوں انیس خاطرِ ناشاد ہوتا ہے

یہ اک دیوارِ زنداں کیا اگر ہو لاکھ دیواریں      مقید کب ہمارا جذبہ آزاد ہوتا ہے

تصور جب کرم کرتا ہے اُن پر کیف آنکھوں کا

ہمارے دل میں غلہ میکدہ آباد ہوتا ہے

پاس ہوتا ہے دور ہوتا ہے      وہ شبِ غم ضرور ہوتا ہے

دل میں اُن کا ظہور ہوتا ہے      میرا سینہ بھی طور ہوتا ہے

کچھ حقیقت نہ ہو محبت کی      نشہ سا اک ضرور ہوتا ہے

سجدہ کرتا ہوں اُن کو مستی میں      کتنا رنگیں قصور ہوتا ہے

تیرا شقہ ارے معاذ اللہ      شامِ دارالسرور ہوتا ہے

جتنا اسکی طرف میں کھینچتا ہوں      اور وہ مجھ سے دور ہوتا ہے

تیری آنکھیں ارے معاذ اللہ      بے پے بھی سرور ہوتا ہے

کیا حدیثِ نقابِ رُخ کہئے      نورِ بالائے نور ہوتا ہے

ہم بھی چاہیں غم سے تنگ آکر      تو کہاں دل سے دور ہوتا ہے

جب بھی آتا ہے بزم میں ساغر

نشہ میں بخور چڑھتا ہے

پریشاں ہوں حجابِ جسم و جاں سے یہی پردے نہ اُٹھے درمیاں سے  
 عبارتِ آستاں سجدوں سے میرے مرے سجدے عبارتِ آستاں سے  
 زمانہ بھرنے ٹھکرایا ہے ہم کو اٹھا دو تم بھی اپنے آستاں سے  
 پتہ اب کیا ترے مستولِ ساقی! اُدھر پہنچے حدِ دِلا مکاں سے  
 قفسِ خود چل کے آئے آشیاں تک کہ اُڑ سکتے نہیں ہم آشیاں سے  
 جبین تو پھر جبینِ عشق ٹھہری نظر اٹھتی نہیں ہے آستاں سے  
 اب آدارہ ہے ذوقِ سجدہ ساغر

نہ اٹھاتا کسی کے آستاں سے

کہیں گے نہ دامنِ سیلِ اشک کتا؟ کہ یہ دُعا نہیں لکھنا کہ رونا عمر بھر کا ہے  
 مآلِ عشرتِ یک عمر ہے خاکِ ترِ عنکبوت نہ ساقی ہے نہ پیمانہ نہ ساغر ہے نہ صُبا ہے

یہ وفا کا صلہ دیا تم نے      دل سے بالکل بھلا دیا تم نے  
 جو تصور نے کچھ اُٹھایا تھا      وہ بھی پردہ گرا دیا تم نے  
 مسکرا کر مرے خیالوں میں      اور دل کو بھلا دیا تم نے  
 چھیڑ کر سازِ روح غمگیں کو      بیٹھے بیٹھے رُلا دیا تم نے  
 گنگنائے نہ ساز کو چھیڑا      اور نعمت سنا دیا تم نے  
 پھر ہو فرما لیں غزل خوانی      مجھ کو شاعر بنا دیا تم نے  
 دل میں رہنے کی آرزو تھی میں      آنکھ سے کیوں گرا دیا تم نے  
 کیوں مرے حال پر ہے اب حیرت      آئینہ کیوں بنا دیا تم نے  
 خواب میں بھی تو اب نہیں آتے      مجھے اتنا بھلا دیا تم نے  
 کیوں ہے اب نگوہِ نظر بازی      دیکھنا کیوں سکھا دیا تم نے  
 ہم تو کم کردہ راہ تھے لیکن      راستے پر لگا دیا تم نے  
 عشق جس کو چھپائے پھرتا تھا      راز وہ بھی بتا دیا تم نے

سوچا ہوں سمجھ نہیں سکتا کہ مجھے کیا بنا دیا تم نے  
 پھینک کر اک نگاہِ صاعقہ سوز لاسکاں تک جلا دیا تم نے  
 اپنی محفل سے اپنے سنگِ سر کو  
 کیا سمجھ کر اٹھا دیا تم نے

ہم کو تم سے تم کو ہم سے کام ہے ماسوا کا عزمِ جنونِ خام ہے  
 آؤ گردن میں وہ باہیں ڈال دو پریم جھولا جن کا اصلی نام ہے  
 پھر اٹھو پسلو سے دامن کھینچ کر پھر مرا ذوقِ تجسس خام ہے  
 پھر نگاہِ مست سے دیکھو مجھے پھر مجھے نہ کر شکستِ جام ہے  
 پھر بلاؤ دستِ رنگیں سے شراب پھر مجھے اندیشہٴ انجام ہے  
 پھر گرا دو میرے دل پر بجلیاں بجلیاں جن کا تبسم نام ہے

پھر مو پھولوں اور تاروں پر حرام

پھر وہی ٹھنڈی ہوا ہے شام ہے

منکرِ حاصلِ اکِ جنونِ خام ہے عاشقی بے مہلی کا نام ہے  
 دل تو دل اب خاکِ تکرار کی نہیں اے جزاکِ اللہ کیا انجام ہے  
 آہ ملت ہے یہ سرمایہ کسے غم بڑی دولت بڑا انعام ہے  
 ساقیا اک جام بھر کر اور دے جانتا ہوں کیا مرا انجام ہے  
 اللہ اللہ عشق کی بیکاریاں ہم ہیل و آٹھوں پر اک کام ہے  
 ہے ترا سحرِ تبسمِ منتہ ساز اور مری دیوانگی بدنام ہے  
 اضطرابِ بندگی پر شک نہ کر میری بیتابی کا سبب نام ہے  
 لمحہ آغاز کی عشرت نہ پوچھ عشق کہنے ہی کو غمِ انجام ہے  
 یافتہ دھوکا ہے دامنِ کرم یا مرا ذوقِ طلب ہی خام ہے

مدعی اور بچستہ کاری کا فریب

مدعا سا غرِ خیالِ خام ہے

اللہ اللہ یہ سحرِ شہابی ہر نظر ہے فشرہِ عسبی

سہ گئے سودِ عشق کو، ہم تو حُسن سے کب مگر یہ آگ دہی  
 کرمِ ساقیہ ہے جام بہ جام موجِ در موج میری تشنہ لبی  
 نگہِ شوق و جلوہٴ معصوم حُسن کے سامنے یہ بے ادبی  
 شعلہٴ طوحس کا پر تو ہے حُسن کے دل میں وہ آگ دہی  
 جام کوثر بھی زہر ہے ہم کو کوئی دیکھے مآلِ تشنہ لبی  
 ایک دن لے دیا تھا نام ترا بات یہ پھر دبا لے سے شہ دہی  
 کاش ہو ان کے ہاں کاموتی حاصلِ حبِ راتکِ نیم شبی  
 آرزو نام تمام و عمر تمام زندگی مستقل ہے تشنہ لبی  
 احترامِ حریمِ حُسن نہ پوچھ سجدہ بھی ہے کمالِ بے ادبی  
 بے کلمے کیوں نہ آپ رحم کریں کیوں ہو رسوا مری کرم طلبی

بارگاہِ جنوں میں لے غلار

ہے ادب بھی کمالِ بے ادبی

وہ عالم آج دل پر چھا رہا ہے ہمیں جینے پہ رونا آ رہا ہے

یہ ناکامی محبت کی الہی! محبت سے بھی دل گھبرا رہا ہے

خمارِ نامرادی، اللہ اللہ زمانے پر دھواں سا چھا رہا ہے

دلِ مایوس کا عالم نہ پوچھو! کنول اک صبح دم مر چھا رہا ہے

جب اعلانِ وفا تم نے کیا تھا مجھے وہ وقت کیوں یاد آ رہا ہے

وہ لمحے! آہ، وہ رنگین لمحے!! ابھی تک دل پہ کوئی چھا رہا ہے

مسلسل وہ نیا زحمنِ سندر

محبت کو پسینہ آ رہا ہے

اک تبصرہ حیاتِ گزشتہ پہ کر گئی جب خشک آنسوؤں پہ می حشیم تر گئی

چشمِ وفا میں آج کہاں نگاہِ لقاں رنگینی نگاہِ محبت اتر گئی

تیری نگاہ گرم میں وہ جوشِ نثر تھا جمعیتِ ہجومِ متسا بکھر گئی

ہر شورِ شہر حیات میں ضم ہے لطفِ عشق زخمِ اب ہوئے زخمِ کہ جفاک بھر گئی



کیا چیز ہے نوازشِ معجِ خیال بھی آج آنسوؤں سے دامن اُمید بھر گئی  
 دُنیا پہ آسماں کی جوانی برس پڑی جب بادلوں کے پاس تہا ری نظر گئی  
 دُنیا تحیرات میں گم ہو گئی، مگر تاجلہ گاہِ دوست ہماری نظر گئی  
 میرے لئے تو حاملِ صدفِ برقِ طور تھی تیری وہ اک جھلک جو مرا کام کر گئی

سُکلا جنوں نوا ز رہی چشمِ مستِ یار  
 دیوانگی میں عمرِ محبت گزر گئی!

ترا جلہ جو اک دن شعلہ ہر بام ہو جائے مری حیرت تری جلہ گری بدنام ہو جائے  
 جو وہ اک دن فضا فروزِ زبرِ عام ہو جائے نگہِ قاصدِ بنے اور ہر نفسِ پیغام ہو جائے  
 ستم ہے بھی تم سے دیوانگانِ جو رنہ ٹوڑیں کرم کی طرح گتیرا ستم بھی عام ہو جائے  
 ہمارے ایک حرفِ آرزو کی دُستیں تو یہ سحر کو کہنے بیٹھیں کہتے کہتے شام ہو جائے  
 اسیری نام ہے آزادیِ خود اختیار کی بڑا آزاد ہے جو خود اسیرِ دام ہو جائے  
 ستارہ بن کے چمکے بسکسی کے آسمانوں پہ وہ اک آنسو جو غربت میں چراغِ شام ہو جائے

تعالیٰ اللہ کیا معجز نائے میکدہ ہم ہیں کہ جس نے پرنگاہیں لیدیں جام ہو جائے  
 بڑی عزت ہے تیرے نام پر بدنام ہو جانا وہ خوش قسمت ہے جو میری طرح بنام ہو جائے  
 وہ میکش ہیں کہ گرم غم نے نوشی کریں عسل  
 فضائے میکدہ سمٹے ہمسٹ کر جام ہو جائے

ہے چوہ سوز یک نفس ساز تمام ہے یہی نعمت صبح ہے یہی نالہ شام ہے یہی  
 موت جہانِ عشق میں ایک شدید کفر ہے لے دل نا اُمید سن جذبہ غم ہے یہی  
 میرے لبِ خموش پر چُن کو حیرتیں ہیں؟ کہہ سکوئی کہ عشق کا طرزِ کلام ہے یہی  
 منکرِ حشر ایک ن حشر کو مان جائیں گے حُسن صبح کا اگر طرزِ حشر ام ہے یہی  
 ذکر رہائی پر مرے اہلِ نفس پکار اُٹھے اس کو رہا نہ کیجئے حائلِ دام ہے یہی  
 خونِ حیات نذر دے رُعبتِ تو بہار کو بیلِ نعمت ریز کو گل کا پیام ہے یہی

جام بدستِ قص میں بخود دستِ قص میں

سنگِ مرستِ زندہ باد گردشِ جام ہے یہی





رُوحِ بَاقِ

بارہواں باب







# سانی سے خطاب

دُنیا اک پر تو سیاست سانی      مذہبِ بلیقِ آدمیت سانی  
الہام ہوا یہ سیکہ میں مجھ کو      تو ہے ذی روح اک حقیقت سانی

پینا دستورِ حریت ہے ساغر      مستی جاوید کیفیت ہے ساغر  
ذی ہوش غلام ہیں تھی اُن میں      احرار کے پاس ششِ شہت ہے ساغر

ماحولِ جہاں ہے آفتابی ساغر      سارا عالم ہوا گلابی ساغر  
محو و مصروفِ میکشی ہے شاید      میخانہ ہند کا شرابی ساغر

اس طرح بھی مشغول مے کی تہید سہی      میخانے میں زندگی کی تجدید سہی  
ساتی پائندِ ظرف ہونا کیسا!      ساغر جو نہیں تو جامِ خورشید سہی

یہ تشقہ پُر ضیا کا عالم ساقی      اللہ اللہ یہ زلفِ برہم ساقی  
ساں جو یہ ہیں تو ایک دن دنیا پر      لہرا لگامیکدہ کا پرِ حم ساقی

ہے پیکرِ عیش و کامرانی ساقی      تجھ میں ہستی ہے زندگانی ساقی  
جام و ساغر تیرے مے سے ہے سب      تو ہے میخانے کی جوانی ساقی

زندہ رہے تیرا نام اور کام اٹھا      آجائگی رات تو سرِ شام اٹھا  
لرزش میں راتِ بیخوبوں کی طح      جو مجھ سے نہ اٹھ سکا وہی جام اٹھا

کیسی دُنیا و اہل دُنیا ساقی    کیا مذہب اتقا کا جھگڑا ساقی  
سیال سی شے جو ہے سُر ساغریں    دنیا ہے ہی، یہی ہے عقبی ساقی

کراںج شراب کا تماشا ساقی    بنے لگے میکدے میں یا ساقی  
سب بیکھتے ہوں تے کرم کا منظر    ہم ہوں، پینا ہوا اور جینا ساقی

طوطے کی طرح بہت پڑھایا ساقی    ہر نکتہ زندگی بتایا ساقی  
لیکن مجھ کو ہوا نہ عرفان حیات    جب تک تو نے نہ کچھ پلایا ساقی

دنیا ہوئی جنگ جو و گمراہ پلا    مغرب کو بھی آج تو یہ، اکراہ پلا  
ساقی حاضر ہے روح چغتائی بھی    یہ بھی تھی کبھی یہاں شہنشاہ پلا

بھڑے بھڑے سب کو بھڑے ساتی      مے آج مجھے جہاں بگڑے ساتی  
امریکہ و روس ہوں کہ جاپان و فرنگ      سب کو بدستِ عشق کرے ساتی

لڑتے ہیں آج پی پلا کر ہی لڑیں      سڑتے ہیں تو ساغر و سبوی میں نہیں  
کیوں آتش و خوں میں مقبرے ہوں تعمیر      گڑتے ہیں تو میکہ کے کمیٹی میں گڑیں

خونی فطرت تمام انساں بہہ جائیں      جنگِ ارذل کے ساز و ساماں ہم جائیں  
اس جہ بہا شرابِ نگلیں ساتی      تیغ و توپِ تفنگ و میلان ہم جائیں

اک میں ہی نہیں ہوئی خدائی تشنہ      غری تشنہ ہے ایشیائی تشنہ  
رندوں کے کریم کھول دے بندِ شراب      خود آج ہے تیری کبریائی تشنہ

جگمگ کرتا ہوا یہ ایوانِ حیات      پھولوں سے سجا ہوا گلستانِ حیات  
سب لوٹ کا مال ہے تھے سر کی قسم      یہ قصر، یہ کوٹھیاں یہ سامانِ حیات

اپنے مستوں کے دیکھ یہ کام تو دیکھ      ساتی یہ بخود ہی کا انجام تو دیکھ  
عکس میں تھے کہ میکدے کے مرد و      خونِ آدم کے ہاتھ میں جام تو دیکھ

قانون و تمدن و سیاست تو بہ      مفتی، منصف، غمِ عدالت تو بہ  
دنیا کا یہ نظمِ اعتباری دیکھو      ہر چیز ہے مائے حقیقت تو بہ

ہے قص یہاں، نعمہ یہاں، چنگ یہاں      موجود ہے چینِ روضِ افرنگ یہاں  
دیوانہ رنگ و نسل میخانے میں آ      ہرنسلیاں ہے اور ہر رنگ یہاں

اعظم کیا مجھے معظم کر دے      فخرِ دنیاۓ ابنِ آدم کر دے  
کیسی انگریز کی غلامی ساقی      مجھکو آزادِ ہر دو عالم کر دے

---

ہونے کو ختمِ زندگانی ساقی      سنتا تا حشر بس کہانی ساقی  
اک گھونٹ کے بعد ختم ہے دورِ شباب      دُرُوتِ حِمام ہے جوانی ساقی

---

ہندی فانی ہے اور عراقی فانی      شخصی فانی ہے اور وفاقی فانی  
مینخانہ ہوست ہوں سب وہ کہ شراب      ساقی باقی ہے اور باقی فانی

---







ضمیمہ بیان مشرق

ضمیمہ اول:

## تشریح مطالب

۱۔ ”پیام سرور“ (باب سوم) صفحہ ۱۲۵ شعر ۵ کے مصرع ثانی میں لفظ ”شعبہ“

نظم ہوا ہے جس کے معنی ایرانی مطلق سیاحتی ہیں گنی کے ہیں۔

۲۔ صفحہ ۱۲۹ شعر ۷ کے مصرع اولیٰ میں ”سازِ نوروز“ اور ”عشق“ کو ترکیب کیا گیا ہے ”سازِ

نوروز“ محرک نشا را گنیوں میں سے ایک گنی اور ”عشق“ محرک شجاعت را گوں میں سے ایک الگ کہتے ہیں

۳۔ صفحہ ۱۳۰ پہلویش میں ”شاعی“ اور ”عجاز“ الفاظ نظم ہوئے ہیں جو ”عشق“ اور ”نوروز“

کی طرح غریب نادہیں ”شاعی“ ایلی مطلق سیاحتی ہیں منہی کو کہتے ہیں جسکی آوازیں سوز گداز اور کھنک تھ

نیز جس کا محفل پرانتطاری ہو جائے۔ ”عجاز“ بھی ایک ایلی را گنی ہے۔

۴۔ صفحہ نمبر ۱۳۱ پر آٹھویں شعر کا پہلا مصرع ”جو مئے تھے خنجروں کے سایہ میں پلک جو“

عشتر (نظامی)

تصرت ہے +

ضمیمہ دوم:

## صحت نامہ بادۂ مشرق

صفحہ وسط و شعر	غلط الفاظ و شعرو مصرع	صحیح الفاظ و شعرو مصرع
صفحہ ۲۶ سطر ۶	پختہ . خام	(مقدمہ: دیباچہ و جملات)
صفحہ ۲۵ سطر ۲	مشرقی	بہشت و خام
صفحہ ۲۵ سطر ۲	کا	مشرقی
		کو
		صبح نو (باب اول)
صفحہ ۲۵ سطر ۱	ہم	ہم
صفحہ ۲۵ سطر ۱	"خستہ انجم و کوکب"	خستہ انجم و زریں
صفحہ ۱۱ شعر ۱	ام	اسم
صفحہ ۱۱ شعر ۱	اُس نے	جس نے
صفحہ ۱۱ شعر ۱	بنتی	بہشت
صفحہ ۲۴ شعر ۱	دفاقی	دفاقی
صفحہ ۲۳ شعر ۱	درو دیوار	درو دیوار
صفحہ ۲۳ شعر ۱	شدشاہیت مطلق کی ایک صقل شدہ صورت	شدشاہی و استبداد کی صقل شدہ صورت
صفحہ ۲۳ شعر ۱	یادگار	یادگار
		ہدایتِ روح (باب دوم)
صفحہ ۱۱۲ شعر ۱	نجم و کوکب و قمر	نجم و زریں و کوکب
صفحہ ۱۱۲ شعر ۱	ماغول	باغول

صفحہ ہفتم شعر، بند مصرع	غلط الفاظ و شعر و مصرع	صحیح الفاظ و شعر و مصرع
صفحہ ۱۷۳ شعر و مصرع ثانی	میخانے	میخانے
صفحہ ۱۷۳ شعر و مصرع اولیٰ	نگاہ شوق	نگاہ شوق
صفحہ ۱۷۴ شعر و مصرع ثانی	عرب سے چین تک	عرب سے ہند تک
صفحہ ۱۷۴ شعر و مصرع ثانی	حریہ فطرت (باب چہارم)	حریہ فطرت (باب چہارم)
صفحہ ۱۷۴ شعر و مصرع ثانی	نظام راحت	نظام راحت
صفحہ ۱۸۱ شعر و مصرع ثانی	معنی	معنی
صفحہ ۱۸۱ شعر و مصرع اولیٰ	ان نیت	ان نیت
صفحہ ۲۰۵ شعر و مصرع ثانی	سمبٹ	سمبٹ
صفحہ ۲۲۳ شعر و مصرع ثانی	نقوش باقی (باب پنجم)	نقوش باقی (باب پنجم)
صفحہ ۲۵۲ مصرع ۳	نقوش باقی (باب پنجم)	نقوش باقی (باب پنجم)
صفحہ ۲۸۱ شعر و مصرع اولیٰ	صنم کد کا احتیاء (باب ششم)	صنم کد کا احتیاء (باب ششم)
صفحہ ۳۰۶ شعر و مصرع ثانی	حدیث گل (باب ہفتم)	حدیث گل (باب ہفتم)
صفحہ ۳۰۶ شعر و مصرع ثانی	حقی لایوت	حقی لایوت
صفحہ ۳۰۶ شعر و مصرع ثانی	یا جاگ اٹھو یا سو جاؤ یا زندہ ہو یا مر جاؤ	یا جاگ اٹھو یا سو جاؤ یا زندہ ہو یا مر جاؤ یا جاگ اٹھو یا سو جاؤ
صفحہ ۳۰۶ شعر و مصرع اولیٰ	غنچہ زار (باب ہفتم)	غنچہ زار (باب ہفتم)
صفحہ ۳۰۶ شعر و مصرع ثانی	سکھیاں مل اُٹھان کو اُٹھیں	سکھیاں مل سنان کو اُٹھیں
صفحہ ۳۰۶ شعر و مصرع ثانی	تہی ہو اسکے مالک وہ تمہاری ہی وارث	تہی ہو اسکے مالک وہ تمہاری ہی وارث
صفحہ ۳۲۲ شعر و مصرع اولیٰ	جو عکسِ آخرین (باب ہفتم)	جو عکسِ آخرین (باب ہفتم)
صفحہ ۳۲۲ شعر و مصرع اولیٰ	عکسِ ہوس	عکسِ ہوس

صفحہ سطر، شعر، بند، مصرع	غلط الفاظ و شعر و مصرع	صحیح الفاظ و شعر و مصرع
صفحہ ۲۷۱ شعر مصرع اولیٰ	حقیقت	حقیقت
صفحہ ۲۷۲ شعر مصرع اولیٰ	قدا	قدا
	ساغرستان (گیاہوں باب)	
صفحہ ۲۷۸ شعر مصرع اولیٰ	مستی	مستی
صفحہ ۵۰۹ شعر ۴	سرخوس	سرخوش
صفحہ ۵۲۰ شعر مصرع ثانی	خاکی	خالی
صفحہ ۵۲۵ شعر ۴	سرستابقدم	سرتابقدم
صفحہ ۵۲۵ شعر ۵	للہ	لہ
	رُوح بادا (باہوں باب)	
صفحہ ۵۷۷ باجمعی ستہ ثانی	سنتا	سنا
صفحہ " " " "	وناقی	وناقی

## یادداشت

(۱) صفحہ ۲۰۲ پر نظم ”عہد“ کا چھٹا بند سہواً دوبار کتابت ہو گیا ہے۔

(۲) صفحہ ۱۱۰ پر ”سری کرشن“ کے ہندوستانی میں مندرجہ ذیل شعر کتابت ہونے سے رہ گیا ہے۔

رقص میں زین ہو آسمان ہو رقص میں جوش پر بہار ہو گلستاں ہو رقص میں

(۳) صفحہ ۲۷۸ پر نظم ”بھکارن“ میں (للہ) غلط املا کی صحت ”لہ“ فرمایا لیجئے۔

ضمیمہ سوم :-

## اتمام کیف

تکمیل کی منزل آخر پر مجھے آغاز کار کا وہ نقطہ اولیں یاد آ رہا ہے جو نصورات خیالات اور عزائم کی ایک دلچسپ دنیا اپنے اندر پوشیدہ رکھتا تھا خصوصاً جب میں اس کیف جنوں غور کرتا ہوں جس کی یہ تمام کار فرمائی ہے تو جھوم جاتا ہوں ۵

بال و پیریں کہاں یہ طاقت تھی اک جنوں تھا کہ لے اڑا مجھ کو  
بادہ مشرق اس لحاظ سے کہ کیف جنوں کی اولین قسط ہے جو بھی مرتبہ حاصل کئے لیکن کیف کے قائم اور پختہ تر ہو جانے کے بعد دوسری قسط کا انتظار فرمائیے جو دامن مگر بیان ہوش و بے ہوشی، اور سلوک و جذب کی قید سے بھی آزاد ہوگی۔ ساز سے جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ اس قدر درخور اعتنائیں جس قدر کہ وہ ”آہنگ“ پر وہ ہائے ساز میں پوشیدہ ہے جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ ایک ظاہر حقیقت ہے لیکن جو کچھ ہم میں پنہاں ہے وہ مشاہدات کے مقابلے میں کہیں دیدنی ہے۔

بادہ کا دوسرا حصہ جو ناقوس کے نام سے شائع ہوگا قلب و روح کے لئے کچھ ایسا ہی کیف آفریں سامان رکھتا ہے کہ خود مجھے تفصیل و اجمال کا ہوش نہیں۔

عسکرنظامی

## بیاض









